98-7

سلسلۂ کلیات خسرو بسرپرستی اعلیحضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

کُنتمُ اعدَاءً فَالّفَ بَینَ قُلوبِکُم

نامِ این نامہ والا ست قِران السّعدین
کز بلندیش سعدین سپہر ست قِراں

مثنوی

قِران السّعدین

حضرت امیر خسروؒ دہلوی

بہ تنقید

جناب خاں صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مسٹر سیّد حسن برنی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیات خسروؒ
و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اِجازت اعلیحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
وسلطانہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قِرانُ السعدینْ

مختصر فہرستِ مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
	تمہید	
۱	یادِ رفتگان، اعتراف و شکریہ	۱
۲	خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات	۶
۳	قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۴۰
۴	قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ، شہور و سنین	۵۱
۵	قران السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵۶
۶	ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷
	مقدمہ	
۱	تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱

مقدمہ

مثنوی قِرانُ السّعدینِ خسرو

نوشتہٗ

سیّد حسن برنی بی اے

این سخنِ چند کہ بیخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السّعدین)

باب	مضمون	صفحہ
۲	واقعات	۲
۳	خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال	۴۷
۴	فرمایش نظم اور تصنیف مثنوی قران السعدین	۵۵
۵	وصف نگاری	۵۹
۶	تظمین غزل	۷۱
۷	مقامات مثنوی	۹۵
۸	صنایع و بدایع	۱۳۵
۹	قبول عام	۱۶۳
۱۰	خاتمہ	۱۶۵

متن

باب	مضمون	صفحہ
۱	حمد، نعت، مدحت شاہ	۱
۲	صفت دہلی و متعلقات	۲۸
۳	ابتدائی واقعات (کیقباد کے اودھ پہونچنے تک)	۴۸
۴	ملاقات پسر و پدر (آغاز نامہ و پیام)	۱۱۴
۵	ختم کتاب	۲۴۴

مضمون	صفحہ
(ا) پہلی خصوصیت "تاریخی اہمیت"	
خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پنجاہ سالہ معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں	۸
قران السعدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں	۹
اِن واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسرو کے بیانات	"
(۱) خط از غرۃ الکمال مشتمل بر حالات روانگی و رسیدن باودھ و کیفیت ہجر و مفارقت	۱۰
(۲) خط از اعجاز خسروی مشتمل بر حالات ملاقات کیقباد با پدر خود و ملاقات خسرو و شمس دبیر و اثیر در رفتن خسرو باودھ	۱۲
مختصر حالات شمس دبیر و اثیر الدین	۲۰
(ب) دوسری خصوصیت "واقعیت"	
واقعیت کے معنی اور اُس کے دو پہلو، انتخابِ جزئیات اور تفصیل کوائف	۲۲
قران السعدین میں واقعیت کا کمال	"
وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق	۲۳
انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف کی مثال قران السعدین سے	"
مناظرِ فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے	۲۴
مثنوی قران السعدین میں مناظرِ فطرت کا بیان	"
(ج) تیسری خصوصیت "ادراکِ نفسانیات وحفظ و تفریقِ شخصیات"	
تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور دقت	۲۵
"وصف نگاری" اور "ادراکِ نفسانیات" دراصل واقعیت کے خارجی اور داخلی پہلو ہیں	"
داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اُس کا احساس	۲۶
قران السعدین کے اشخاصِ قصہ	"

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

صفحہ	مضمون
۱-۵	(۱) یادِ رفتگاں، اعتراف وشکریہ
۱	یادِ رفتگاں بسلسلۂ خسروی
۲	مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی خدمات متعلق سلسلۂ خسروی
"	مولٰنا کی ادبی خدمات
۳	مولٰنا کے مختصر حالات
"	مولٰنا کی تعلیمی خدمات
"	اعتراف وشکریہ بسلسلۂ ترتیبِ کلیاتِ خسرو
۵	راقم کی مولٰنا سے ملاقات بسلسلۂ مذکورہ
"	قران السعدین کی تنقید مولٰنا کی اخیر تصنیف ہے
۶-۲۰	(۲) خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات
۶	مثنویاتِ خسرو کی دو قسمیں "اتباعی" اور "طبعزاد"
"	"اتباع" کے صحیح معنی
۷	طبعزاد مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی

مضمون	صفحہ
قران السعدین کے بعض نسخوں میں اس مثنوی کا نام "مثنوی درصفتِ دہلی" کیوں لکھا پایا جاتا ہے	۴۰
دہلی کے متعلق معلومات	〃
اس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا	〃
شہر پہاڑی پر آباد تھا	〃
دہلی کے تین حصار تھے	۴۱
قصرِ معزی واقع کیلوکھڑی	〃
"شہرِ نو" (کیلوکھڑی) کی بنیاد کیقباد سے بہت پہلے پڑچکی تھی	۴۴
دہلی کی عمارات	۴۵
مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "درون" کا سلسلہ غیر مسقف تھا	۴۶
منارۂ ماذنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت	۴۷
حوض سلطاں	〃
مضافات دہلی	۴۹
سیری اس وقت سبزہ زار تھا	〃
اندرپت	〃
تلپت	۵۰
بہاپور	〃
افغان پور	〃
دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ	مقابل صفحہ ۱
(۳) قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین	۵۱-۵۵
قران السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے	۵۱

مضمون	صفحہ
کیقباد	۲۷
خسرو کی مثنویاں اس عہد کی تاریخ کا آئینہ ہیں	"
قران السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں	"
یہ غزلیات مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کردیتی ہیں	۲۸
غزل پر لفظِ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہوسکتا ہے	۳۰
شاعری کے معیار پر قران السعدین کی غزلیات پوری اُترتی ہیں	"
خسرو کی غزل سرائی خاص رنگ رکھتی ہے	"
قران السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پُرلطف تنوع پیدا کردیتی ہیں	۳۱
(د) چوتھی خصوصیت "جدت"	
خسرو کی طبیعت جدت پسند اور طرفہ آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے	۳۱
مثنوی قران السعدین جدت کا نمونہ ہے	۳۲
جدتِ شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت	۳۳
خسرو کے تخیل کی کیفیت	"
تخیل کی مثال مغلوں کی ہجو سے	"
(ہ) پانچویں خصوصیت "تناسب"	
فنونِ لطیفہ میں تناسب کے معنی	۳۸
مثنوی میں تناسب قایم رکھنے کی دشواری	۳۹
قران السعدین اور تناسب	"
(۳) قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات	۴۰-۵۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ آج سے چار برس پہلے جب کلیاتِ امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پابرکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دورے اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دھندلے نشان

مضمون	صفحہ
واقعات کا سلسلہ قایم کرنے سے قران السعدین کے اصل واقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ اخیر جمادی الاول ۶۸۶ھ قرار پاتی ہے	۵۳
جلوس کیقباد کی تاریخ اوائل ۶۸۶ھ قرار پائی ہے	”
خسرو کے قیام اودھ کی صحیح مدت کیا ہی اور بظاہر جو اختلاف خسرو کے بیانات میں پایا جاتا ہی وہ کس طرح رفع ہوتا ہی	۵۴
(۵) قران السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہونے کی وجہ	۵۶-۵۷
مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مثنویوں میں	۵۶
قران السعدین اور خمسہ سے پہلے کی دوسری مثنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقات کو ظاہر نہیں کرتا	”
(۱) خود خسرو کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے	”
(۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسرو کا تعلق عنفوان شباب سے پیدا ہو گیا تھا	”
اس فروگزاشت کی وجہ	۵۷
(۶) ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷-۶۱
مثنوی قران السعدین کا ایک قصہ طلب شعر جسمیں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہی	۵۷
ہندی الفاظ کا خسرو کے یہاں آزادانہ استعمال	۵۸
خسرو کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت "ہندوستانی"	”
خسرو ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں	۵۹
خسرو اس عہد کے صحیح نمایندہ ہیں	”
خسرو کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہی	”
خسرو کا ملک کی مشترک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہی	۶۰
قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۶۰

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتب درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیم نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولنا لبّیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہوچکے تھے، جا ملے ؎

برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمد پدید ؎ مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تندِ دہر

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معزالدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولنا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

مولنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مرتبوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کرچکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کرچکی ہیں اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز ہمچو صور تہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے" مثال کے طور پر قران السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ۲۸)

قران السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولانا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اِس کے لکھنے میں مولانا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قران السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولانا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اِسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولانا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولانا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے مل کر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؔ کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسروؔ کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیوٰۃ سے "خانِ شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین سے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

ع۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "درصفت بنگالہ" لکھی ہی جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

ز کشتی بل کمانِ دل نشینے ٭ بہر گوشہ درو چلہ گزینے ٭ ندانم تیر او چوں می کند کار ٭ کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم و الحق ہمانست ٭ سیہ ملاح او زاغِ کمانست ٭ اگر سہراب باشد در ہبیمن ٭ نیارد ایں کماں تنہا کشیدن
نہ آنست ایں کہ تنہا ایں کماں بہ ٭ ولی ہرگز نہ شد شایستہ زہ ٭ گر اندیشہ امن و امان ست ٭ کہ طوفاں چاشنیِ ایں کمان ست
بود چنگے کنارِ آب جایش ٭ ز فیضِ رودہا سازِ نوایش ٭ مگر زیں چنگ و ریا گشتہ خوشحال ٭ کہ کف بر کف زند ہر دم چو قوال
ازاں مانند چنگِ نغمہ پرداز ٭ کہ باشد بادبانش پردۂ ساز ٭ شبیہِ او ہمہ از چنگ جویند ٭ ولیکن اہل ہندش ناوے گویند
بود پیرِ کہن سالیش زیباست ٭ ز شوقِ آب حالش ناشکیباست ٭ محاسن از قطاسش گشتہ پیدا ٭ بر دہم پیر و ہم برناست شیدا
برون آورد ریشِ دلپسندی ٭ بچندیں کردہ ارد ریش خندی ٭ کند با موجِ بحر آہنگِ آشوب ٭ تراشد دست و پای خویش از چوب
بیاید تا سراغِ آشنائی ٭ زند ہر دم بدریا دست و پائے ٭ گزارش تا سوِ آب اوفتادہ ٭ عنانِ خود بدست باد دادہ
دما دم علمِ دریا کردہ تکرار ٭ معلم تختۂ او شستہ صد بار ٭ پرستارش بہ غمِ چرخِ پیسہ ٭ پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ
نمیدانم چہ بیماریش دیدند ٭ کہ آلش از شکم بیرون کشیدند ٭ بود او را سبک رفتاری ایما ٭ رود در رہ با ہزاراں پائے چوبیں
سبک پالیست بارِ گرانست ٭ ولی پایش بدستِ دیگرانست ٭ ازان دریا بہ او سرکردہ آشوب ٭ کہ دریا را گرفتہ در تہِ چوب

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی تبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بین طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً بچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَوَدھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن وعشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور مابعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاءالدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سر برآرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بلا سے دوسوے اد سیاہاں
نشستہ چوں دوسہ چشمِ غزالاں

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۵ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ . . . . . ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎ ماہِ نَو کاصلِ وے از سال خاست ÷ گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے ؎ بود بیرکہن سالیش زیباست ÷ زشوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرع اولی اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہوگئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دار السلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم / کز تن بلب آمدست جانم
شبہا من و دل بغم نوازی / با یادِ تو در خیال بازی
دل سوختہ چون چراغ گشتہ / صد جا بدرونہ داغ گشتہ
دردے و ہزار آہِ جان سوز / آہے و ہزار تیرِ دل دوز
دل رفتہ و تن بخاک ماندہ / جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ
با آں کہ ازیں ولایت خوش / یارے دو سہ اند نغز و دلکش
از حالتِ من در آرزویت / عاشق شدہ ہمچو من برویت
با من ہمہ انست شب و روز / دل سوختہ را قناعت آموز
نے قاصدِ تو رسد بسویم / نے باد رساند از تو بویم
کو آں بوفا بہم نشستن / دل در طرب و نشاط بستن
گہ دادنِ درِّ نظم چوں نوش / از دُرجِ دہن بحلقۂ گوش
گاہے بہ بدیہہ دل آویز / سفتن گہرے بخامۂ تیز
گاہے غزلے جواب گفتن / گاہے سخنِ شراب گفتن
گہ جام نشاط نوش کردن / گہ زخمۂ تر بگوش کردن
گہ گردن گشت سوئے بستاں / گاہے بطوافِ حوضِ سلطاں
ہر شب منم و دلے و دردے / غم را بدو چشم آب خوردے

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قِران السّعدین سے براہِ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند زمن خراب سینہ　　خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک　　چوں قطرۂ اشک روے برخاک

کانروز کہ گشتم از بَرَت دُور　　ق　محروم شدم چو سایہ از نور

برعزمِ سفر عناں کشادم　　خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ　　در گریہ ہمی شدم بہر کوچ

تا بعد دو ماہ از رہِ دور　　آمد با ودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے بلطف بکشاد　　واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہرِ اَوَدھ حوالۂ خاں　　شد دہرِ ابد نوالۂ جاں

باآں کہ نداشتم صبوری　　اُفتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہرِ اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں)، کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تربیت نو　　از چشمِ کرم بکارِ خسرو

چوں رنگ پذیر شد مقالت | صنعت بود آں نہ حسب حالت
یک بیت ز گفتۂ نظامی | تضمیں کنم اندریں تمامی
کارائش کر دنی ز حد بیش | رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۶ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبّت و الفت کا مجسّمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبّت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذوالقعدہ ۶۸۶ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجازِ خسروی رسالہ سوم)

دوستدارِ یگانہ خسرو سلطانی . . . . بر آں رائے انور . . . .
مصوّر می گرداند کہ . . . . . خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الممالک اختیار الحق والدین . . . . . علی ایبک سلطانی.....از اوجِ ارتفاع بچشمِ سعادت در کارِ بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق در ہوائے

شب روز کنم ز آہِ جانسوز   زیں گونہ بود شبِ مرا روز

یکشب من و دل چراغ در پیش   جانے بہزار داغ در پیش

بودیم بہم بگفت و گویت ؎   محرم نہ کسے جز آرزویت

گفتم کہ ازیں اسیر بیداد   یاد آیدت یا نیایدت یاد

تا حال بدانیم کہ چونم   وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم

روشن کندت زبانِ خامہ   حالِ من ازیں فراق نامہ

ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ   یک ہفتہ حساب رفتہ بر نہ

تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد   بر ششصد و ہفت بود و ہشتاد

غدار شبے ز ابر تاریک   بارندہ بقطرہائے باریک

عین بشکال وقتِ باراں   خیمہ زدہ ابر را سواراں

بگشادہ بنالہ رعد را کام   بردہ دہلِ خروش بر بام

می گفت ترانہ ابرِ سرمست   بود آب برقص و برق می جست

باراں بہوا بقطرہ سازی   قطرہ بزمیں بحباب بازی

گریہ ز من و ز ابر ہم یاد   بیرون و درون خانہ نم باد

تا وقتِ سحر قلم در انگشت   در تاریکی ہمی زدہ مشت

چوں نیست تکلفے بدردم   در نامہ تکلفے نکردم

صنعت بسخن نکردم آغاز   تا قصہ نماند از غرض باز

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منوّرِ شمس الدین، بر نور اللہ الیٰ یوم الدین چوں آفتاب قیامت بر سرِ ایں ذرّہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من نگشت۔

آب در چشم نگردد چو ببینی خورشید   خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندر چشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالیش آوردم۔ لحتی تبکات دہت از دورانِ روزگار در میان آورد کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لا بلسان المقال بطیابے ہر چہ پوشیدہ تر گفت می کرد کہ درچہ از انچہ بود عالی شدہ بود و از برآمدِ دولتِ خویش اَلشَمسُ لَا یَخفٰی فِی کُلِّ مَکان گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحاب را یاد کرے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

گر بہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارۂ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

دوستان ذرّه ذرّه شده است۔ نه در آسمان ست نے در زمیں۔

مقرو آں ضمیر مستنیری گرداند کہ اندر انچہ سلطان مشرق ناصر الدین

والدنیا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع

کردہ باقطاع اودھ در رسید ہلال رامش در آب سرد چوں ماہ از برج سرطان

رویت نمود...... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب

معز الدنیا والدین کیقباد..... چتر خورشید تاب ظل الٰہی را ہم برلب آب

مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گرداند۔

آں چہ لشکر بود کز جنبیدنش زلزلہ در چار ارکان درگرفت

لرزۂ بیرق ز بند نیزہا گوئی آتش در نیستان درگرفت

پائے در گل ماند خیل آسماں گرد کاندر چرخ گرداں درگرفت

روز اوّل این دو بحر زاخر بوجہ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجہہ نمودند۔

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روز دیگر قران السعدین و اجتماع

نیرین گردش دوران ارزانی داشتند۔ و برہان جمع الشمس و القمر بر عالمیان

مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینہما دیدار قیامتے افتادہ

بود۔ وقیامت ایں بود کہ رویت آخرت ہم بلقیہا ولی درحساب آمد۔ مگر یوم النشور

بود کہ آن دو آسمان رفعت آیت اذا الکواکب انتثرت باعلام جاریۂ مژگان بر

صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلائق بدیں باعثہ دراں محشر حشر کردہ دراں

چو ترہ تابشی کہ در رفعت سر بفلکِ فلک می رسانید، بر سید و پرسید تا کشتی
را بر لبِ آب برکنارِ امیدِ آشنایاں بایستانند۔ تا مگر آشنائے بر روئے آب می آید
کہ آشنائی آشنائے گزشتہ برآب خویش باز آورد۔ و بیشترے راندنِ کشتی از برائے
آں نجم علا بود۔ چوں زمانے برآمد و بعد از زمانے چوں ستارۂ مقصود بر نیامد
می گفت ؎

چگونہ رانم کشتی ستارہ پیدا نیست
مگر ستارہ نہاں شد درابر دیدۂ من

از ہنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نہار بر کرانۂ نہر آں مردم دیدہ
راچشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے ہم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستارہ دیدن در روز

بر روئے من بارقۂ از مہر بارقتِ تمام روشن می کرد و در معاینۂ ایں سرودِ معاینہ می گفت ؎

من کہ شمسم ہمہ تن مہر شدم از سرِ سوز
ذوقِ آں دست نہاں ماندہ چو سیارۂ مہر

بعد از انتظارِ بسیار بندہ را وداع کرد و آیت العود خیر برخواند۔ و
دیوانِ خاص کہ نظمش از نثرہ و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود
بمقرِ دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حوالہ کرد۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۞ بندہ باقلبِ کثیر

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد محمد آثارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را درآب زدم دگذانہ عزم گذار کردم حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر معلق بین السماءِ والارضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں یاراں محیط آتش طبیعت گرم ہنگامِ نمار نشتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں تو ئی یا بخواب می بینم

کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بدی عزیزاں

پس از ہزار شب در سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر است دراں کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ؎

کرد بر چشم خیالِ یارِ من کشتی رواں

آفتابے بود کاں بر روے دریای گذشت

شک نیست کہ آں ذات ہمچوں موج از بحر بالا تر بود، بلکہ از بحر می گذشت دبحر را کہ خراج گذار جود اوست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

موسمِ باراں بود وچشمۂ خورشید با سرطان باشنائی درآمده و سرطان منقلب آبی گشته۔ درعینِ باران وبارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اَود ھد ان کرده شده

ابری بار دو من می شوم از یارجدا + چوں کنم دل بچنین وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستاده بوداع + من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

بارانِ آیتِ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بآوازِ بلند می خواند، وبادِ واضح فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ بر صحیفۂ آبِ مسلسل دارد وان نقش می کرد و سبزه بخطِ ترتفسیرِ لِنُخْرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، وآب پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزه جدولِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ می کشید با چنداں آبِ رسوا دلبتاں

ترگشت خطِ سبزه ولے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشتۂ متیرا دید وابر چوں ہوا خواہاں می گریست پائے مرکبم درآبِ چشمہا می لغزید، وبرق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حبابِ شیشہ گری را کشاده کرد دکاں

تقاطرِ قطرات از عبراتِ من عبارتی می نمود، وبارقۂ برق از احتراقِ من حرقتی ......

تا بریں طریق ایں خرابِ زمعمورهٔ اَودھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جنابِ رفیع رفع کرد فی العزة من شھر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ انتظارِ قطرہ از اں دائر دوات آں کہ قلمِ شہاب

۶۸۷ھ

وقلبِ بے سکون از اں میثاق بوثاق آمد........

تمامت روز دریں تحیّر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیرِ مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتادہ و ماہِ اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقِ سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل با آں نجم مقابلہ سعادت میسّر گشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روئے آب آورد ے

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے

درخدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنای راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاعِ اودھ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانۂ خویش راجع شود ضرورت باستقامتِ آں طرف رضا داد۔ ملکِ بے مثال لطلبِ مثالِ ولایت بر موافقت رکابِ فرقدسائے اعلیٰ منطقہ جوزا بر میان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایونِ چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشین اوست، طیراں نمود۔ و بندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ حداثت است باز گردانید۔ باشارت رائے مختار اختیارے از اتصالِ کوکبۂ اصحاب لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کردہ شد۔

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اَوَدھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہی تو شمس الدین دبیر کو اس پر متعیّن کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہی۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب	تیغ برون آختہ چون آفتاب
جست رسولے کہ گزارد پیام	ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد	کم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر	درخورِ این کار چون شمس دبیر

مزید یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہی بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونۃً درج کیا ہی۔

(دیکھو صفحہ ۲۶ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ اُن میں واقعیت

سیر بجاریِ احوال جاری دارد، واخبارِ متواتر راکہ موجبِ علم قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، واز درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۶ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

ن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی
وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہی۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سُنکر بیٹا بھی
ی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہی۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر
ت آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہی اور باپ بیٹے سے آکر
ا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہی۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں
لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری"
ے پردے میں اس طرح چھپایا ہی کہ قصّے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی وہ حقیقت میں واقعہ
ی ہی جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہی۔ انتخابِ جُزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ
ں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں
دہوں۔

جس وقت ناصرالدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہی، سردی کا موسم ہی، کیقباد
سلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا
، وہاں جشنِ شاہی مناتا ہی۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک
ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دارالسلطنت کی سیر کر چکا ہی، اُسے موسم کی پوری کیفیت
ہو چکی ہی، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہی اور رنگیلے بادشاہ
ِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ دہلی جمنا کے قریب

کا سر رشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے، اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جُزئیات و تفصیلِ کوائف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور اِن معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لیتا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

ں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ر وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق شخاص لابد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا اشخاص قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے رچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی ں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان پے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور خلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات ے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے ے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصّہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

واقع ہے اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک جداگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے) اسی خصوصیت کے (جس سے ہم بحث کر رہے ہیں) تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیاز خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آجاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اِسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اِسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کی خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اِسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصّہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصّہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصوّر اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمام تر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السعدین میں لکھتے ہیں۔

ایں سخنِ چند کہ بیخو است ست   شاعری نیست کہ ہم راست ست

گرچہ چنیں راست نباید نہفت   "راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قرانِ السعدین میں اشخاصِ قصّہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیّات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ
ازیں سپس من و جانان و خواب در سایہ
(صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
(صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
(صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دارالسلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر برمی کند الخ (صفحہ ۲۲۰)

بادشاہ دارالسلطنت پہونچتا ہے۔

عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہوگئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہے کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہے کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہے:-

شد ہوا سرد کنوں آتشِ خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ زدہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہے ؎

عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہے۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسمِ بہار آتا ہے بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہے ؎

(۱) آمد بہار دشد چمن لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۶۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خار است الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بدل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پیل پامال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیرتا زسر برہم
تیر بکشائے کز نظر برہم (صفحہ ۹۹)

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہی وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہی قران السّعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی اچھی تعریف کی ہی۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنا اسمعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہی یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہی کہ شروع سے اخیر تک ایک ہی۔ بیچ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہی جس سے "تازہ بتازہ نو بنو" کی لذت حاصل ہوتی ہی۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدّت اختراع اور طرفہ آفرینی ہی اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہی اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہی[۵۱]۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں[۵۲]۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حرّیتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہی۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدّت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں[۵۳]۔

[۵۱] دیکھو اعجازِ خسروی [۵۲] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [۵۳] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

الغرض مُسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کردی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصّہ ہی کو بیان کر دیا ہی۔

حقیقت یہ ہی کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہی وہ صنف غزل ہی۔ ہل نے کیا خوب کہا ہی کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہی کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہی اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصّہ شوق و مسرّت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہی جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہی اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہی کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہی۔

اِس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہی۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہی۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہوگا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں، لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

داں کہ بہ تقلید نشست اندریں　　　　نشنوم ار خود کند م آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہی کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہوسکتی ہی لیکن غالبًا قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہی جسے "تخیّل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلۂ روح رواں ہی۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہی۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہی کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کے الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہوجائیں لیکن تخیّل کی مقدار تقریبًا ہمیشہ معیّن رہتی ہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہی۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہی خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام بہر بہ دور کا جُدا جُدا محفوظ ہی۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کرکے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیّل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلون کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہی (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵) یہ مثنوی اُن کے مربّی سلطان محمّد کی شہادت اور خود امیر کے

مثنوی قران السعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل ایں خیال ― تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ ― کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلِشش دہم ― مجمعِ اوصاف خطالش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم ― سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم از ان رسمِ کہن ― پس روی پیش روانِ کہن (صفحہ ۲۲-۲۳)

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند ق معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بمو لیش بہ ہنر بیختم ― پختہ و سنجیدہ درو ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برد ― کاں دیگرے را بدل آید کہ چول
ہر صفتے را کہ برانگیختم ― شعبدۂ تازہ درو ریختم
نیست زگس لولوے لالاے من ― ژرف بہ بیں در تہِ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست ― زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانۂ بر دیگرے ― خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست ― گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ ایں گوہر ست ― گر ہمہ نفریں کندم درخور ست

پوستیں پوشیدہ و بے پوستے
در گریز از غازیانِ دوستے

گشتہ سیلے گو ہمہ بربانگِ نی
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

نالۂ ناخوش ہمی در داشتہ
مست و آوازِ سیلے برداشتہ

گویاں سخنے بسگ زبانی
لافش ز بزرگ استخوانی

زیں یلہ گردانِ نافرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوازِ سیلے

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیرِ پر

از سنگ و بیش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در روے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ روے شاں شیدا شدہ
دیدہ ہاے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ ہست اندر گردہ باک

چوں شیشہ و چشمِ ازرق و تنگ
در سختی ہا اگر صفت کنم سنگ

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لبالب دہن

بینی پست و خشل از وی دوال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصّہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین
(۶۸۸ھ)

کافرِ تاتار بروں از ہزار
کردہ دگر گونہ با شتر سوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
اصل زسگ لیک بزرگ استخواں
گربہ بخی شدہ بر روئے خواں

مثنوی
(۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)

در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا
آفتِ نان و بلاے شوربا
ہر زمانے گر ہمہ باشند سیر
سرنگوں افتند از بالا بزیر

مثنوی
(جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)

قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
چوں گرگ درندہ آدمی خوار
ہمہ بوزنہ وار نا وفاجوے
ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
چوں سگ ہمہ ردوال ماندہ
چوں بوزنہ در جوال ماندہ
تا چند رہ سگی سپردن
یا بوزنہ را انگشت بردن
ششتے دگلاں دوگلہ پوشاں
قربو قربو زناں و جوشاں

دوگلہ بر۔ لیک[1] بر پشت دگل
گندگی را جاے کردہ در بغل

---

[1] یہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں غلط ہے

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد ‏ رو ترش چوں سرکۂ تتماج شوے

ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد ‏ وز ترش خوئی ہمہ تتماج روے

(صفحہ ۶۳-۶۵)

موش خوارانِ دوندہ موش دار

گشتہ صحرائے زمشتے موش خوار

مائدۂ شاں از خورشِ زشت تے ‏ ہر کہ باایشاں معاذ اللہ نشست ‏ گندہ دہان و گندگی دست

داں کہ بیند تیش آید بہ پے ‏ تے کند در ساعتے از بوئے زشت ‏ خو کی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصوّر کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبّت و نفرت کے جذبات سے متاثّر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

موئے زبینی شدہ بر لب فراز
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ
سبزہ کجا بر دمد از روئے یخ
کرد زنخ شاں ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تمساح روئے
رشتہ بہیں نعمتِ شاں در گلوے
زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں
پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرۂ شاں در تہِ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک و خم یافتہ
روئے چو آتش کلہ از پشم میش
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

ریش نے در روئے شاں حملہ بر زنخ
آمدہ بہر زدن از کوہ و شخ
کرتہ نہادہ سبلتانِ کندہ را
وام دادہ ریشِ اہلِ خندہ را

چہرۂ شاں اسپرِ غوری پہن
ہم بہ پہنائے سپر دور دہن

روئے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ
ماندہ از مردار خوار ان مردہ ریگ

یک مونہ بر ریش تا بخندند
گوئی کہ یگاں یگاں بکندند
سبلت عیاں و ریش کندہ
مخصوص برائے ریش خندہ

تفسیدہ ز خشم ہمچو تابہ
رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش ز دہانِ سرد چوں آب
سوزان و جہاں چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیث زشت در کام
چوں طشت کہ آں بیفتد از بام

ادب کے شعبہائے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حُسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حُسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مثنوی میں اس حُسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہے اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہے اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہے اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی، جو نقش و نگار

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلہ پشم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہی کہ پڑھکر ان کی ریشخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہی۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہی فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہی) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہی۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیدینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حُسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہی، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہی۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہی۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہی۔ بت تراش مجسّمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہی۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصّوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہی۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کرکے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہی۔ اسی طرح

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش   روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر در بغداد آب   (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

و ز دو جہاں یک نفسش دہ سلام   (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم برون   عالمِ بیرونش بحصن اندرون

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر   چرخ بزیرست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر   کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک زدر داز دُو او فتح باب   سیزدہ در داز دہ وصد فتح باب

ہر دم از آں قلعۂ مینو سرشت   قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہی اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہی۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہی۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہی ؎

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۳)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسّلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبّۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبّۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریائے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما — بحر و مے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیمِ عدو سنگسار (صفحہ ۳۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا - اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا - نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی - اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں - ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہی معنی مقصود یہ ہی کہ بارگاہ قُربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہی - معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہی یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہی - غرّۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہی جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
برش آب فردوسِ جہاں تاب	کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت دلون	زمیں پوشیدہ در پیشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محالست	مگر در آب بینی داں خیالست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلو کھری و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون
قصر شد از فرّ شہِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند
قصر ہمایوں کہ بہشتے فراخ — رو فتہ طوبیٰ درِ او را بشاخ
بامِ سفیدش بفلک سود سر — گرد بخورشید سفیدیٔ ابر
آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت — دید درا و صورتِ خود را بہشت
شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد
طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ
چوں کز و گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں
ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب — آب درو عکس نما او درآب
طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاملِ او شد فلک اندر نہفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہائے راز
سنگِ سفیدش کہ شدہ برسپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و آبے زدہ سویش بلاغ
شاخ بہر بارگہِ کردن راہ — جائگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

(رجال ان کی تھا)

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذو الحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہوکر کیلوکھری قصر معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہر نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجد جامع، منارہ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[۵]

۵ مثلاً دیکھو مثنوی تحفۂ و خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آدہ ۱۲

معز الدیں کہ دنیا را بیاراست — ز نامش دین و دنیا را بیاراست

شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک — کہ چوں افسر برآید بر سرِ ملک

خدا دادت درایّامِ جوانی — ہمیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورّخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معز الدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانب دار السلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمد، و بقدر پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوان و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چنداں مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہر نو" کیلوکھری تا درونِ شہر کہ قصر سلطنت بود بیست صفِ مرد پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ ۔۔۔۔۔ چوں رُسلِ ترکستان از در "شہر نو" برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہی۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہی۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبّہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہی:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہی۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہی۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہی اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہی کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہی خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایتہً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ؎

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون | رفتہ زرہ گنبدِ والا برون
گنبدِ او سلسلہ پیوند راز | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
ورتہ سقفش زسما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کے سامنے جو ایک درون کا سلسلہ تھا وہ مسقف نہ تھا۔ ۶

"ورتہ سقفش زسما تا زمیں"

ہمیشہ کے لیے محققینِ آثار کی اس بحث کا خاتمہ کر دینے کے لیے کافی ہے کہ مسجد قطب میں ایبک اور التمش کے تعمیر کیے ہوئے در مسقف تھے یا غیر مسقف۔

مینارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
آں کہ ز زر بر سرش افسر شدہ است | سنگ ز نزدیکیٔ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود | زد زرِ خورشید عیارے نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں | کرد زمیں تا بفلک نردبان
گرد سرش گرد موذن چو گشت | قامتش از مسجدِ عیسیٰ گذشت
موذنش آں جا کہ اقامت کشید | قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱-۳۲)

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دارالسلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار ۔۔۔ رفت بروں با علمِ شہریار

نصب شد اعلامِ مبارک اصول ۔۔۔ کرد سراپردہ بسیری نزول

بارگہ شاہ دراں بوستاں ۔۔۔ روئے ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۵۱)

بارگہِ خاص بسیری رسید ۔۔۔ سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

دائرہ خیمہ بسیری قطار ۔۔۔ ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینو نشاں ۔۔۔ شاہ شد از ابرِ کرم دُرفشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت ۔۔۔ قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دارالسلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین مبارک نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دارالخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں۔

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینۂ ز آبِ حیات

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد — کور تواند بدلِ شب شمرد

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ تبر دامنے اقرار کرد

چوں بمد و جزر رسش ز نشیب و فراز — ز آب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز

چوترہ و قصر بلندش در آب — گشت از آں ساغرِ صافی حباب

رود بے زو شدہ تا آبِ جون — جون ز پئے آب از و جستہ عون

گرد وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۴۲-۴۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں۔ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریائے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

میمنہ بر تلپتہ ز دیگر سرہ   بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود   قلب چو دریاش در آمد بجو د

پیش بہاپور بقدر سہ میل   سنگ گراں سر شدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپت میں، اُلٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت وہ موقع ہی جہاں بعد میں فیروز شاہ تغلق نے اپنے دار السلطنت کا مرکز اور محل شاہی تعمیر کیا تھا۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہی وہ لکھتا ہی کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہی"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہی۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہی۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہی۔

بہاپور: اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہی کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہی ایک تو اُس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپت و افغان پور پر

میں کی ہے

کوچ سپہ کردشہ از شہرِ نو — داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر دُور — بود حدِ تلپت و افغان پور

یافت سراپردہ در آں جا مقام — دشت در آمد ز رسنہا بدام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محلّ وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہذا)

(۴)

قران السّعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السّعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (سنہ ۶۸۶-۶۸۹ھ)



(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذو القعدہ ۶۸۷ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے و مہ گردوں بخواب
ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر لکھنوتی (بنگال) سے

تک بیان کر دیتے ہیں ۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامہ — از پسِ شش ماہ چنیں نامہ

در رمضاں شد بسعادت تمام — یافت قراں نامہ سعدین نام

آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت — بود سنہِ شش صد ہشتاد و ہشت ۶۸۸ (صفحہ ۲۳۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہ عید خوش و شادِ دہر

(صفحہ ۲۲۲)

در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذوالقعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں

راہ چنیں بود و کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچۂ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے دہلی آئے ہوئے تھے۔

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بحدِ کیتپور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں — گرد کرم زانچہ بُد بیش ازاں
در اَوَدھم بُرد بہ لطفے چناں — کیست کہ از لطف تباید عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال — ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہراً یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاول ۶۸۶ھ میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولی ۶۸۶ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوت عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸) یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے "طرز صفاہانیان" پر غزل سرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اِس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدمِ تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فرو گزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رُسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نوی کاصلِ وے از سال خاست

گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں و رعشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدحِ شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قران السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیا کے مصنّف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ و معتقدانہ تعلقات تھے۔

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ :-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔[1]

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں۔[2]

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گردوپیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲)۔ [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسما اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُرلطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے ۱۲

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" سن رکھنی چاہیئے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی اِن اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد ۔۔۔ آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

دیدہ بر رہ ہے چو گل بند و نبود خبرش ۔۔۔ گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد

لذتِ دیدنِ دیدار ریحاں کارکند ۔۔۔ جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد

گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود ۔۔۔ ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد

لذتِ وصل نداند مگر آں سوختہ ۔۔۔ کہ پس از دوریِ ایام بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر ۔۔۔ کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می تو
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سید حسن برنی

(کاتب: ابن کلیم محمد احمد علی نیر رقم)

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے۔ اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِاعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چہچے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

مقدمہ

مثنوی قران السعدین خسروؒ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں
مردمکِ چشمِ معانی لقیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ ز سمٰوتِ سبع

(از مثنوی قران السعدین)

مضمون	صفحہ
مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں	۳۶
ناصرالدین کی نصیحتیں فرزندِ دلبند کو	۳۷
وداعی ملاقات	۴۰
کیقباد کی مراجعت دلّی کو	۴۴
سلطان کیقباد دلّی پہنچا	۴۵
ملک نظام الدین کا انجام	۴۶
خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیلِ اجمال	۴۷
خانِ جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی	۴۹
خسرو کی رخصت دربار خانِ جہاں سے	۵۰
خسرو کی روانگی اور دلّی پہونچنا	۵۱
خسرو دربارِ معزی میں	۵۳
کیقباد کی فرمایش	۵۵
تصنیف مثنوی	۵۶
خاتمۂ مثنوی	۵۸
اپنی محنت	۵۸
تعداد اشعار مثنوی	۵۸
وصف نگاری	۵۹
صلۂ مثنوی سے استغنا	۶۰
دزدان معنی کی شکایت	۶۱
معارضین کا ذکر	۶۲
حسّاد کا ذکر	۶۳
مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمان زمانہ کی شکایت	۶۳
مثنویات نظامی کی ثنا و صفت	۶۵
غزل سعدی کی ثنا و صفت	۶۶
اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ	۶۶
کیقباد کا انجام	۶۸
خصائص مثنوی	۶۹
نظم عنوان	۶۹
تضمین غزل	۷۱
مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند	۷۹
وصفِ اشیاء	۸۰
وصف نگاری کا نقص	۸۳
مقامات مثنوی	۹۵
متفرق مقامات	۱۱۱
جوش و اثر	۱۱۱
سوز و گداز	۱۱۶
اعجاز	۱۱۶
تشبیہ و تمثیل	۱۱۶
صوفیانہ خیالات	۱۲۳
حکمت و اخلاق	۱۲۵

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ	۱	اسیرانِ مغل کا قتل	۱۸
کچھ ابتدائی کیفیت	۲	باربک کی روانگی بطور ہراول	۱۸
سلطان ناصرالدین محمود	۳	ناصرالدین کا پیام باربک کو	۱۹
بغرا خاں	۳	باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو	۲۱
تخت نشینی کیقباد	۶	سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہنچا	۲۲
کیقباد کی عیاشی	۷	ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۲۴
ملک نظام الدین کا اقتدار	۸	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۲۵
ناصرالدین کی فوج کشی	۹	ناصرالدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا	۲۸
دلّی میں ترتیب لشکر	۱۲	کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا	۳۱
ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ	۱۴	ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۳۲
کیقباد کی بزم آرائیاں	۱۵	کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۳۲
کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانبِ اودھ	۱۶	ناصرالدین کا آنا اور ملاقات	۳۳
مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت	۱۷	ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِرانؔ السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

مضمون	صفحہ
خطاب بہ نفس	۱۲۶
تخیّل	۱۲۷
اسالیبِ بیان کی تازگی	۱۲۹
صنایع بدایع	۱۳۵
ضلع جگت کا اعتراض	۱۶۳
قبولِ عام	۱۶۳
خاتمہ	۱۶۵

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:۔

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ و سنام کی حکومت پر متعیّن تھا۔ قران السعدین کے دو سیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہد بلبنی میں لکھنوتی دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

---

۱ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

۲ فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقے میں شامل ہیں ۱۲ ۳ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا۔ اب اس کے کھنڈر باقی ہیں اور چھوٹی سی آبادی کا گاؤں ہے ۱۲

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ:-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بُن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہوگیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

بعد آیا تو دلّی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہوجانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک دفعہ شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذنِ شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[۱] کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے معتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیّت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قِران السّعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں :-

---

[۱] لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم کو ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیّاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرد اگرد شاہد و ساقی، مُطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آآ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرت خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و اے بتانِ سادہ — پگ[۱] بستہ و ریشِ کج نہادہ

۱؎ یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیّت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخرالدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تندمزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو جو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معزالدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد   تاجورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش   برسرِ خود تاج جدِ خویش خوش
گنج براں گونہ بعصرِ افگند   کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ بافرش   اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت   خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِّ سوم شاہ غیاث اُمم   حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصرالدین محمود بن التمش کیقباد

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کردی کہ اِس بدمست نوجوان کا کام تمام کرکے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مُلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور رہتا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظرِ میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگان بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کرکے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کرکے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلّی بدخواہیوں کو بھی خیرخواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

خوں خوردنِ شاں آشکارت گرچہ نہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گلگشت در کوچہ دمدگلِ پیادہ
آسیب صبا رسید بر دوش دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر و ینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ
بر بستہ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عین بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغل کامرانی کو چھوڑ کر ملکی امور کی طرف توجہ کرتا۔ یہ درد سر اس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین داربک کو سپرد کردیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ مدبر و منتظم سردار تھا۔ مگر خودغرض و بدباطن بھی تھا۔

لے وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گل سوار کہلاتے ہیں ۱۲

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[۱]:۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ ناصرِ حق۔ وارثِ این تخت گاہ
کافسرِ او راپسر انبازگشت ویں شرف از وے بہ پسر بازگشت
خشم بسر کرد و عَلَم برکشید ساختہ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخاؔ از پئے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے بادہمی ماند ز سیرش بجاے
شہر اودھ راہمہ زاں دست برد غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصرالدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت برآہنگِ مے رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و ہمی خورد غم عیش ہمی کرد و ہمی کرد کم
ریختہ ساقی مۓ رنگیں بجام مے زلبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست ق قاعدہُ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق تافتہ شد برخطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے تیغ برآورد و بکیں کرد راے

---

[۱] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت، سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤ لشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورّخین کا ہے[1]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کر کے ناصرالدین کی لشکرکشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصرالدین دلّی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔چنانچہ خسرو کہتے ہیں:-

کرد اشارت کہ دلیران رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار — از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ۔بگہِ چاشت گاہ — درمہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ[1] علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری[2] نزول
میمنہ بر تلپتہ[3] نزدیک سرہ — بود میاں اندپتہ[4] میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کناں تا بگہ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون[5]
قصر شد از فرِّ شہ ارجمند — چوں فلک از منزلت خود بلند

---

[1] ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ [2] نواح دہلی میں ایک گانوں تھا ۱۲
[3] دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲
[4] نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جواب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲
[5] دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہی ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد برآرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآبِ فرو میل بہ بالا نمود
قوتِ سیلے نبود تا برود — آب ببالا نرود از فرود
سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — گرد ھک از خنجرِ تیز آں سواد
چند ہزار ایش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار
آمد اقصاے اودھ درگرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست بجز ایں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندرِ دارا شکن
مردمکِ دیدۂ من کیقباد — کافسرِ جد فرق بزرگیش داد
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاں دیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گر بہ پے پاے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست
حاصل ازیں حادثہ کآمد پدید — شاہِ جہاں یافت بیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر

ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[ھ] میں تھا۔

ایک روز سلطان معز الدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

ھ نواح دہلی میں ایک گانون تھا (از شرح نور العین)

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راند تند | بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانہ تا لاہنور | ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[لہ]
لاہور ۱۲
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
بار بک اندر پے شاں کینہ خواہ | تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد | کوہ ز خونریز پُر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت | فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار | داد بداں چند شتر دل مہار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

لہ نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشتے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطہ فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی ہزار
بر سرِ ایشاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہ بک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا گیا تھا ۱۲

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زرائے درست ۔۔۔ ہر چہ صواب ست ہمی بازجست
خود کمرِ کینہ کند استوار ۔۔۔ یا زپئے رزم فرستد سوار
کارشناسے کہ درآں از بود ۔۔۔ پردہ زتدبیر بینداخت زود
گفت زچندیں سپہ کینہ خواہ ۔۔۔ آں نرود کزتنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

دروسطِ ماہِ ربیع نخست ۔۔۔ عزمِ سفر کرد بمشرق درست
کوس عزیمت زد شہریار ۔۔۔ لرزہ در آورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو ۔۔۔ داد جہاں را ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور ۔۔۔ بود حدِ تلپت وافغان پور
یافت سراپردہ دراں جا مقام ۔۔۔ دشت درآمد زرسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کر کے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافرکُشِ بالا ورد ۔۔۔ از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا :۔

موسمِ نوروز و ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب

بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد — شاد ہمی کرد جہاں راز داد

ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر — برد بسے دامنِ پر سیم و زر

نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس — نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس

یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے — این غزل از نغمہ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل — ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

صبا می رفت و نرگس از غنودن — بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست

من اندر باغ بودم خفتہ بایاں — بنام ایزد چو ماہے بے کم و کاست

چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو — بر آمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے دُرست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمسائے کہ خود بدولت

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرو در رسید در سرو رفت و عناں در کشید
جلد ۱۲ دریای سرجو ۱۲
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشورکشاے کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند ساختہ کار مہیا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ باشکوہ برلبِ آبِ سرو شد گروہ

ناصر الدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصر الدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہاے مغل را بہ غل
شاہ براں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردمے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دست اجل داد بدام ودده
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد زدور مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ زمے و مے ز لبش کام یافت

بار بک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیرِ صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲

[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور برد — چشم خود از خود نتواں دور برد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است — بندۂ موروثِ درایں شہ است
گر سپہم بر تو رساند گزند — جانِ من ست آنکہ بماند نژند (غمگین)
ورنہ تو در قلبِ من آید غبار — ہم تو (کیقباد) شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش — مہر مرا بیند و ماند خموش

باربک کا جواب سلطان ناصر الدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خان سپہ باربکِ تیز ہوش — کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخورِ آں داد جواب سرہ — سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ — سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم — بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار — دشمن او راند ہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا موہنہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کرو وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبّت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ با بروگرہ — وزپے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر — درخور ایں کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف زکشش کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری زنمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک نبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست — وارث ایں ملک ندانی کہ کیست؟
گرد گرے در محل من بُدے — تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

تافته از گرمی خود آفتاب — تابش او کرد جهان را بتاب

شب شده چون روز دی اندر گداز — روز چو شب های زمستان دراز

خون برگ مرد زبون آمده — خوی شده واز پوست برون آمده

شه بگه کوچ همی شد چو شیر — چتر بسر کرده و توسن بزیر

لشکر ازین گونه جهان می نوشت — ناحیه بر ناحیه بر روی دشت

تا علم شه باوده در رسید — از پی دهلی عوضی شد پدید

نصب شد اعلام شهنشاه دهر — برلب گهگر بحوالی شهر

گهگر ازین سو سر او زان طرف — از تف لشکر بلب آورده کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روز دگر شاه بر آئین گشت — آمد و زان سوی اوده برگذشت

کرد صفی برلب آب روان — سوده بهم پهلوی هر پهلوان

تیغ زن مشرق از ان سوی آب — ق کرد چو روشن که رسید آفتاب

برلب آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز هر دو طرف

چشم پدر بهر جگر گوشه تر — گوشهٔ هر چشم شده پر جگر

دید چو شه سیل مژه بیکران — حاجب خود کرد بکشتی روان

گفت بحاجب که ازین چشم تر — مردمک چشم مرا ده خبر

حاجب فرزانه از آنجا شتاب — شست بکشتی و روان شد چو آب

ورزتو از دور بہ بینم حضور | گرنہ گریزم۔ شوم از راہ دُور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیم شکوہِ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہرچہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے زمخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد وسخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بناکر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچاکر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد وزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیام پدر

گز پدر اوّل برسانش سلام وآخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدر م کے رسد ایں فن بتو؟ از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بد آموز شد ایں رہ پدید گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی بے ادبی با چو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم توشۂ یا دنمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بجا جب کہ بشہ بازپوے خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
با منت از بہرِ تمناے ملک خام بود پختنِ سوداے ملک

چوں بمیانِ سرُو درر سید | پورِ معزّی زکرانش بدید
تیر برآورده زکیشِ خدنگ | از سرِکیں کرد کماں راچنگ
تیر که در کشتیِ شاں رخنہ کرد | از سرِ کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز | پیش شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید | نالۂ چوں تیر ز دل برکشید
خشم ہمی گفت زکینش سخن | مہر ہمی گفت کہ ہے ہی! مکن
آنکہ چنیں ست نویدم ازو | بہتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را زجوانی و ناز | عزم بر آں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش کہ کردہ ست جنگ؟

کاے بر خمِ چشم جفا کردہ باز! — دیدۂ مہرِ تو برویم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ — نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام — حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیرِ تو گر خواست بجانم رسید — من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام — عیب مکن گوہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد — لیک برآں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت — آنکہ نمی خواست۔ بُرخود شتافت
ور بیقیں در دلِ تو آں ہواست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ۔ تا کنمت زیر پاے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے زنسب گشتہ سزاے سریر! — ور پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار — دیدہ نشاید کہ بود پُرغبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد — از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ توام — زندہ و نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست — دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

پختۂ آخر! دمِ خاماں مزن | من زتو زادم۔ نہ تو زادی من
ملک بمیراث نیابد کسے | تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست | بالغِ ملکم بہ بلاغت درست
خرد مخوانم کہ ز دورِ زمن | داد خدا دورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے | سرزنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک تو ئی چوں بہ پئے ایں سریر | من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیام پدر

اے سرِ از آئینِ وفا تافتہ! | وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز | رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دور کن از سر منی | چوں بصفت من تو ام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار | از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست | تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار | پیشِ تو بیش از تو در آیم بکار
در پدر آرا کشد ایں گفت و گوی | نیز نتابم ز وفاے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من | جاے پدر گیرم و تو جاے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ | تعبیہ ہاے عجب آمیختہ

آمادگی ۱۲

کرد نشاطِ مے و رامش گراں | مجلسے آراست گراں تا گراں
ہر کہ در آں بزمِ سخن ساز گشت | دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت | تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوے برادر شود آراستہ | با سپہ و کوکبہ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں | دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں
جامۂ[۱] ہندی کہ نداننده نام | از تُنکی تن بنماید تمام
ماند[۲] پیچیدہ بناخن نہاں | باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخور وار و قرنفل بمن | خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت | صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل | کوہِ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں | ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا :-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر | تو زمن و حالتِ من بے خبر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور | مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو | واے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[۱] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[۲] لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم — بیشتر از دوری تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے — روے مگردان و بترس از خدائے

جواب پسر

اے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہ پاے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بسمِ اسکندرِ مغرب کشاے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب — حربہ خورد (کانپی ہوں ۱۲) ہر کہ درآید بحرب
ور بملاقات رہی راے تست — افسرِ من خدمتِ پاے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ — کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
ور فگند راے تو بر بندہ تاب — ذرہ شوم پیشِ جناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصرالدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام واکرام دے کر شاد کیا۔

ناصرالدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان د تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیگر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت — روش (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف و ہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو داداجان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش | سجدہ کناں پیش خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ رواروزدند | سکۂ نوبر درمِ نوزدند
رفت خراماں ملک ارجمند | تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چوگل سود بہ پشتِ زمیں | گشت زمیں پُر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ | داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای | گاہ سرش بوسہ زدو گاہ پای
عارض از آئینِ ادب پروری | بود کمربستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت | خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنادیا۔

آمدنم نزپے ایں کار بود | کافسر و اقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربتِ خود باز نگیرم زلب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اُتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور رہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:۔

شاہ بروئش چو نظر کرد چست | دید درآں آئینہ خود را درست
گرم فروجست زتختِ بلند | کرد بآغوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر | سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براورنگ بُرد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر برُرخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پُرسشِ از اندازہ زغایت گزشت | حدِ نوازش زنہایت گزشت

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصر الدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصر الدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے :-

روز چو آخر شد و گرما گذشت　　　چشمۂ خور[۱] خواست زدریا گذشت
تاجورِ شرق برآہنگِ آب　　　کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت　　　در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لبِ دریا رسید　　　گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

---

[۱] چشمۂ خور = آفتاب - اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست — رائے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز — تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن — کامدن از خود طلبی ۔ یا زمن؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں — چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر — چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں — بر سرِ ایں چشمہ شود دُر فشاں

ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصرالدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ — جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت — مجمعِ بحرین شود روے بخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ — باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصرالدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کرکے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمرائے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پدر از جانب فرزند خویش — شرط ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست — منّة للہ! کہ کنوں حاصل ست ق
آنکہ بدست خودت اے نیکبخت! — دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر — من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست — ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سر تختش کشید — ہشت و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرط وفا می نمود — خواہش عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف — کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زر بر جد کہ در آویختند — بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

خواست کہ از سوزِ دلِ بےقرار | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست نمی آمدش | گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ وا ز دیدہ ہمی راند سیل
یک دگر آوردہ بآغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پس دیرے کہ بخویش آمدند | ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بود پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

رفت شتابندہ باورنگ گاہ — کرد رواں جملہ فرمان شاہ

الغرض آں پیل و ہماں تاج و تخت — ق — کاں نرسد جز بخداوند بخت

دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش — روے کرم کرد بہ دلبند خویش

گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاہ (تخت ۱۲) — بہر ترا داشتہ بودم نگاہ

نیست مرا بہتر ازیں پنج چیز — تا دہمت از دیدہ بچشم عزیز

یہ ہیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخورد شاہ — چتر سپید آر و کلاہ سیاہ

تاجور آں چتر و کلاہ سیاہ — کرد بمیعاد رواں سوے شاہ

ہر دو فرستاد بحکم شہی — بر شہ شرق آں دو نشان مہی

شاہ شد از دیدن آں تخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نہاد

داد بآرندہ آں ہر دو چیز — خلعت خاص و زر بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:-

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر
زیں نمط از کام چو دمساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئینِ شاہانہ کے بموجب اس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصرالدین نے معزالدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے۔

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصرالدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:-

گفت بخاصاں زپئے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق
آورد و پیش کشد از اختصاص تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

باشد اگر سوی مهمیت روی — رخصت تدبیر شناسان بجوی
گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید که کشی از نیام
حق چو ترا جاست بزرگان سپرد — خویشتنت خرد نباید شمرد
جد چو ترا داد کم و بیش خویش — بیش و کم از وی نه کمی و نه بیش
بیش کن آنها که ز یزداں بود — کم کن ازانها که نه فرماں بود
چشم رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر
عدل بود مایهٔ امن و اماں — بیش کن این مایه زماں تا زماں
دادگری کن که ز تاثیر داد — بس در دولت که توانی کشاد
تا بزمانے که تو بادا بسے — نشنود آواز تظلم کسے
دولت دنیا که مسلّم تراست — جانب دیں کوش که آں هم تراست
دولت جاوید نبرده است کس — نام نکو دولت جاوید بس
پیشه نکوئی کن و از بد بترس — از بد کس نے ز بد خود بترس
نیت خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن کاں خطاست
یافتی از کشت ازل خوشهٔ — راست کن از بهر ابد توشهٔ
ترس خداوند جهاں کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل
کار چناں کن که بهنگام کار — از در یزداں نشوی شرمسار
چوں بوغا جهد کنی در جهاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد (بیغمر خاں)

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری | دَور در آمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ | کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام | داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز | تا زبد و کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہ جرم میاور بکس | ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش بر خود داشتی | دیر خصومت شو و زود آشتی
ھر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ برآرد بخلافت سرے | سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد | در تہہ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست | ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را | گوش مکن گفتِ بدآموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس | گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہر ملا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہوگئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہوگیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہوگئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چُھڑوا دئیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد — صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چو تره بایستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود — ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خوابِ شبان ست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادۂ کافور بو — پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ است پسندیدہ فر — از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند — ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب — تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نو از پندِ خویش

ناصرالدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات

جدائی کی گھڑی آ پہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصرالدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر (جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

آه! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود
چوں شغبِ نالہ زغایت گذشت — گریہ و زاری زنہایت گذشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند زآغوش رفت
واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گِل
بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر
اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک
ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر
روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخ خوں شدہ عناب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد
گریہ کناں با دل بریانِ خویش — کشتی خود راند بطوفانِ خویش
او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ برآورد ببانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
رفت بہ لشکر در خرگاہ بست — وآمد و شد راز میاں راہ بست

کاں چمن از خار؎ تہی کردنی ست | واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
درحقِ ایں شو بکرم رہنموں | واں دگرے را بزمیں ریز خوں
آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد | دل نتواں گفت کہ درجاں نہاد
از پسِ آں ہردو بپا خاستند | عذرِ بد و نیک ہمی خواستند
خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش | دست درآورد بدلبندِ خویش
نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من | جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من
چوں تو شدی دل زکہ جوید ترا | ویں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا
بے خبرم بہرِ تو شب تا بروز | گر خبرت نیست چنینم مسوز
سوختہ شد جانِ غم اندوختہ | تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ
کاش نبودے دو سہ روزے وصال | تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال
اے ز تو در دیدۂ تاریک نور! | مردمی کن مشو از دیدہ دور
صبر بفرما کہ صبوریم نیست | دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچہ ترا ہم کششے در دل ست | آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست
چند کنی از پئے رفتن شتاب | یک دمے از سوختگاں رو متاب
با تو اگر ہمرہیم مشکل ست | اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست
خامۂ من زیں پس و تحریرِ درد | اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

؎ سلطنت خسرو کے حسن اتفاق نے اس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصرالدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

پائے ستوراں بزمیں در شدہ گاوِ زمیں راسُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ تنگی جو بود فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطان جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہو گیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام و اکرام اور خیرات و مبرّات میں خزانے لٹائے۔

رخشِ طلب کردشہ کامگار شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں سر بسر اندامِ زمیں شد گراں
صفِ سیاہ از علمِ سُرخ و زرد نسخہ[۱] دیباچۂ نوروز کرد

---

[۱] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

جامہ بفنیر یا د فغاں می درید　　جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

ادھر سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سراپردہ ببالا کشید　　سبزہ صف خویش بصحرا کشید
تندیِ سیلاب ز بالائے کوہ　　از شغب آورد زمیں را ستوہ
برق بہر سوے بتابے دگر　　دشت بہر جوے بآبے دگر
شالی سرسبز ندانم ز چیست　　کآب گذشتش ز سر آنگاہ زیست
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے　　از سر طوفاں شدہ پایاب جوے[1]
آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ　　یافتہ از میوہ زمیں مایۂ
ابر دُر افشاں بیشہ دریا نوال　　ابر شش خود راند بدارالجلال
آب فراخی ہمہ رہ تا بہ گنگ　　آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئیندہ ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحق ایں تو بکرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریزخوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کیے گئے[۱]۔

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لم سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا[۱]۔

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک وخوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران وتوران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطان لکھنوتی بنایا

---

[۱] تاریخ برنی وبدایونی ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر — ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ ردا رو کہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبۂ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بہ دروازۂ دولت شتافت — داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب — گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز دُرِ شاہوار
جشنِ فریدون و طربگاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی بُرد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصہ ختم کر دیا ہے مگر تواریخ[1] سے ثابت ہی کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا   بازرسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ وملوک واُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطیِ ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔ اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد   زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
دو چتر از دو سو سر برآورد از در   زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد
پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں   کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد
زبہر جہاں داری و بادشاہی   جہاں را دو شاہِ جہاناں یکے شد
یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں   کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد
دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے   کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد
بدیو و پری گوے اے باد! کاینک   دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد
کنوں روے در چیں نہیارند ترکاں   بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد
بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو   کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد
بصد میہمانی صلا داد عالم   چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خانِ جہاں کو اقطاعِ اودھ کی حکومت ملی

امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے۔ بعدازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کرلی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

حسنت حریفاں زدو جانب قطار ہر یک از ایشاں ملک نامدار

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من ز پئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ ز جائے خود و پیوند خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج — ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم — نامہ نویساں ز پئے خواندنم
گرچہ دلم ہم ز غمش بود ریش — چند گہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ ز غایت گذشت — ق — باعثہٴ دل ز نہایت گذشت
حالِ خود و نامہٴ امیدوار — باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضائے تمام — تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خرجِ رہم زاں کفِ دریا نثار — گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا ز چناں بخششِ مفلس پناہ — شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ مادر زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقہٴ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعَلَم فتح دراں راہِ دور　　　سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتم مفلس نواز　　　گشت باقطاعِ اودھ سر فراز
از کفِ جود و کرم حق شناس　　　کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او بیش ازاں　　　کرد کرم آنچہ کہ بد بیش ازاں
تا زچناں بخشش خاطر فریب　　　بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
دراو دم بُرد ز لطفے چناں　　　کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت　　　کم وطن اصل فراموش گشت
در اودھ از بخشش او تا دو سال[۱]　　　ہیچ غم و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یا

---

[۱] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار جاوے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۶۸۵ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلئے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کر لیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست | در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب | نام او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ | باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟ | تاج زرینش کہ بر بالائے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والائے خویش | تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں | سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب | چوں ز چترش علے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند | مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

میں دلّی پہونچے وطن کے در و دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من　　گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کردغمِ مادرم　　زادہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز　　بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں　　راہ چنیں بود و کشش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر　　در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں　　چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بستاں رسید　　تشنہ بسرچشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش　　زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاراں نیاز　　برقدمِ مادرِ آزرم ساز
مہربان ۱۲
مادرِ من خستۂ تیمارِ من　　ق　چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت　　اشک فشاناں سرم در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را　　کرد و فا نذرِ پذیرفتہ را

خاستم و برگِ شدن ساختم — محمدتے تازہ بہ پیر داختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک — تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ (قصیدہ مدحیہ ۱۲) کشادم زبند — کردمش انشا (پڑھنا ۱۲) و ببانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدہ مُن دیدہ تر — مُہرہ بچید از نُدماے دگر
داد باحسان رہی بردرم — جامگی (تنخواہ ۱۲) خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش

جب بادشاہ اپنے بذل وکرم سے خسرو کو ممنون کرچکا تو ان کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال وزر سے بے نیاز ہو جاؤگے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کرکے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں"

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! — ریزہ خورِ خوانچہ تو دیگراں

تا غبار بادپایش چشم جاں را سرمہ داد
خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست

از زبانِ تیغ تا از بہر سر ہا شانہ ساخت
در سرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست

روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکان او
نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست

در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت
گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست

ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب
تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست

چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل
تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست

زاں کمرہاے مرصع کز تو بربستند خلق
ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست

ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت
پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست

بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت
شاخِ طوبیٰ را عصا کرد و بدربانی نشست

دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر
بندہ خسرو چوں عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بیدانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعراے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ
زآمدنم زود خبر شد بشاہ

حاجبے آمد بشتابندگی
داد نویدم بصفتِ بندگی

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کیے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معز الدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ باہمہ شرمندگی ۔۔۔ آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم ۔۔۔ فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم۔ ورقِ دل بدست ۔۔۔ عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس ۔۔۔ نے ملکیم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود ۔۔۔ آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج ۔۔۔ سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمّت مردانہ بہ بستم بکار ۔۔۔ ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیاسود قلم تا سہ ماہ ۔۔۔ روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست ۔۔۔ راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ ۔۔۔ از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام ۔۔۔ یافت قِراں نامۂ سعدین نام
انچہ بتاریخ زہجرت گذشت ۔۔۔ بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست | ہمت ما را طلبے در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم ز گنج | کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بُوَم داعیِ مدحت طراز | تا چو توئے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادُرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں | دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر درآرد ز پاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعتِ شاہسیم داد

تصنیفِ مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خد
شرمندۂ احسان ہو کر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے ا
جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجاآوری فرض ہوگئی۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ ناظرین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نہ کریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے :-

من چو نکردم عددش از نخست | گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد | بستم و دادم بامینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! | بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار | نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں | آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود | آہ کسے اگرش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کرکے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اس مضمون پر قلم اُٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشۂ من چند گاہ | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم | مجمعِ اوصاف خطابش دہم

سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمہ شش بود و سی

زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ — باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمہ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت او حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام — کایں گہر از حقّہ برآوردہ ام

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوے پیشانی و خونِ جگر

تا نہم از فکرتِ پنہانیش — گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے ا بارگنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں ا حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

گرچہ شد از بہرِ چنیں نامہ — داد مرا گرمی ہنگامہ
نز پئے آں شد قلم سحر سنج — کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک
گر دہدم تاجورِ سربلند — دُر نتواں باز بدریا فگند
ور ندہد زآں خودم رائگاں — رنجِ نکردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم — دہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام — کآب زر دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر
ور دہدم گنجِ فریدوں و جم — ہدیہ یک حرف بود۔ بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح ندامت کا زہر نہیں اگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی جبکہ سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنیٰ کی شکایت

پھر کہتے ہیں کہ "وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کیے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

بازتمامِ صفتِ ہرچہ ہست | شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّہ ایں ملک بخسرو دہم
آنچہ زسرجوشِ دلِ نقشبند | ق معنی نو بود و خیال بلند
موے بمویش بہنر بیختم | پختہ وسنجیدہ در ورریختم
زیں پس اگر عمر بود چندگاہ | ق کم ہوس آید بسفید و سیاہ
رنگِ زیادت ندہم خامہ را | سادہ تریں نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار | یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ" بادشاہ نے صلۂ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اُسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجاے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھہ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھہ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھہ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چند کرکے مستحقین میں تقسیم کردیتا ہوں"۔

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں و جمشید کا ساخزانہ بھی عطافرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہوگا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھے گا مجکو یاد کریگا۔

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بروے زاندازہ خویش
ہر گل وخارے کہ رسد زیں خراب | نے خوش ازاں گر دم ونی رنجہ زاں
ہر چہ ستایش کندم مرد ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بعبر ور او فتم | ترسم ازیں مرتبہ دور او فتم
چرب زبانی نبود سود مند | طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندہ ایں گوہر ست | گر ہمہ نفریں کندم درخور ست

حسّاد کا ذکر

خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر مثل صد ہنر آرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخن راست نگیرد بہیچ | یک رقم کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش | عیب بود عیب کساں گفتنش
ور کم ازیں مایہ رسیدش زغیب | طفل رہ ماست ز طفلاں چہ عیب!

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت

خسرو شعرا نے دَور معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النّفس اُمرا

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔"

ہر صفتے را کہ برانگیختم | شعبدۂ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے | خانہ گشادہ ز درِ دیگرے
ہر چہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم | زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں | ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش | شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کزآں شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شان دزدِ من از شرم پاک | حاجب کالا من و من شرمناک

معارضین کا ذکر

خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمل کے ساتھ کیا ہے:-

آنکہ بنقصان خیال منند | جملہ گواہان کمال منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس | بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ | چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

پشت نجویم نہ پناہے زکس — چوں بخداوند کنم روے و بس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنفِ مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت دردل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو بنیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختن سوداے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست — ویں رہِ باریک بہ پاے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند — خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او راست ثناے بگو — بشنوش از دور و دعاے بگو

در ہوست می نگذارد عناں — می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ — زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب — پختگیش ہم ز نظامی طلب

و ملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم | بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے | خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار | مس بزرانندو دہ ناقصِ عیار
کوردل از دولت و کوتہ نظر | دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے | سفلہ وش و دون صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند | بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیاز اندیش | بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) بر گدائے | یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

ایں سخن چند کہ ہجو است ست | شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ | جز بخدا یا بدر بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست | زہر بخوردم غم تریاک نیست
نیّت آں دارم ازیں پس بہ راز | کز در شہ نیز شوم بے نیاز

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

یک اگر پند من آری بگوش　　مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہ آمد نشست　　پیش نہ ایں بیش کہ اُفتی بہ شست
نوبت تو بہ ست گرانی مکن　　رُوئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اس کی قبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر اُلجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! من غافل بہ راز　　ایں ورق سادہ کہ استم طراز
گرچہ کہ امروز جمال من ست　　عاقبت الامر وبال من ست
عفو کن آں را کہ زنائے تو نیست　　توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں ز تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز　　ہم تو کنی در دل خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمین من اند　　بے ہنراں جملہ بہ کین من اند
تو بکرم عیب من عیب کوش　　در نظر عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام　　بر در شہ خدمت من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے- تو یہ اسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے-

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

سوزِ تکلّف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد و مدّاح اور مقلّد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دهد　　وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبت سعدی کہ مبادا کہن !　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہی خیال کیا جاے گا کہ خاتمہ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن دالتعداد اشعار مثنوی، کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس ۴۰ سے گذر کر پچاس ۵۰ تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں وما توفیقی الا باللہ

خصائص مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ یہ خسرو کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجیے تو ایک قصیدہ ۲۰۷ شعر کا مرتب ہوجائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہوسکتی ہے چند

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام کیقباد جب اَودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوجِ قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا! اور اثنا رسفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[۱]؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابِ خوارِ من　　　یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو ہیرنا تواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے تُرکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[۱] تاریخ برنی و بدایونی ۔

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنّی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسن طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہمہ حال شاد وین غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادہ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست؟
آتش اینک دل و می گریۂ خونین تنِ من خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوند جہاں　　برسرِ نامہ زحید نوشتم عنواں
نام ایں نامہ والا ست قرانُ السعدین　　کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را　　داد بارانِ گنہ شوے زغین غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش　　پردہ داری ست نشستہ زپئ شاں درواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ لشب رفتن شد　　سہرا سر[لہ] اش زلفِ سیہ مشک فشاں
۵ - مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ　　نقشِ آں داغ شدہ ہنگ فلک ہر براں
درخطاب شہِ عالم کہ بسبکِ خدمش　　آبم وایں گہر چند فشانم ز زباں
۶ - صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم　　ہست منشور ے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع کہ چنار ست فرو　　شجرہ طیبہ برسوے چو طوبیٰ بجناں
صفتِ شکل منارہ کہ زرفعت سنگش　　از پئے خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں
۱۰ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی　　ریختہ دست فلک زآبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل توصفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی او دیگر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

لہ اشارہ ہے اس آیہ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الخ
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں شب راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم ... ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را ... کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ[۱] کافری دارد
توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو ... دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم ... نمی گوید "بکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو گرنے دیدہ ... نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تر دامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازں بہ ہوا سر کشید ... چنگ نواز ندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمط[۲] ہائے تنگ ... ایں غزلِ نغز برآواز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت ... سرخ روئی زرخِ لالہ و گلنار برفت
(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند ... صبر ہرچند کہ بود اندک و بسیار برفت
(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[۱] کیش، مذہب و تیرداں۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [۲] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہی۔

دی ہمی رفت وزبس دیدہ کہ غلطید بخاک　　گفت یارب کہ کجا پائے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنگئی تھیں۔ بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!")

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہی وہ نہایت پر لطف ہی ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب　　آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہی؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہی وہ سرکے اور تیرا رُخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق　　توشۂ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہی کہ حج کو جائے اور وہاں جاکر عشق سے توبہ کرے لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہی (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتاؤ کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہی؟ (وہیں سے کچھ مانگ لوں گا))

۲۔ جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی:۔

جملۂ عالم بوفا جوئیش　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش
ایں غزل از مطربِ موزوں اصول　　یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد　　دلِ من بُرد پار امسال باجان داوری دارد

اپنے آگے آگے لانا]

در بنییش کہ مست بود خفتنش مدہ　　ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش

من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف[1]　　سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک　　آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست برشکنی[3] ہا براہِ ناز　　وز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت　　شہ زمے و مے زلبش کام یافت

بادہمہ وقت بشادی و ناز　　بادہ کش و خصم کُش و بزم ساز

گفت ہمی زہرۂ بربط زنش　　ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم　　تیر بکشاے کز نظر برہم

آشکارا بکش کہ تا بارے　　ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم

وہ کہ شب درمیاں کنم ہردم　　از نو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو زرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲

[2] سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲　[3] برشکنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو　　اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری　　باگل و بلبل بطرب گستری
مطرب بلبل نفس از نغمہ مست　　وین غزلش بردہ بیدل از دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　وقتے ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش[1]
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا　　مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش
مائیم و مطربے و شرابے و محرمے　　جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش
اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو　　مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں باد صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بلا کر لا":

چیزے دگر مگوئے وہمیں گو کہ در چمن　　سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے کہ باز گرد　　پیشش مکن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجھکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس

---

[1] یہ بائیہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش بالنصب ہو۔ فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"۔

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند — جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطرب فرخندہ فال — دور مبادا ز غزل و از غزال[1]
با خوشیِ دل چو شود بادہ کش — زیں غزلم گوش گرائیش خوش

غزل

بباغ سایۂ بید است و آبِ در سایہ — ازیں سپس من و جانان و خوابِ در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دے کہ یار آمد و گفت — چہ خفتہ کہ رسید آفتابِ در سایہ
چو پایہ بند تو شد جان در آفتاب مگرد — مسوز جانم و باز آفتابِ در سایہ
بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا شنید — حریف و مطرب و چنگ و ربابِ در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصرالدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں:-

چنگیِ او عقل فزائے جہاں — قافلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے — در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال۔ جوان رعنا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی]

غمِ خسرو بگو میت کہ اگر　　　　از رقیبانِ بے ہنر برہم

۲- جب خان جہاں مغلوں کو ہزمیت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام　　　　دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند　　　　گاہ بہر زمزمہ زرمی فشاند

[کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا]

عمرِ ابد باد بعیش اندرش　　　　ویں غزل اندر لبِ خنیا گرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید　　　　دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش　　　　مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ - برمنِ بیہوش زد آب　　　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں　　　　ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر سد ابلہ بہشت ایں چہ عجب　　　　عجب آں ہیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شراب خوارِ من | یارگر اوست کے بود توبہ ٔ زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست بجزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :۔

در نظرِ شاہ مباد ا! کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد؟
ایں خطِ پر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ " دیوانہ گشتۂ" | اندوہِ مور پیشِ بسلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم۔ و لے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود | واگاہ نے زبردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگارنگی سے اُس کا مقصد

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد   آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد
لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختہ   کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر   کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد
خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود مبگو   بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :۔

بادلِ آئینہ اسکندرش ق   بادۂ خوں رنگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزلِ پرخیال   بردلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن   بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
من از آرزوت مردم دلت ار نچہ نیست با من   تبکلف از زبانی شبے آرزوے من کن
منم و دلے ز دردے ز غمت چو ناتواناں   بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہی :۔

شاہِ گراں سر زمۓ خوش اثر   باد! مبادا ش گرانی بسر
دست بیک زخمۂ مطرب برود   عود گراں سر بنواے سرود
مجلسِ او زیں غزلم گشت مست   مست و گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

٧۔ صفت شہر نو و قصر نو

٨۔ 〃 فصل خزاں

٩۔ 〃 فصل بہاران

١٠۔ 〃 موسم نوروز

١١ 〃 چتر سیہ

١٢ 〃 〃 لعل

١٣ 〃 〃 سپید

١٤ 〃 〃 سبز

١٥ 〃 〃 گل

١٦ 〃 دورباش

١٧ 〃 تیغ

١٨ 〃 کمان

١٩ 〃 تیر

٢٠ 〃 رایت لعل

٢١ 〃 موسم گرما

٢٢ 〃 خربزہ

٢٣ 〃 کشتی

٢٤ صفت اسپاں

٢٥ 〃 شب

٢٦ 〃 شمع

٢٧ 〃 چراغ

٢٨ 〃 سیر بروج

٢٩ 〃 اختر و طالع

٣٠ 〃 بادہ

٣١ 〃 قرابہ

٣٢ 〃 صراحی

٣٣ 〃 پیالہ

٣٤ 〃 ساقی

٣٥ 〃 چنگ

٣٦ 〃 رباب

٣٧ 〃 ناے

٣٨ 〃 دف

٣٩ 〃 پردہ / پردہ شناسان

تفننِ طبع ہی کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہی۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہی مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہی علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہی کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہی۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہر گز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہی کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہی کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہی۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہی۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

ایک دلآویز مضمون ہے اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:۔

آنچہ ز سر جوشش دل نقشبند — معنیٔ نو بود و خیال بلند
موے بمویش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف زبان گو نہ شد از دل بروں — کان دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکر خویش و بس — ورنہ زدم دست بدامانِ کس
نیست زکس لولوے لالاے من — ژرف ببیں در تہِ دریاے من
نکتۂ من گوہر کانِ من ست — زانکہ نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:۔

چوں سخن از لطف لسانے نداشت — کالبدش صورت جانے نداشت

۴۰ صفت مائدہ خاص

۴۱ " بیرۂ تنبول

۴۲ " نغمہ گری / زنانِ مطربہ

۴۳ " تاجِ مکلّل

۴۴ " تخت

۴۵ " پیل

۴۶ صفت صبح / کلاہ سیاہ / چتر سپید

۴۷ " چشمۂ خورشید

۴۸ " موسم باراں

۴۹ " قلم

۵۰ " مجبرہ (یعنی دوات)

۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلی اور دلی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ ‏ زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود ‏ فیض زبیک خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد دروں ‏ رفتہ ز نہ گنبدِ بالا بروں

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے ‏ بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ ‏ از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ ‏ بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

از پے بر رفتنِ ہفت آسماں ‏ کردہ زمیں تا بفلک نردباں

مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت ‏ حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ ‏ آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات ‏ در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے۔ یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا:۔

شہر گر از وے بنود آب کش ‏ کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

ور نخورد آبِ وے اندر زمیں ‏ کے بزمیں در خورد آبے چنیں

وصف بران گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونش ز عالم بروں — عالمِ بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونش تو گوئی مگر — چرخ بزیر ست حصارش زبر
قبۂ[4] اسلام شدہ در جہاں — بستہ او قبۂ ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز　　کردہ باندازۂ آں پا دراز
و آنکہ ز اندازہ بروں برد پاے　　سردی ایام نمودہ سزاے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد　　مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
دکدکِ دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد　　دود برآمد ز نفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہی اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہی یہ حسن تعلیل ہی کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہی اس کا سبب یہ قرار دیا ہی کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی ۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت و الفت سے ہی ۔

گرچہ زبردستِ عناصر نشست[2]　　گشت بسر ما ہمہ را زیر دست
پختہ ازو گشت ہمہ دیگِ مرد　　دیگ بسے پخت و بے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ　　گاہ بسے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ زبس　　خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہی کہ کرۂ نار سب سے بالا ہی ۔ اس کے نیچے باد ۔ اس کے نیچے خاک ۔ پھر آب ۱۲

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جا گرتا ہے۔

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور　　نور گزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت　　خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست　　ہست دراینشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند　　اہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست　　ریزہ چیں کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار　　لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفتِ فصلِ دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　داد لشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ　　کش بگہہِ چاشت زوال آمدہ
سبتنِ یخ بود بہر بوستاں　　گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

صفتِ فصلِ خزاں

فصلِ خزاں چوں چمن خانہ ساخت | بادِ رواں کرد بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود | گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار | گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ | ماندہ ز بے برگیِ خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کور وش | خار عصا بادِ خزاں کور کش
ریختنی کرد درختاں ز سر | گشتہ زمیں پُر ز درمہاے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں | لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ زکہہ لالہ نہاں کرد سپے | لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد | شاہ زمیں زرتہِ دینار کرد
گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب | شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود | فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصلِ بہاراں

فصلِ بہاراں کہ عَلم بر کشید | ابر سراپردہ برِ اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند | سکہ بصد وجہِ موجّہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش | غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل زکرم زر دہد آں را کہ جست | وز پئے خود جامہ نسازد درست

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصرِ نہ گویم کہ بہشتے فراخ　　روفتہ طوبٰے دَرِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سود سر　　گرد بخورشید سفیدی اثر

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت　　دیدہ درو صورتِ خود را بہشت

ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں　　پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید　　عکس بدیوارِ دگر شد پدید

طرفہ عروسے شدہ آراستہ　　آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

کافرِ تاتار بروں از ہزار   کرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش کلہ از پشم میش   آتش سوزاں شدہ با پشم خویش

سر ترا شیدہ زہر قلم   زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشم تنگ   دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از رنگ شدہ بوے شاں   پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دبہ نم یافتہ   جاے بجا کنجکک و خم یافتہ

بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب   یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ بر لب فراز   سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن کنار   اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار

از سپشاں سینہ سپید و سیاہ   کاشتہ کنجد بزمینِ تباہ

بر تنِ شاں از سپشِ بے شمار   پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد   ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد

شہ عجب از ہمہ روہاے زشت   کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیو سپید آمدہ ہر یک بروے   خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

۱ کاٹنے جانے کے لئے ۱۲ ۲ بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ ۳ کپہ ۱۲ ۴ سلوٹ ۱۲

۵ مونچھ ۱۲ ۶ بال ۱۲ ۷ جوں ۱۲ ۸ تل ۱۲ ۹ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

داڑھی

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراساں کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود ازو سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ نماند نسیم
یک گلِ بیل و دہِ دیگر درول — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خُرد و بزرگ از ہنر — خُرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوئے وے آں را کہ بمغز آمید — بوئے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گل چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر شعف گل زر وام داد — گل بزمیں گونہ زر وام داد

زرد رنگ ۱۲ — زعفراں ۱۲

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

ماہِ نوے (نو ۱۲) کاصل وے از سال خاست | یک مہ نوگشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پُر خم و تیر از میاں (نام درخت ۱۲) | تیر ستادہ ست کمانش رواں
پیشتر از مرغ پرد در گشاد | بیشتر از باد رود روز باد
گرچہ بدریا گزرد بیش و کم | آب نباشد مگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب | غرق نگردد چوں سوارانِ آب
باسبکی بار تواند کشید | از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد | چوں دمۂ[1] آتش و ابانِ[2] باد
تیز تک و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہِ روش ابر جستن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے | یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے
از تگِ شاں یکّہ رہ صرصر زدہ | باد بدیوار بسے سر زدہ
آبِ رواں از پئے صحرا گشت | بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک
تیزیِ خنگانِ[3] محیط آزموں | آب بَرد[4] از فلکِ نیل گوں

---

[1] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ [2] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ [3] سپید گھوڑا ۱۲
[4] کاوہ لگانے والا ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روز دے اندر گداز | روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت | سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانب سایہ شدہ مردم دواں | سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ | خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پاے مسافر بہ رہِ گرم و دور | زآبلہ بر قبّہ چو نانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں | آہوے صحرا شدہ آہوے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ | وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز[1] | مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا ئو کشت | گوے رُبود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ در وے نبات | خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں | خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکم خداے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

رُوے چو در حملہ نہد گاہِ کیں ‏ ‏ ‏ ‏ زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آواز داد ‏ ‏ ‏ ‏ گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس ‏ ‏ ‏ ‏ ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آید بپیش ‏ ‏ ‏ ‏ بیش کشد دل چو ببیند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل ‏ ‏ ‏ ‏ دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے - بندر، باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی - مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنفؒ نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے -

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر ‏ ‏ ‏ ‏ از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز ‏ ‏ ‏ ‏ ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب ‏ ‏ ‏ ‏ چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش ‏ ‏ ‏ ‏ پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع ‏ ‏ ‏ ‏ بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

صفت بیڑۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن خوش چو حیواں بدر آید ز تن
خوردنِ آں بوئے دہن کم کند سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش ز سہ خدمت گرش چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب و تاب بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون چار ستوں زیرِ گہِ بے ستون[1]
پیچش خرطوم بسانِ کمند اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ مار ز سر غار ز پا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست   واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست   ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے۔ جو صفات و اسماے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے مُنزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر   آنکہ ورا نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد   زندہ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے   ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہوسکتی ہی جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم — نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب ازل ہی جس کی ہستی قدیمی ہی نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دوربیں — دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہی اس کو خدانے ہی روشنی دی ہی اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہی اس کی آنکھ خدانے ہی کھول دی ہی)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم — علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہی کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقہ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ ویوچ ہی)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او — ور ببرد اِلّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہی تو محض اسی کی مدد سے)

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست زمردم دروغ تاہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اسی کے نور سے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأَیْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ۔

دورِ زمیں را بزماں بازبست دام و دد از وے باماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بر وست آنرا بخود ہمراہ میگرداند واز وے کواکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آنچناں کہ سوار کشتی را کہ

کرد خرد وحدتِ او را سجود　　ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں:-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہ ہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہ ہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای　　خود نتواں بود بشرکت خدای

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُور　　چون؟ و چرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟)

پاک ز آلودگیِ آب و خاک　　پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نورِ بخشش چو علم برکشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نور محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہی جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما　　تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر ز گدا فے بُدے ایں رہ بیا　　او شد و ایں نیز نماندے بجاے

صلعم ۱۲

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:۔

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم ۔۔۔ خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور زمن اندر وجود ۔۔۔ کاں بتوام راہ تواند نمود
آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است ۔۔۔ دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر منِ رسوا شدۂ عیب کوش ۔۔۔ عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ ۔۔۔ از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ ۔۔۔ کآمدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟
بہ کہ چو آوردی و باز م بری ۔۔۔ ہم بسوے خویش فرازم بری
سرِ مرا چوں ہمہ دانندۂ ۔۔۔ باز رہانم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست ۔۔۔ رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
از عملِ خود چو نشینم خجل ۔۔۔ ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت پیش روِ کوکبۂ انبیا ۔۔۔ کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[1] بروں تاختہ ۔۔۔ بر خطِ لاہوت[2] وطن ساختہ

---

[1] انبوہ لشکر ۱۲ [2] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[3] مقامِ ذات ۱۲

منزلے یافت منازل نورد ۔۔۔ کیف وکم از رہ بروں برد گرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ ۔۔۔ مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال ۔۔۔ بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد ۔۔۔ وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوہ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُر افشاں کنم ۔۔۔ پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر ۔۔۔ وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو تو بوسہ درِ دولت پناہ ۔۔۔ تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر وش و دارا نشاں ۔۔۔ آئینہ روے سکندر نشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہے جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہے :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام ۔۔۔ تیغ فروخفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دور دور ہوا ۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا ۔

بزم معزی | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقات کے تحت میں کر چکے ہیں اور جس کے بیان میں خسرو شعرا نے ہر ایک ادنے

هرچه نه آثارِ خدائی دهد — کے بهمه وقت روائی دهد

اینت شهے کو زجهاں نسبت باک — دولتِ او تا به ابد پایے دار

معراج — رفته و باز آمده در یکزماں — رفتن و باز آمدنش ﷺ تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے! اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفرِ عشق نباز آمده — در نفسے رفته و باز آمده"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کردی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — اُمتِ بیچاره ز نقشش زیاد

آب که خود خورد ازاں زمزمه — قطره چکانید بکامِ همه

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده — چشمه چه گویند که دریا شده

نیم شب آں پیکِ الٰهی ز دور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش که ازیں قعرِ جاه — خیز و بدریاے ابد جوے راه

برق صفت جست به پشتِ براق — کرده بمیثاق نشتاب از وثاق

جست بروں جوهرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر هیچ نماند از جهات

پیش رو راه ز نورِ بصر   گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت باده

مے کہ عرق از تنِ مرداں کشید   گوہرِ ہر مرد ازو شد پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ   کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
نام حرام ار چہ بر و شد وبال   ہر چہ نمک خورد مداں جز حلال
طرفہ حرامے کہ بہر دست گاہ   حقِ نمک دارد ازیں ساں نگاہ
لاجرم او داشت نمک را عزیز   حرمتِ او داشت ہمہ خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینۂ قرابہ برآوردہ شور   وز خسِ خود چشم بداں کردہ کور
خونِ دلش گر چہ لبا لب خوری   ہم نہ کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشت لبالب ز مے جاں سرشت   کردہ حدیث از لبِ جوے بہشت
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا   ہست معلق بمیانِ ہوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی کش و مردم فریب   بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
نرگسِ نازندۂ او نیم باز   نیمے ازو خواب و دگر نیمہ باز
از کفِ او دو دو دمادم خوش ست   ور مثل جور بود ہم خوش ست

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہی، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بپایرہست سرِ سپہر | گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار | رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار | طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری | کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین | بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز | بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہرِ جہاں | ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزم یکے سر فراز | خاصہ بزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز | در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے زسر | دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفت چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ | آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز | باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

نانِ تنوری زطرب قبہ بست   زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری   انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ برانداختہ از آفتاب   کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ   بانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش   صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیر مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک داے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زریں   (۲) مومیں   (۳) وصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ سحاب نسب

چوں بدہد بادہ وگوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سرافگندہ سر افراختہ موے بمویش زہُنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جان دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستہ و بسیار گوے نائے مگوکش بفسوں مارگوے

باز کند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدو رشس بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے

ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردۂ تو در پوست کرد

صفتِ مائدۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند زمطبخ رواں

خوانچۂ آراستہ بیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات

نانِ تُنک صاف بداں گو نہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نباید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستہ گلِ دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کیے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ ز چمن ہا درود | بہرِ درودِ[1] آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک[2] | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا[3]
خاک ازاں مفرشِ[4] زربافتہ | خلعتِ نوروز زشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ [2] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [3] بے شک و شبہ ۱۲ [4] فرش ۱۲

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پُکار پُکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات
بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ   سایہ رسانید زماہی بہ ماہ
یک دو ہزار اسپ مُرصّع ستام[1]   از دُم خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھ

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ   آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ کپ
دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہاے لعل   جلوہ کناں باد زگل ہاے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست   ابر وہوا گرد بصحرا نشست
قلعہ آہن تہِ برگستواں   قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون لیے
ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جاے بار   گرد وبر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہیں طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافۂ چینی زمیں ‏ باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں

ہر دو صف از صف شکناں گشت راست ‏ تیغ وراں دست چپ و دست راست

حاجبِ فصّال چو قمری وسار ‏ نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار

شب چو برآئینِ بہاراں زمیں ‏ گرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں

شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت ‏ خلوت از و دولتِ جاوید یافت

کرد رواں برکفِ چوں لالہ زار ‏ بادۂ گل رنگ بہ بوئے بہار

شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت ‏ در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر ‏ پُر گنہاں را بکرم دستگیر!

گرچہ تنِ من زپئے سوز راست ‏ رحمتِ تو از پئے ایں روز راست

من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام ‏ نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

۱؎ تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ ۲؎ مینا ۱۲ ۳؎ "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سریر ۔۔۔ چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر ۔۔۔ تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ وشن گرفت[1] ۔۔۔ خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا - یعنی یا تو اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں ۔۔۔ سہم زناں بر حشم اختراں

(فوجی سردار جو اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ بار[1] آمد و صف راست کرد ۔۔۔ ترکِ فلک ہیبت از و خواست گرد
پیش کشیدند گراں تا گراں ۔۔۔ خدمتیِ[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲ [2] نذر ۱۲

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ[2] تُرک و ژوپین[3] زنِ خارا شگاف | پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہ آزموں | خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام | دادہ بہ بازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد | موج زناں آب زِ مردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلّی سے روانہ ہوتا ہی

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت | آتشِ گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | در رخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش | کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سرافراختہ | بیرِ فلک خانہ زنے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ از سمِ خارا[6] شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک ازاں کوہ تنانِ چو پیل | رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل

---

[1] اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کوچک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آواز نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آواز اسپ ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ　　طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریرِ عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپر داختہ　　منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت　　تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد　　وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست　　فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل　　وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید　　بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں　　رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق ز او دہ تا بہ تنگ　　چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1]　　بر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے — من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو ز ہند و ستدن پیل و مال — وز قبلِ من مغل قیل و قال
تاج زمن - سر ز تو افراختن — عاج ز تو - تخت زمن ساختن
تا تو مبشرق بوی و من بغرب — حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اترتا ہے

آب شد از بحرِ رواں تختہ پوش — کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج — بر تن خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش — گرد نمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجھدار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

" ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا "

کشتیِ پوئیندہ کہ چوں تیر بود — بو دیجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

گردِ سواراں کہ بخورشید جست | قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سر افراختہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موے خدنگافاں بکماں بستہ زہ | زہ نہ دہ ابروے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت | برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ بل کآتشِ فولاد خیز | بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زدِ شہریار | لرزہ درآورد بر و بومِ حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[۲] بلند | دم بدمِ نائے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصرالدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیمِ ہند | لشکرے آراستہ ام تا بسند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو۔ چو خورشید زمشرق برآے | من بہم اسکندرِ مغرب کشاے
شو تو۔ سوے کامرو انگیز رخش (خطہ در بنگالہ ۱۲) | من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو۔ از قامۂ چیں جوے گنج | من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

۱ بالفتح پُل ۱۲ ۲ نقارہ ۱۲

فتنہ و فساد کو دور کردیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کردیا ہے۔

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل منقش و نگار چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہوگئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ نگرہ گزرے بسوے من کن	بعنایتے کہ داری نظرے بروے مرد
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانا	بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید	شست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہی کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آ

تشبیہ و تمثیل

اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف دل پسند بنا دیا ہی۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید	بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا یعنی وہاں امن و خوشحالی ہو)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہی کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار	قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روئے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا)

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دستِ چنار از روش　　　زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　　غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابرِ چکاں بر ہوا　　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدتِ سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جم کر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام　　　کردہ طلوع و غروب بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

ع پیلِ گراں سنگ سبک ایستاد   تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر
یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہی جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہی۔
شبہ تیز روی ہی۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ   آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ :- (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس
جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہی تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)
اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہی۔

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب   آب دراں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں
اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی
مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہی۔

نرگسِ بے دیدہ رواں گو روش   نا رعصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہی کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہی۔ کانٹا اس
کی لاٹھی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچکر لئے جا رہی ہی) اس شعر میں نرگس کو اندھے سے

ع استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہی ؎

ہوا پہ دوڑتا ہی اس طرح سے ابر سیاہ   کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

تودۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود   روے زمیں پُر زجگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین زنگار رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہی)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زدآب   بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت متبذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ   رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت   چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ   غرق بخوں ناخنِ شیرِ پلہ[۱] (آزاد ۱۲)

زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

اودھ میں ایک شب سلطان ناصرالدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہی۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[۱] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲ [۲] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہی ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہوگئی تھی

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ

تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ[2] چوبک زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز

ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزہَ نو رستہ تو گوئی مگر　　بچّۂ طوطی ست کہ نند سیخ بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

و ریکماں دست بر دچوں ہنر بر　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشت وے از بارِ گہر خم زدہ　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم

کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲　[2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیدار ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام ہوشیار رہیں ۱۲　[3] رودزن۔ مطرب ۱۲　[4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید | مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام | بزم یکے شد بہ دو دَورِ مُدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقی صوفی کُش و مردم فریب | بُردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہے فتنہ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ حناپاں نرگس مست و خراب | ہر ہمہ را سرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبہ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد | بے ہشیش بیسند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند　　بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر　　گشت مزین بدو سلطاں سریر
ملک بیک تخت دو دارا نمود　　دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِ دو جمشید یافت　　چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد　　افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبۂ کوسِ دو لشکر زدند　　نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت　　صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود　　آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے　　پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں　　موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ وفا را دو جوے　　گشت یکے منبعِ صفا را دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انکرہ زانگشت بہیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

نکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنر مرغِ فراواں شود　　مرغ زبردستِ سلیماں شود

واے بر آں آدمی بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل　　ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار　　کس نخزد زیر گیا سایہ وار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود　　چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے　　تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

مے دہد و خوں خورد از دل تمام　　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک و صاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

در نہ شود مست حریف از شراب　　　رو بنماید کہ بیفتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست در و بیند و او سوے می　　　او شدہ مست از می و مستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بیخود رہتا ہے اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او　　　ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دَور سراسر جَور ہے یعنی کثرت فیضان۔ لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دما دم خوش ست　　　در مثل جور بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ و گوید کہ نوش　　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنائے | ناں ز ملک می طلبی ز خدائے
غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو | بلبلِ باغی بگسِ خوان مشو
ہست وے از خرمنِ ہستی خسے | تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے!!!

چند کشی پیشِ ملک دست پیش | تات زکوٰتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ | خوں خور و از خوانچہ شاں نان مخواہ
چوں ہُبُر بدی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود با خساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جابجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری | کردہ گہر پیشِ کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں | بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف | بادہ در و دیدہ شد اندر طواف

تیغ کہ سہراب بر رستم کشید
ہیچ شنیدی کہ ز گیتی چہ دید؟

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت
آنکہ نمی خواست بر و خود شتافت

رفت یکی در طلبِ لعلِ سنگ
ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را کہ غمِ آں نبود
لعلِ جناں یافت کہ در کاں نبود

کوششِ بیہودہ ز غایت برُوں
کوبشِ آب ست بہ ہاون درون

دیگر

ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست
کآمدنِ ما ز پئے رفتن ست

گر بودت خوش خور و بد خو مباش
ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ
کاں بری از باغ کہ خیزد ز شاخ

ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور
ور نرسد ہم برسد غم مخور

ہر چہ بجوئی و نیابی مرنج
زانکہ بخواہش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست
قرصِ خورا ز قرصِ زرش بہتر ست

کاں بغذا لذّتِ کامش دہد
ویں بطمع خسّتِ نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار
تا نشوی چوں خلل اشرمسار

دیگر

آہوے پوئیندہ ببالا وزیر	خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر

آفتاب ۱۲ ؟ ۱۴۸۱

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں	پس زحیا در رود اندر زمیں

آفتاب ۱۲

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں	گشتہ دو گوششں بدو سو بادباں

گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ	مردہ بود بہ پیشش چراغ

طرفہ کہ آں مردہ زآسیبِ باد	ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار	بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نو رُستہ تو گوئی مگر	بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہہ ایک نئے پیرایے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

گوئی کز او صافِ صفائش از برون ۔۔۔ بادہ برون ست و صراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر ۔۔۔ از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک وصاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔

صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب ۔۔۔ بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں ۔۔۔ دایۂ او چرخ وے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے گو آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

[illegible]

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چوں چمن خانہ ساخت　　بادِ وزاں کرّہ بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم زولایت براند　　کش بچمن ہیچ ولایت نماند

گل ریحاں ۱۲　　حکومت ۱۲

فصل بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند　　سکّہ بصد وجہِ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسمِ سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد　　　تیرمہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس۔ لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　　داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا

یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شب حاملۂ مہر گشت — بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت
حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تاجو رے زاد دراں کوکبہ
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیّارہ فروشد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام — صبح دُہل برد ببالاے بام
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت — دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
بلند آوازہ ۱۲

دیگر

چوں زحمل رفت بہ ثور آفتاب	پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] زتاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت	رفت درآں خانہ دروں جا گرفت
باد ز جوزا[2] شد و آتش ز مہر	سوخت جہانے ز زمیں تا بسپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب	چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سراپردہ ببالا کشید	سبزہ صفت خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نو خطاں	ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اِس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:۔

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پُر دل و خالی دِل شاں از ہراس پا یک با زندہ برون از قیاس

دیگر

خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش مستیِ او مایۂ ہشیاریش

دیگر

داد سبک بار بہ قیمت گراں کرد بزرگی بحقِ کہتراں

دیگر

کامدنِ ما زپے رفتن ست این ہمہ بیداریِ ما خفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

تیغ کشید اخترِ عالم فروز لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ برے خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں داد رواں چشمۂ خور را برول

دیگر

شد کرۂ چرخ چو گنبد نماے نعل مہ افگند بہ گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ شعر میں ایسے لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو۔

شقۂ دیبا برِ زیبا شدہ — سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہی۔

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک — آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بموگیسوے او مشکِ ختن — فرق نہ بود سرِ موئے زمشک

دیگر

آئینۂ صورتش از سینہ رفت — صورتِ او راک زآئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — جُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف روی وہ ہی جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہی ۱۲

از پئے نامے کہ مبادش اُمید! نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ وسپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم اندازِ رسمِ کہن پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستۂ تست این دلم با دگرانش مبند کاش! کہ با دیگراں دل بکشاید مرا

یہاں بست وکشا دمیں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از و ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گو ترکِ راہ گفت بگو گفت کہ نشنیدہ سخن راہ راست و لیں

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　　کوہ در آمد تبزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علّت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علّت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں:-

از تگِ شاں کالِ رہِ صرصر زدہ　　　باد بدیوار بسے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نکر سکی۔

شدّتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　　دُود بر آمد ز نفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اِسی سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

عکس وتبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مقدّم کو مؤخر بنائیں اور مؤخر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد　　　آبِ من این دیدۂ بی خواب برد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند درو دیوار کس　　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردُمِ یک خانہ و صد خُرّمی　　　خانۂ یک مردُم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردّ العجز علی الصّدر بھی ہے یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ورقلم از سحر زباں برکشم　　　سحر زباں را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار وشد چمن و لالہ زار خوش　　　وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔
یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا
بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے
کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ در از شرم سپہرِ کبود　　　　نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زار ہا　　　　کوژ شد از چیدنِ دینار ہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے
کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ　　　　کبک بُبرّید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی
سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔
دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے
تیغ کوہ سے خود کشی کر لی ہے۔

شستنِ او با ہمہ دانندگاں　　　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑے لوگوں

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　　سایہ بدنبالۂ مردُم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔ یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سوبسوے　　　باہمہ زالی شد پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے منھ چھپا لیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیرزال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گُل زکرم زر دہد آں ا کہ جُست　　　وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف از راہ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　　پشت بہ قبۂ فیروزہ کرد

مدح چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُر لطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمّن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

رومِ بگیرد بگہہ کارزار — تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد ز عار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ مُلک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونو معنے دُرست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔ دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفّاف رہتی ہے۔

در کشش تیر چو شد سخت کوش — زہ۔ ز کمانِ خود شش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفرین یہاں دونو معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آ گئی۔

کے پاس جاتی ہی۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہی اور جو بُلاتی ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہی۔ علیٰ ہذا

شاخ بہر بار سگے گرد راہ　　　جائے گہہِ باز شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہی کہ کلام اوّل کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی　　　نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہی۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہی کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہی جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہی جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اوّل اسی معنی کا وہم ہوتا ہی (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شہِ پیل زور   تا ورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غُل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں   تیر ستادہ ہست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلمانان نگہدارید بیچارہ دلِ خود را   کہ تیر انداز من مست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد مُرد   شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دُوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بغمائے جنگ   ایں زخطا دور شد و آں ز زنگ

یغما ایک شہر ہی ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہی۔ یعنی ناوک بے خطا ہی اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کاں بہ بصر شد دلیل   سرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تخت گہِ بے بہا   عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہی) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہے کہ اوّل چند چیزوں کو مفصّلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلّقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست   تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھّی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہے اور زبان مثلِ آتش۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج وعنا ہوگیا۔ اس شعر میں تصنّع اور تکلّف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین صورتِ چین کردہ بروے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سر ھند اوفتاد ہند شد از روے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار رہتا ہے حضرت خسرو رح کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لا کر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَوَدھ آمد چو باد کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

۲ - اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳ - غُلُوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو -

خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک　　　از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

بلکہ فتادش گہ دیدن کلاہ　　　دیدنِ او را کُلہ افگند ماہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

ماہ فرود آید و بوسد زمیں　　　خواست کہ پیشش ز سپہر بریں

دیگر

ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد　　　سوئے فلک رفت زمیدانش گرد

دیگر

بلکہ گزشتہ ز سمٰوات سبع　　　اوجِ معانی نہ بمقدار طبع

دیگر

کز تہِ او گشت زمیں ناپدید　　　عمق در و کار بجائے کشید

دیگر

گشت پدید از تہِ آب آسماں　　　رفت زمیں راچو حجاب از میاں

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نہ باید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہی کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو معنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا نہ شنید | حریف و مُطرب و چنگ و رباب در سماع آید

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بدِ مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پُرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوئے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

پس خدا وہ ہی جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکامم کہ بکامِ تو ام | زندہ بوناز زندہ بنامِ تو ام

دیگر

گل کہ سپر ہاش فراہم شدہ | پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش خست | رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت وحکمش کہ ندارد زوال | ہم زخلل خالی وہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہی اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار | از شرِ من درگذر و در گذار۔

دیگر

این خطِ پُر زِ مہر بد لبر کہ می دہ؟ | دیں ردِ سرمہر بد یاں کہ می برد؟

دیگر

اُشترِ پوئندہ پولاد پائے | کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

دیگر

نیم فلک ہست بزیر زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں بیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہم راہش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ ورانے بسنان و مصاف　　در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زگِچ صاف خشت　　دیدہ در و صورتِ خود در بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جاوے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہی:-

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　دیدہ ؤ نادیدہ گرفتارِ تست

دَیدہ ۔ نادَیدہ ، دَیدار یہ الفاظ ایک ہی مادّہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن بکُن او راست زتو تاکہن　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن ، بکُن ، کنُد مشتقات ہیں " کردن " سے۔

دیگر

نامۂ گُل را بہ نما خامہ کرد　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادّہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جُلتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں درخطِ امکانِ او　　کائن و من کاں۔ گہرکانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادّہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہی ان سے ملتا جلتا ہی۔ یہ شبہِ اشتقاق ہی۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زدے　　تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد | جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ | برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود | آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلب بعض کہلاتا ہے:-

تا بسریرِ عرب آں جم نشست | رُعبِ عَرب برہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام | تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عَرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس بھی ہی۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:۔

آہوئے مشکین و سرش با دشاخ	وز دُم او مُشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہی۔ اور آہو کی مُناسبت سے سر، شاخ مشک صحرا کا ذکر کیا ہی۔

یہ بھی صفتِ قلم ہی:۔

در طلبِ صوف تراشیدہ سر	گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام	در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود	طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج برآبِ دگر	برتنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہی۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہی۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں پس:۔

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد	گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود	وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت	کفۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر	شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید	در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ	ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظیر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوۂ پژ مردگرم تاب	وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب
ابر دُر افشاں شدہ دریا نوال	ابر شہ خود راند بدریا جلال

ان اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں- اور ابر دا بر شش میں

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ　　سوئے گلستانِ دگر جست راہ

خرّم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود　　غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعۂ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز　　پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد　　تاجِ سلیمان ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند　　چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گر چہ تند برگ و نوائے بشاخ　　برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ　　چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد　　وعدہ دوشیں بوفا راست کرد

روے چوگل بود بہ پشتِ زمیں　　　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا مُنہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر　　　　دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زتست آئینۂ زنگ خورد　　　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش زتسلسل نشست　　　　دَورِ دے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ دے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شئے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

گم شدہ ام - راہ نمایم تو باش		بے بصرم - نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند		بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوے بتابے دگر		دشت زہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر برہم		تیر بکشاے کز نظر برہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست		روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت		مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر		ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد		بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں   بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ   بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے   ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر ملکش سایہ طرف بر طرف   تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود   وز دو شرف بخت مشرّف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے   گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقّۂ تن را بنفاد رکشاے   جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را زہوا ریخت شیر   مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

دیگر

اشارہ ہی۔

رفت و برا و رنگِ سکندر نشست ‌ ‌ ‌ ‌ در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدّ رومیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی و ناز ‌ ‌ ‌ ‌ بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زاو دھا بہ بنگ ‌ ‌ ‌ ‌ چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزار ش ز سوارانِ کار ‌ ‌ ‌ ‌ تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من، العلِ شکر گفتارِ تو ‌ ‌ ‌ ‌ در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں ‌ ‌ ‌ ‌ گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوی ایشاں نگزرم ‌ ‌ ‌ ‌ گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

چرخ زبیدا دغاں تافتہ   مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگ نوازاں بہوا سر کشید   چنگ نواز ندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز   بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش   خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد   دود برآمد ز نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم ہیں کہ بہنگامِ جنگ   گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تبو میراثِ شاہ　　　من زسہ شاہم تبو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہوگئی ہے:۔

زشت تر از زنگ شدہ بوے شاں　　　پست تر از پشت شدہ روے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں در شدہ　　　گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہوگئی ہے (س ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں" لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:۔

طفلِ شگوفہ برہ آفتاد و مُرد　　　شاخ بدید و بعنا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

در کوے تو بر بہر درے افتادہ می بینم سرے | این نیست کارِ دیگرے جز کارِ دست و کارِ تو
خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را | ہر چونکہ خواہی خویش را بربستہ ام دربارِ تو
چون غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم | یارُو بدیوار آورم بارے ہمان دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ پیشِ افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو ژندۂ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دست بدستِ ہمہ | وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود | خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافُر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفّظ میں گرانی پیدا ہو جاے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:۔

ز سمِّ ستوران در اں پہن دشت | زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنوی چند جز این مثنوی / ہست نگارِ قلمِ خسروی

خرّم و خنداں چو گلِ بوستاں / تحفۂ نغز است پئے دوستاں

ہاں مگر این نامہ کہ دانش نام / یافت ازاں جملہ فراتر مقام

چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او / ریختہ نیرنگ زالوانِ او

دیدۂ بینندہ گہر دید نقش / سیر نگر دیدہ زگل چید نقش

ہرچہ فزوں دید۔ فزوں شد ہوس / کرد ثنا ہا خردِ نکتہ رس

بیتِ قصیدہ چو مغے در گذشت / ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت

موج زناں نظم چو آبِ رواں / از نفسِ طوطیِ عذب البیاں

دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو / تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟

طوطیِ ہند ار بنوا آمدے / بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے

من کہ ندانم روشِ پارسی / بے خبرِ ہندیم ارد و ارسی

من زکجا نقدِ سخن از کجا؟ / کاسہ تہی دستِ عمل از کیمیا!

گر زکجی سازِ خطا می زنم / بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم

ور قلم افتادہ دریں باب راست / راستیش حضرتِ نوّاب راست

خانِ فضائل حشم اسحٰق خاں / آئینۂ حسرتیِ نکتہ داں

پر خطرم از سرِ سودائے او / دارم دلم خاطرِ والاش بود

[illegible]

[illegible]

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اول وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجب انبساطِ خاطر ہیں۔ اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

مثنوی

قِران السّعدینؒ

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامہ
از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قران نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گذشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

تاختہ ام ہرزہ براہِ دراز | بر اثرِ حکم۔ نہ از روے آز
نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ | عاجزم و عاجزیم عذر خواہ
خوش مثلے گفتہ و دُر سُفتہ اند | "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"
نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] | خُلقِ وے آمیختہ شکر بہ شیر
یاوریِ او کہ بسے کار کرد | از کتب خواستہ انبار کرد
خامہ زنِ من کہ حسن چشتی[2] ست | رہروِ آئیم و خطش کشتی ست
ہر ورقے نقشِ نو انگیختن | لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن
کز کلکِ او برُخِ کاغذ رواں | لیک نہ بینی ز ستردن نشاں
عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود | گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود
لاجرم آں کاغذ زار و حزیں | شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں
از خمِ شانِ خامہ کہ دُردی کش است | یادِ بزرگاں ہمہ در روے خوش است
شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیان! | زندہ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں
خضر توئی و سخن آبِ حیات | نوشِ تو باد ا سخن از عینِ ذات
شعرِ تو پروردۂ درد ست و سوز | شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز
گرچہ گزشتہ است ازیش صد قرون | لیک نہ کم شد تفِ سوزِ درون
تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید | آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بماں خسروِ جنت نشیں
باد بجانِ تو زحق آفریں

---

[1] شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ١٢ [2] ایس ایم حسن چشتی اندر کوٹ شاہ پیر خاں میرٹھ سٹی ١٢

امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ۵

ور ز جمل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۸۷ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں	بر سرِ نامہ ز توحید نوشتم عنواں	
	نامِ ایں نامۂ والا است قران السعدین	کز بلندیش بسعدین سپہر ست قراں	۱
۲	در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را	داد بارانِ گنہ شوئے زعینِ غفراں	۷
۳	نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش	پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں	۱۱
۴	صفتِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد	سترِ اسریٰ شش ز زلفِ سیہ مشک فشاں	۱۶
۵	مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفتہ چنانکہ	نقشِ آں داغ شدہ خنگِ فلک را براں	۲۱
۶	در خطابِ شہِ عالم چو بساطِ خدمش	آیم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم	ہست مشہور دی از حرسہا اللہ نشاں	۲۸
۸	صفتِ مسجدِ جامع کہ جناں ست درو	شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبی الجناں	۳۰
۹	صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت شکلش	از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں	۳۰
۱۰	صفتِ حوض کہ در تابِ نگیں گوئی	ریختہ دستِ ملک آبِ خضر صورتِ آل	۳۲
۱۱	صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہ شرق	و آمدن تیغ کشیدہ ز پئے ضبطِ جہاں	۳۷
۱۲	صفتِ آتش و آں گرمیِ رو دیباش بہ	کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں	۳۹

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم   سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم

نو کنم اندازۂ رسمِ کہن   پس روی پیش روانِ سخن

در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام   تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام

کا مم ازیں نامۂ عنواں کنا   نامِ بلندست کہ ماند بجا   سے (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قایم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر اُنھوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۳۳	ذکرِ پیغامِ پدر سوئے جگر گوشۂ خویش	سوئے یاقوت رواں گشتنِ خونابۂ کاں	۱۱۴
۳۴	گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنعاں	۱۱۷
۳۵	باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود کہ بزرم	پیلِ خویش از مئی خوں مست کند در میداں	۱۲۰
۳۶	باز پاسخ ز پسر سوئے پدر کاسپ مرا	پیل بندست دوالے کہ بہ پیچد بعناں	۱۲۳
۳۷	باز پیغامِ پدر جانبِ فرزندِ عزیز	ماجرائے کہ ز خوں بود دلش را بمیاں	۱۲۶
۳۸	باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر	شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ ہجراں	۱۲۸
۳۹	از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس	بر برادر چو گلِ نو بہ سرِ سرو رواں	۱۳۴
۴۰	رفتنِ شاہِ کیومرث و بتوزک عارض	بر شہ شرق بیکجا عرض ایں جوہر آں	۱۳۷
۴۱	اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین	چرخ گرد انست بگردِ سرِ ایشاں گرداں	۱۴۴
۴۲	صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی	موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بہ کراں	۱۴۵
۴۳	ذکرِ در اسپ فرستادنِ سلطاں بہ پدر	ہم براں گونہ کہ در باغ وزد باد وزاں	۱۵۲
۴۴	وصفِ اسپاں کہ ز سرعت بخروج و بہ نزول	نتواں خارج شاں گفت نہ داخل چو جاں	۱۵۳
۴۵	صفتِ آں شبِ باقدر کہ تا مطلع فجر	نزد آں روحِ ملک برد سلامِ یزداں	۱۵۹
۴۶	صفتِ شمع کہ چوں بر سرِ ش آید مقراض	در زباں چاک زند پردۂ ظلمت ز میاں	۱۶۲
۴۷	صفتِ نورِ چراغی کہ اگر پرتوِ او	بنود در دلِ شب کور بود پیر و جواں	۱۶۳
۴۸	صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلہا	کہ ہمہ کارگزارِ فلک انداز دوراں	۱۶۴
۴۹	صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود	کہ گر افتند دو مسعود بیک برج قراں	۱۶۷
۵۰	صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش	بے سوادیش بخواں نسخۂ آبِ حیواں	۱۷۲
۵۱	وصفِ قرابہ کہ بہر حرمِ دخترِ رز	شیشہ خانہ است ببالائے سرش رخشاں	۱۷۳
۵۲	سخن از وصفِ صراحی کہ گراں نازک را	در گلو دست زنی خونش بر آید ز دہاں	۱۷۴

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱۳	جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر	گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں	۴۸
۱۴	صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب	کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں	۵۴
۱۵	صفتِ فصلِ خزاں و بمغل عزمِ سپاہ	ہم بر آں ساں کہ بتاراجِ چمن بادِ خزاں	۵۸
۱۶	صفتِ فصلِ بہاراں کہ چناں گرد باغ	کہ بدو نرگسِ نادیدہ بماند حیراں	۶۸
۱۷	صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ	بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں	۷۳
۱۸	صفتِ چترِ سیہ کز پئے چشمِ خورشید	آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں	۷۴
۱۹	صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ	چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں	۷۵
۲۰	صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشید بصبح	بلکہ ہست او شفق و صبحِ جمالِ سلطاں	۷۵
۲۱	صفتِ چتر کہ سبز ست ز سر سبزی شاہ	برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں	۷۶
۲۲	صفتِ چتر کہ گل گز شدہ از گل گزِ او	بر سرِ شاہ ز گل سایہ کند تا بستاں	۷۷
۲۳	وصفِ دُرباش کہ نزدیک شد از ہیبتِ شاہ	گنگ ماندست ز حیرت نکند کار زباں	۷۸
۲۴	صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید	کہ ز بہرِ تو فرو چیند برم آبِ دہاں	۷۹
۲۵	صفتِ چرخ کمانے کہ ببازوی شہ است	نیم چرخ ست کہ او نام نہادست کماں	۸۰
۲۶	صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت ست	سخت بارانی در تیر مہ و در نیساں	۸۱
۲۷	صفتِ رایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ	گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں	۸۲
۲۸	عزمِ سلطاں بسوئے ہند بپایانِ بہار	راندن از شہر چو بوے گل از بستاں	۸۷
۲۹	ذکرِ باز آمدنِ قلبِ شہ از قتلِ مغل	ہمچو گرگاں ز رمہ یا علم از برجاں	۹۱
۳۰	نامزد گشتنِ لشکرِ بیزک سوئے اودھ	صد سرافراز و ملک باربک اندر سرِ شاں	۱۰۰
۳۱	صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ	ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں	۱۰۶
۳۲	صفتِ خربزہ کز پر دلی آنجا کہ بود	تیغ و طشتیش مہیا بسر اید غلطاں	۱۰۹

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۷۳	صفتِ کاغذِ سیمیں کہ پئے دودِ قلم	سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں	۲۲۸
۷۴	ذکرِ باز آمدنِ شاه بدولتگهه شهر	ہمچو بر جبیں بقوس وقمر اندر سرطاں	۲۳۱
۷۵	سخن از ختمِ کتاب وبخطا خواهش عذر	کہ بجویند خطا را بدرستی برہاں	۲۳۵
۷۶	صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن	از پئے اخترِ صحبتِ اربابِ جہاں	۲۴۴
۷۷	شد سخن ختم قبولے کہ خدایش داده است	تا ابد باقی باد او مبادش پایاں	۲۵۶

غزلیات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو	۲۷
۲	اے دلی دا اے بتان سادہ	۳۶
۳	شد ہوا سرد کنوں آتش دخرگاه کجاست	۴۷
۴	سوارِ چابکِ من باز عزمِ شکری دارد	۵۷
۵	برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت	۶۷
۶	آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش	۷۲
۷	گل امروز آخریں شب مست برخاست	۸۶
۸	دوش ناگہ بمن دل شده آں مہ برسید	۹۰
۹	تیغ برگیر تا ز سر برہیم	۹۹
۱۰	از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم	۱۰۵
۱۱	بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ	۱۳۶
۱۲	ده کہ اگر روئے تو در نظر آید مرا	۱۴۳
۱۳	خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد	۱۵۲

نمبر شمار	مضمون		صفحه
۵۳	سخن از وصفِ پیاله که زبس جنبشِ جو	خونِ ترا به سوی او دست همه وقت کشان	۱۷۴
۵۴	صفتِ ساقیِ رعنا که کند مستان را	بیک آمد شدِ خود همه مست و غلطان	۱۷۵
۵۵	صفتِ چنگ که بی موست تن بیکاقش	موی ساقِ دگرش تا بزمین آویزان	۱۷۷
۵۶	صفتِ کاسِ رباب که بسرش کفچهٔ دست	که در آن کاسهٔ خالی ست نعم چند الوان	۱۷۸
۵۷	صفتِ نای که هر لحظه زدم دادنِ او	کلهٔ مطرب برباد شود چون انبان	۱۷۹
۵۸	صفتِ دف که در دستِ کسان گوی بدیا	صحن گرد داشته و گوش پایین بچه سان	۱۸۰
۵۹	صفتِ پرده و آن پرده نشینان تنگرف	که بهر دست نماید هزاران دستان	۱۸۱
۶۰	صفتِ مائدهٔ خاص که از خوانِ بهشت	چاشنی داد بهر کام و زبان لذتِ آن	۱۸۳
۶۱	صفتِ بیرهٔ تنبول که نزد همه خلق	به ازان نیست نباتی به همه هندوستان	۱۸۵
۶۲	صفتِ نغمه گری هاے زنانِ مطرب	که بسی لحن کند زهره چو گیرند الحان	۱۸۶
۶۳	صفتِ تاجِ مکلل که بسر یافت ز شاه	آن پسر کز سرِ کس تاج شد از خاقان	۱۸۹
۶۴	صفتِ تخت که همچون فلکِ ثابته بود	وارستهٔ شرق بخورشید شرف داد مکان	۱۸۹
۶۵	صفتِ پیل که شه داد بفرزندِ عزیز	که شد از جنبشِ او کوه چو دریا لرزان	۱۹۰
۶۶	صفتِ تسبیح و کلاهِ سیاه و چترِ سپید	رفتنِ شه بپدر روز و شب نورافشان	۱۹۵
۶۷	صفتِ چشمهٔ خورشید بدریاے سپهر	که کند پرتوِ او ماهِ سما را تابان	۱۹۷
۶۸	شبِ دیگر ز پے عیشِ ملاقاتِ دو شاه	وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش بر آن	۲۰۱
۶۹	درود داعِ دو گرامی که پدر را در اشک	مردمِ دیده همه رفت ز چشمِ گریان	۲۱۱
۷۰	صفتِ موسمِ باران و بره رفتنِ شاه	جانبِ شهر شدن از لبِ گهگهر یکران	۲۱۶
۷۱	سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ	هست اول صفتش ما خلق الله بخوان	۲۲۵
۷۲	صفتِ محبره کو گرچه سیاه دارد دل	آن سیاهی دلش مایهٔ علم ست و بیان	۲۲۷

بسم الله الرحمن الرحیم

شکر گویم که بتوفیق خداوند جهاں / بر سر نامه ز توحید نوشتم عنواں

نام ایں نامهٔ والاست قران السعدین / کز بلندیش بسعدین سپهرست قراں

حمد خداوند سرایم نخست / تا شود ایں نامه بنامش درست

واجب[1] اوّل بوجود قدم / نے بوجودے که بود از عدم

بیشتر از وهم خرد پروراں / بیشتر از فهم فراست گراں

نور فزائے بصر[2] دوربیں / دیده کشائے دل عبرت گزیں

فکرت صاحب خرداں خاک او / معترف عجز در ادراک او

دل متحیر که چه داند ورا / روح دریں گم که چه خواند ورا

زهره ندارد خرد سست[3] خیز / تا کند اندیشه دریں راه تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود ست ای ذات وے مقتضی وجود اوست و اول ست ای وجود وے پیش از همه چیز ست پس واجب اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے که واجب بالغیر ست ۱۲

[2] یعنی بصری که نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین وشناسائی اورا می افزاید ۱۲

[3] از آں رو سست خیز گفته که جولان وے اوّل در اثر ست و به دریافت آثار درمانده ۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴	زہر کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن	۹۸
۱۵	مُہر بکشاے لعلِ میگوں را	۹۴
۱۶	آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شراب خوارِ من	۰۰
۱۷	آرامِ جانم میرود جاں را صبوری چوں بود	۱۰
۱۸	سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش	۱۶
۱۹	بازا بر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند	۳۰
۲۰	عمرِ نوگشتہ مرا بازکہ جاں باز آمد	۳۴
۲۱	نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد	۵۵

نوٹ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہوچکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نق
کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دیـ
کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں ا
مثنوی کے اندر حسنِ اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پُر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہوجانا بھی ایک نہایت عجیب اور
قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف
خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالے سے ہوسکتی ہے۔ بَرّد اللہ مضجعہ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غیرتِ[1] غیر از قدرش دور به | پاک ز امکانِ تغیّر چو غیر
شرک نه بر مملکتش دست سائے | خود نتوان بود بشرکت خدائے
فطرتِ هستی نه باسباب ساخت | بے سببِ غیر علم بر فراخت
نقشِ صور کرد- بآلت نه کرد | بر فلک و طبع حوالت نکرد
چون و چرا نقش طرازِ تن ست | آئینهٔ صورت از و روشن ست
آن که نگنجد بخیال و صُوَر | چون و چرا کے کند آنجا گذر
پاک ز آلودگیِ آب و خاک | پاک تر از هر چه بگویند پاک
نے کس از و زاده و نے او ز کس | زادن و نازادنِ ما زوست بس
دیدنِ خود گفت بما در نهفت[2] | شاد هماں کس که بدید و نگفت
دیدنِ او هست ز مردم دروغ | تا هم از و دیده بیابد فروغ
چشمِ جهت بینش[3] چه بیند بنور | تا نکند خود جهت از دیده دور
بسته مکان را بجهات و صفات | هم ز مکان فارغ و هم از جهات
بے همه جا و بهمه جا درون | در همه جا و ز همه جا برون
راستیِ او بدرستی که خواست | راست درست آنچه کند جمله راست

---

[1] یعنی مرتبهٔ حق جل شانه عالی تر ست از آنکه غیر او برو غیرت برد و دعوی مساوات او کند به غیرت در اقتران و در صفت ممکن الحصول باشد منزه است ز امکان تغیر

[2] این بیت ترجمهٔ آیه لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار است یعنی بینائی ها او را نمے یابند و او بینائی ها را [illegible] بر ما منکشف [illegible] آمد و پوشیده از چشم ظاهر است

[3] ضمیر شین راجع بمردم است و درین مصراع تلمیح ست بحدیث که چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم از معراج باز آمدند صحابه پرسیدند که یا رسول الله تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالی نور ست چطور دیده شود

آدمی ایں جا بسخن راہ جوست — لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست

ہر کس ازو آمدہ در گفت و گوے — معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے

رخش علل در رہش افگندہ سم[له] — علت و معلول درو ہر دو گم

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او — در برد الا کہ بتوفیقِ او

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست — ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست

ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست — واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست

نیست شناسندۂ ہستی مگر — آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر

نیستی از ہستیِ او شست دست — ہست و بود نیست شود ہر چہ ہست (موجود ۱۲ / آیندہ ۱۲)

ثابت[که] مطلق بصفاتِ احد — زندہ و باقی ببقاے ابد

بود در اول کس ازو پیش نہ — ماند در آخر کس ازو بیش نہ

حادثہ را با ازلش کار نے — نقشِ فنا با ابدش یار نے

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال — ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

کرد خرد وحدتِ او را سجود — ثانیِ او ممتنع اندر وجود

له سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی ایں کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسیدے مدلولے کہ بوست ثابت نشود و معلولے کہ ازوے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم وہم معلول ۱۲

که ثابت اے موجود دائم مطلق اے منزہ از جمیع قیود مراد باحدیت صفات آنکہ ہر یکے از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

حقّهٔ تن را لفنا در کشاے | جو ہرِ جاں را بیقا رہنماے
زآبِ عنایت[1] گہر انگیختہ | در صدفِ کن فیکوں ریختہ
قطرۂ احسانش بفیضِ عمیم | حملِ صدف بستہ ز درِّ یتیم
حُجلہ کشِ جلوۂ بکرانِ باغ | خاص کنِ عطرِ قصبِ دماغ
نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع | راند قلم بر صفحاتِ ربیع
نامۂ[2] گل را بہ نما خامہ کرد | نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد
سنبلِ تر بر رُخِ گلشن کشید | سنبلہ را دانہ بخرمن کشید
طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر | مغزِ جہاں را ز صبا ز دعبیر
نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم | کرد بعنبر نفسی مستقیم
جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز | مہرِ خودش داد بعنوانِ راز
چشمِ سحاب از نم دریا کشاد | چشمۂ آب از دلِ خارا کشاد
چار گہر کرد جہاں را پدید | در کرۂ شش جہت اندر کشید
دورِ زمیں را بزماں باز بست | دام و دد از روے بامان باز رست

---

[1] تواند کہ از گہر جوہرِ اول کہ روح محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد وست و تواند کہ از گوہر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ہست و نامیہ قوتے ست بمعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفتِ نمو دارد تقریر معنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامہ گل اے بجہتہ آفریدن گل نما را بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتب نامۂ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوے معنبر نفسے بکسرت و یا نفسے بحمل کہ فارسی باشد بمعنی نیکتر یعنی یک عنبر آلود و نفس مستقیم ای درست و دیر پا بحمل کہ یائے وی بمعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن و فاعل ! واللہ تعالیٰ ست و مفعول او ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس ساخت یا آنکہ معنبر نفسے بودن بوجہ استقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست اے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

راست روی بردهٔ بی‌حاصلان — دادهٔ درستی بشکسته دلان
غمزدگان را بطرب دل‌کشای — گم‌شدگان را بکرم رهنمای
مونسِ هر دل که فراغیش نیست — محرمِ هر شب که چراغیش نیست
هرچه نه او داخلِ امکانِ[1] اوست — هرچه جز او بندهٔ فرمانِ اوست
روزیِ هر کس برساند بسی — منتِ روزی ننهد بر کسی
داد بلب[2] روزیِ تن را کلید — جستهٔ و ناجسته بخواهد رسید
کن مکن او راست ز نو تا کهن — هرچه کند کیست که گوید مکن
عالمِ برحق نه به تعلیمِ کس — هر همه زو یافته تعلیم و بس
هرچه کند در کل و در جز اثر — کل و جزئیش بود از آن خبر
مورچه جائے که نهد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست
آنچه بهستی رقمش حرف جوست — خامه گزار قلمِ صنعِ اوست
صانعِ بی‌عیب ز علت بری — نور فزای قمر و مشتری
غالیه سای شبِ مشکین پرند — پرده برانداز سپهرِ بلند
نوردهِ انجمِ خورشید تاب — سبزکنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ماسوائے حق داخل امکان اوست ای از جملهٔ ممکنات مخلوق اوست یا آنکه از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آن او برابرست امکان بمعنی قدرت بسیار آمده ۱۲ [2] یعنی لب را کلید تن گردانید که از وی در روزی او کشاده شود بدروزی که مفهوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکه هرچه شخص که در معیشت و تمدن محتاج آنست رزق اوست ومیتوان از کلید سخن مراد داشت زیرا که سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

گرچه نیاید ز منِ خاکسار　　زانچه شوم بر درِ تو رستگار
هم بتو امّ هست امیدِ تمام　　کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاران را
داد باران گنه شوے ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراسته　　شُبهه[1] ز شبهت ز میاں خاسته
ذاتِ تو پیدا است ولے نے چو من　　من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست ثناسائے کمالِ تو کس　　هستیِ خود هم تو شناسی و بس
دانشِ هر کس که بسویت گذشت　　یک دو قدم رفت و عنان تاب گشت
فکر دریں پرده به راز ایستاد　　بانگ زدش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطّه امانے نیافت　　خطِّ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو داده است نشانیِ مرا　　در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش که الٰهی شوم　　خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود　　کاں بتو ام راه تواند نمود
وانچه دلم را ز تو دوری ده است　　دور ترک دار که دوری بد است
نورِ بصر ده بشناسائیم　　تا نبود جز به تو بینائیم

[1] شبه اوّل بمعنی شک و شبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبه از میاں برخاست که یکے نظیر تو باشد شرح آیة لیس کمثله شیٔ

سلسلهٔ آب زن بر زره / طوقِ زمیں کرد گره بر گره

باد محیطِ کرهٔ آب ساخت / نار بہ پیرامنِ آں بر فراخت

کحلِ شب از دیدهٔ انجم نمود / نورِ دل از سینهٔ مردم نمود

طالعِ مردم ز شمارِ نخست / کرد بتقویمِ عنایت درست

زآب چناں کرد مصوّر خیال / کاں بتصور ننماید جمال

نقشِ چناں بست بہر تن کہ ہست / کش بدلِ خود نتواں نقش بست

قصرِ جسد را بہ ہمیں داوری / زآب و گِلے کرد عمارت گری

دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت / جائزهٔ سرِّ الٰہی نوشت

جاں کہ بہر جسم روانیش داد / پرتوے از نورِ خدائیش داد

گوش بآوازِ سخن تازه کرد / وز سخن آفاق پُر آوازه کرد

ما کہ نبودیم۔ بوجود آمدیم / از عدم از وے بوجود آمدیم

کیں در اگر او نگشادے بما / دولتِ ایں خانہ کہ دادے بما

نورِ بصر داد کہ بینا شدیم / چشم کشا شد کہ شناسا شدیم

معرفتش گر نشدے رہنمائے / نے ز تو دا آگہ بُدے نے از خدائے

گر ہمہ ز اندیشہ جگر خوں کنم / شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم

طاعتِ ما نے کرمش بے قیاس / واے بر آں کس کہ نگوید سپاس

اے صفتت بنده نوازندگی / از تو خدائی و ز ما بندگی

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست — کامدن و رفتنِ ما بہر چیست
بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز برہِ خویش مدارم مدار — ور بتو امید ندارم مدار
پردہ برانداز کہ چوں لاشوم — پردہ کشائے درِ الّا شوم
گم شدہ ام راہ نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش
دامنِ تر آب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے
ساختۂ سوختنم چوں خساں — آب ز سرچشمۂ تسنیم رساں
گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
اے گنہ آمرز شفاعت پذیر — پرگنہاں را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد — از منِ بد ساز کش نیکِ خود
در بد و نیکم بتو امید وار — نیکی بپذیر و بدی در گذار
خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت — کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت
کندہ چو در سوختن آرد وبال — پیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انعامِ تو اے کارساز — ق — از من و از طاعتِ من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام — نامۂ اعمال سیہ کردہ ام
عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — ہمچو منے را کہ شفاعت کند

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم | سینه قوی کن بیقینِ خودم
تا چو زعونِ تو قوی دل شوم | بو که توانم که بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بی حاصلم | چاشنیِ درد بنه اندر دلم
حسنِ عمل نیست که پیش آورم | عذر برسوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شده عیب کوش | عیب تو پوشی که توئی عیب پوش
گر همه نیک ست عمل یا بدم | دیده برافروز بعیبِ خودم
چون کژیِ دل کندم خود پرست | آئینهٔ راستیم ده بدست
ور بسوی راستی آید سرم | راست چنان دار کزان نگذرم
هر رهِ خیری که بگیرم به پیش | راهبرم بخش به توفیقِ خویش
وانچه بید ره برد انجامِ کار | از من و از خاطرِ من دور دار
معرفتم ده که شناسا شوم | بخردیم بخش که دانا شوم
نورِ هدایت بچراغم رسان | بوی عنایت بدماغم رسان
ای ز کرم بر دلِ ما در کشای | گم شدگان را سوی خود رهنمای
بر درِ تو بسته ام امیدِ بار | بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضهٔ رحمت دری | بو که بیابم ز سعادت بری
از درِ خویشم بدرِ کس مران | تو در چه کشاید ز درِ دیگران
من که بحکمِ تو درین کارگاه | از عدم این سو زده ام بارگاه

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر مثل نیک و اگر بد شوم در کنف ظلّ محمّد شوم

نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں

پیشہ وکہ کبہ انبیا — کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں درخطِ امکانِ او — کاین ومن کاں گہر کانِ او
کرد لوا نصب درایوانِ ہو — تختِ لوا آدم ومن دونہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ — برخطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ — خاتمِ انگشتِ ید اللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ ساز — یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں — خنصرِ او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں — ناتمتش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوّت شدہ برہانِ او — مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکّہ چو از مہرِ نبوّت کشاد — مُحَمَّدتش نام محمّد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند — فائدہ خاص فراہم کنند
گردہنِ میم شود زردہناں — حمدِ خداوند کند بے دہاں

تا نشود عونِ تو ام دستیار — کے شوم از طاعتِ خود رستگار
خاصہ کہ چوں بنگرم احوالِ خویش — عذر نہ و جرم ز اندازہ بیش
اے بعنایت علم افراختہ — کارِ دو عالم کرمت ساختہ
در تُتُقِ سرِّ توام راہ نیست — جز تو کس از سرِّ تو آگاہ نیست
سرِّ مرا چوں ہمہ دانندۂ — باز رہانم کہ رہانندۂ
گر ز تو بر خلد براتِ من ست — نامۂ من خطِّ نجاتِ من ست
ور تو کنی سوئے جہنم رہم — در کہ پناہم کہ ز تو وارہم
عذر ندارم چہ کنم بر گناہ — عفوِ تو گو تا شودم عذر خواہ
بر درِ تو آمدہ ام شرمسار — از شرِ من در گذر و درگذار
روئے سیاہم بتو دارد اُمید — ہم تو کنی روئے سیاہم سپید
کار بدستم چو ندادی نخست — کارِ من آخر ہمہ بر دستِ تست
دستِ من آں دم کہ بماند ز کار — دست ز کارِ منِ مسکیں مدار
از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل
در شبِ تاریک چو بینی رہم — مشعلۂ دہ ز انارِ اللّٰہم
اے ز نور خود مرا ۱۲
چوں شبِ من تیرہ شود روز بخش — شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش
صبحِ قیامت کہ بود گرم تاب — ظلِّ خودم بخش در آں آفتاب
پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا — حسبِ کرم بخشش ز حسبی کفا

در تتق بارگہش گاہ بار — مایدہ کش عیسی و خضر آبدار
پیش چنان چشمۂ دریا قیاس — نوح زبے آبی خود در ہراس
موسی اگر در رہ او نیست پیک — کی ارنی گوید و انظر الیک
زان رخ گلگون کہ گل افشان شدہ — نار براہیم گلستان شدہ
خوے خوشش چون خوے گل گشت پاک — از خوے او گل بدمیدہ ز خاک
گل کہ لباس خوشیش در بر ست — از خوے دیباچۂ پیغمبر ست
ساختہ نہ حجرہ یہ از ہشت باغ — ہشت بہشت از تہ او با فراغ
حجرہ نہ و خلد نہ از ہشت بیش — یعنی ازان ہشت بیک حجرہ پیش
تا بسریر عرب آن جم نشست — رعب عرب در ہمہ عالم نشست
خطبۂ لولاک بپرداختہ — منبر نہ پایہ ازان ساختہ
ہستی او تا بعدم حانہ بود — نقش وجود از ہمہ بیگانہ بود
چون ز وجودش عدم آوازہ یافت — تختۂ ہستی رقم تازہ یافت
سایۂ رحمش کہ ز گردون گذشت — رزق رسان بر ہمہ آفاق گشت
سایہ ز بس نور نہ بد پیش و پس — سایۂ خورشید ندیدہ است کس
سایہ نہ و ظل سلامت ازو — سایۂ خورشید قیامت ازو
از پئے خورشید قیامت جہان — ساختہ از گیسوئے او سائبان
موئے بموئے گیسوئے او مشک خشک — فرق نبودہ سر موئے ز مشک

ور زمیان حلقهٔ حا گشت دور　　مدّ ظلالی دهد آن شاخِ نور
ور کمرِ میم دگر بر کشاد　　دال برحمت شد و آن در کشاد
نادره نامے که بهر حرفِ خویش　　نادره بخشد از اندازه بیش
نامِ محمّد بدو تدویرِ میم　　در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم
یعنی اگر کس ز محمّد پرد　　چشمِ وے آن به که ز حد نگذرد
بلک محمّد بدو میمِ درست　　یافت دو حلقه بحدِ خویش جست
حلقهٔ او سلسلهٔ تافته　　هر دو جهان بستهٔ آن یافته
در شبِ تاریکِ عدم ره نبود　　ورچه که ره بود کسی آگه نبود
نورِ نخستش چو علم بر کشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید
هستی ازاں نور چراغے بدست　　راه نما گشت بهر کس که هست
یافت نخست آدم ازاں نور تاب　　عطسه زد از دیدنِ آن آفتاب
چشمش ازاں نور چو بینا شده　　عطسهٔ او نورِ مسیحا شده
با دمِ مسیحاش چو دمساز شد　　مریم از و حاملهٔ راز شد
مُرده مسیحش بدمِ بندگی　　دم نزده پیشِ وے از زندگی
سینهٔ آدم دم از و یافته　　زخمِ عصا مرهم از و یافته
بلک خود آدم برهش خاک بود　　خاکِ ورا کرده ملایک سجود
آتشِ بدخواه چو شد تابناک　　دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

من کہ بدل راستیم نیست کار — رستہ نگردم بجز آں رستگار
نے بہوا گفت اگر راز گفت — کانچہ بگفتند بدو باز گفت
ماہ ز سیرش اثرے یافتہ — تاب نیاوردہ و بشگافتہ
گرچہ شب چاردہم راست مہ — چاردہ مہ خوانش نہ بل چاردہ
ابرو و مژگاں قلم و نوں ہم — صورت او سورۂ نوں والقلم
اُمّیِ دانا کہ بعلم فزون — راندہ قلم بر ورق کاف و نون
بے خط و قرطاس ز علم ازل — مشکل لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گزاشت
اَعلمِ حاذق بوجود و عدم — افصحِ صادق ز عرب تا عجم
آنکہ دریں پردہ مخالف نواست — گو بحجاز آے کہ حجت بجاست
اے[۱] کہ نبی گفتہ او گفتہ — مردہ تواں گفت اگر خفتہ
ہست[۲] نبی گر سخن (قرآن ۱۲) آں بشر — تو بشری نیز بگوئی دگر
آنچہ دل از یک نقطش گم بود — کے بحد فکرت مردم بود
دور شو از حجت غیبت بدور — کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور
سخت تریں کفر کہ اعراب راست — غیر براہیں نشدستند راست

---

۱ دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ ۲ دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیہ اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِثْلِهٖ ۱۲

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود　　مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف　　خوش دم ازو نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے　　یافتہ منشورِ نجات از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست　　کا منِ خود از ایمنۂ خود بشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود　　کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ　　طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگ و قارش بصفِ اصطفا　　مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغ زبانش کہ چناں تیز بود　　بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید　　رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش تیغ　　ہم سرِ بد خواہ بُرد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ　　گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

دعا بحقِ کفار سے

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں　　تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین　　رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت　　شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد　　شاعرِ کذّاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ　　پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

داد نویدش که ازیں قعرِ چاہ — خیز و بپیمای ابدجوے راہ
رو که کشاده درِ احسان تست — داعیهٔ دعوتِ یزداں تست
منتظر انند ملایک به پیش — منتظراں را نظرے دہ بخویش
باز کشادست درِ آسماں — پاے برون نہ ز زمین و زماں
خیمه ازیں دایره بیروں فگن — غلغله در عالمِ بیچوں فگن
در قدم افراز یزک را علم — ساقه سوے عرش فرست از قدم
(عقب سپاه ۱۲)
باز کشا صفِّ جناح از ملک — برگذراں جنبشِ قلب از فلک
قلب رواں کن درِ سلطاں بزن — تیغ برون کش سرِ شیطاں بزن
فرصتِ آں نیست که شینی بجاے — خیز بدولت برکاب آر پاے
صاحبِ معراج که ایں مژده یافت — روے ازاں معرجِ دولت بتافت[1]
برق صفت جست به پشتِ براق — کرد بمیثاق شتاب از وثاق
(خانه ۱۲)
صفِّ ملایک برکابش دواں — پیشروِ کوکبهٔ خسرواں
طرّقوا از غیب ندائے رهش — مشعله در پیش ز نورِ اللّهش
چار ملک غاشیه بسته بدوش — هفت فلک حلقه فگنده بگوش
بر فلکِ ماه بر آمد نخست — ماه که بشکست[2] ازو شد درست
تاخت ازاں جاے بمیدانِ تیر[3] — تیر[3] دراں کیش شد آرام گیر

---

۱ بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ ۲ بشکست از معجزهٔ شق القمر ۱۲ ۳ تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

مدتِ ہفصد سشد ازو تا بما — تازہ ترست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے — او شد وایں نیز نماندے بجائے
ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے ہمہ وقت روائی دہد
اینت شہے کو زجہاں بست بار — دولتِ او تا بہ ابد پایدار
بارخدایا بحقِ آں رسول — کیں سخنِ چند کن ازما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

سِرِّ اسریٰ شِ[1] ز زلفِ سیہ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد — قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت — دودۂ آں را شبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک زسوادے کہ داشت — کرد ہمہ گوشۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی نشاں — بازسیہ کردہ ہمہ چشم شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی زدور — آمد و آورد براقے زنور
پائے براقش کہ زاختر گذشت — چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید — طالبِ آں نور بچشمِ اُمید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب — خفتہ کہ دید ست مہ و آفتاب

---

[1] اتباع رسم قرآن کردہ شدہ تلفظ اسریٰ شس باشد ۱۲

آنکه با انکار دریں دم زند[1] | بر دهنش زن که زنخ می زند

اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید | ایں خبر او داد کہ عقل آفرید

با خبرش عقلِ تو گر خویش نیست | عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست

عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت | کے بتواند بچناں رہ شتافت

طورِ دگر بیشتر از عقل ہست | واں نبود کے رسد آنجات دست

دست ہماں مرد بداں جا رسد | کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد

راست بقوسین در آمد چو تیر | چشم ز مازاغ شده گوشه گیر

آں دو کمانش کہ بیکجا کشید | بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید

ترکِ کماں کرد قدم پیش برد | دست بآماجگہِ خویش برد

منزلتے یافت منازل نورد | کیف و کم از راہ بروں بر دگرد

پردهٔ خویشی ز میاں خاستہ | مرتبهٔ بیخودی آراستہ

آئینہ صورتش از سینہ رفت | صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال | بے حجبش جلوہ نمود آں جمال

رفت چو حدِّ جہت از پیش و پس | از پس و از پیش خداوند و بس

نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت | نورِ بقا دید و ثنا در گرفت

بانگ بروں زد بادائے سپاس | شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب بانکار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

زهره که دریافت[۱] ازاں صبح تاب | کرد حراں بدفِ آفتاب
دید چو خورشید بدریائے نور | کرد زن چشمهٔ بے آب دور
گشته دراں کوکبه بهرام پست | تیغ بیفگند و بهم دست بست
یافت غبارے رهش مشتری | قیمتِ آں داد نه انگشتری
پرتوِ او تافت بروئے زحل | گشت نحوست بسعادت بدل
کرد از آنجا بثوابت عروج | پُرمه و خورشید شد از وے بروج
پاش چو کرسیِ فلک را گذاشت | عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت
فی الحال ۱۲
پیشترک زاں چو شدندش دلیل | لرزه در آمد بپرِ جبرئیل
دامن ازاں پایه فرو تر کشید | پائے بدامانِ ادب در کشید
طائرِ عرشی بسوئے سدره راند | خطبهٔ طوبیٰ لکش از دور خواند
جست بروں جوهرش از کن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں برد ذات | زیر و زبر هیچ نماند از جهات
در محلے کز جهت[۲] آمد بری | ز آب و گلش کرد عمارت گری
پیشتر از عقلِ کُل از جائے خویش | رفت بکُل با همه اجزائے خویش

---

[۱] یعنی چوں زهره ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت داده سرودن آغاز دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[۲] یعنی در محلیکه از جهات سته بری بود رسول صلعم آنرا از گِل تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاهر تشریف برد این ست که معراج مع الجسد بود نه که مجرد روح ۱۲

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده — چشمه چه گویند که دریا شده
ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما — نورِ رخت شمعِ شب‌افروزِ ما
تو شده مخصوص بعونِ خدای — عونِ تو ما را بخدا رهنمای
بنده سه حاجت بتو امید بست — وان باجابت رسد امید هست
اوّلش این کین سخنم در پذیر — ور زللی هست گرفته مگیر
آن دومیش گرچه نه اندر خورم — سوی خودم خوان و مران از درم
سومیش آن ست که انجامِ کار — دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه
نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را ابر ران

وقت شد اکنون که بجادوگری — باز کشائیم درِ داوری
در قلم از سحرِ زبان برکشیم — سحرِ زبان را بقلم درکشیم
برسمن از غالیه بندیم بند — پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند
سلکِ سخن را که درافشان کنیم — پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم
ای سخن از رشته برون ریز دُر — زر دُرِ خود کن همه آفاق پُر
زانکه چو بوسم درِ دولت پناه — تحفه ازین به نبود پیشِ شاه
شاهِ سکندر روش و دارا نشان — آئینه روی سکندر وشان

دل بتضرّع خبر اندوز کرد / لب بتحیّت ادب آموز کرد
گاه بخود لا شد و الّاک گفت / گاه بد و نعبدُ ایاک گفت
رحمتِ حق نیز بعونِ تمام / گفت سلامش علیه السّلام
ریخت بدامانش زهر گفتنی / گوهر ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابی که خواست / گشت مشرّف بجوابی که خواست
جامِ عنایت بصفا نوش کرد / از خودی خویش فراموش کرد
بس که برون برد وصالش ز پوست / فرق ندانست ز خود تا بدوست
راه که پر گم شد ازان جبرئیل / وهم ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازان قبله که دل کشید / پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس که وی آن راه بسرعت نوشت / پیشتر از رفتنِ خود بازگشت
رفته و باز آمده دریک زمان / رفتن و باز آمدنش توأمان
چشمِ یقینش چو برحمت فتاد / امتِ بیچاره نرفتش زیاد
هر تحفی کز کرمِ غیب یافت / دامنِ پُر جانبِ امت شتافت
با شرفِ رحمت و تشریفِ جود / گوهرِ اقبالِ حبیبِ ودود
آمد ازان مقصدِ مقصود باز / زاد ره آورد باهلِ نیاز
گفتنی آن را که سزا دید گفت / داشتنی هم بدل اندر نهفت
آب که خود خورد ازان زمزمه / قطره چکانید بکامِ همه

تا زکفش یافت زمین کیمیا   رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بر دید ز زمین سرخ و زرد   تنکۂ زر داں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروے زمین   گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازین

در کفش از سکۂ ضربِ کرم   کوفتگیہاست بروے درم

سکہ چو از مہر درم ساز کرد   بخششِ او مہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاش ز بہر کرم   کرد یکے را دو عیارِ درم

بین کہ عیارِ درمش تا چہ شد   کز سہ یکے بود یکے را سہ شد

ہر طرفے کاخترِ او رو نہاد   فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست   خاک بر آں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز این سرمہ نیارد ازو   کیست کہ این چشم ندارد ازو

بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار   چشم نہادند سراں صد ہزار

سرمہ کہ ہر چشم بر آں در فشاند   خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

ز اہلِ بصر ہر کہ بر آں در شتافت   خاک طلب کرد و لے سرمہ یافت

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک   خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں   ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوے فلک رفت ز میدانش گرد   ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب   تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

برج شرف چون فلک از هفت پشت ‌‌‌‌‌‌ هفت فلک خنصر او را مشت
با شرف ماه سر افراخته ‌‌‌‌‌‌ جای شرف بر سر مه ساخته
پشت به پشت از دو طرف شهریار ‌‌‌‌‌‌ هر طرف از هر دو طرف تاجدار
در گهر از تاجوران سربلند ‌‌‌‌‌‌ بر صفت تاج بگوهر بلند
میوهٔ دلهای بلند افسران ‌‌‌‌‌‌ شاخ بشاخش نسب سروران
میوه که آمد چو ز بالش ببار ‌‌‌‌‌‌ میوه یکی آمد و بالش چهار
نور جد از جبههٔ او تافته ‌‌‌‌‌‌ نور جد از نور جد خود یافته
شمس جهانگیر جد با فرش ‌‌‌‌‌‌ اظهر من شمس جد دیگرش
ناصر حق شاه فرشته سرشت ‌‌‌‌‌‌ خوی خوشش نسخهٔ باغ بهشت
جد سوم شاه غیاث امم ‌‌‌‌‌‌ حاکم فرمان ز عرب تا عجم
هر سه جدش کعبهٔ ارکان جود ‌‌‌‌‌‌ کرده دو عالم سه جدش را سجود
پایهٔ شاهی که زمه برترست ‌‌‌‌‌‌ کیست که این پایه بدو درخورست
شاه جوان بخت معز جهان ‌‌‌‌‌‌ تاج ده و تخت ستان شهان
وارث اکلیل کیان کیقباد ‌‌‌‌‌‌ کافسر جد قسر کیانیش داد
یافته از خطبهٔ نامش اثر ‌‌‌‌‌‌ پایهٔ منبر بفلک برده سر
با همه زان منبر چون نردبان ‌‌‌‌‌‌ خطبهٔ او بر شده تا آسمان
سکهٔ نامش چو درم شد درست ‌‌‌‌‌‌ بلکه بنامش درم از خاک رست

در خطابِ شہِ عالم چو بسلکِ خدمتش
آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند | چترِ تو از ماہ بیک سر بلند
سودہ بہ چترِ سیاہِ تو سر | در مہ ازاں کرد سیاہی اثر
گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ | قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ
کلّۂ گردوں کہ عماری وشست | بر درِ قدرِ تو عماری کشست
(خیمہ ۱۲)
رایتِ میموں کہ شدہ چرخ تاب | کوس زدہ با علمِ آفتاب
کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست | جز سخنِ فتح نگوید بپوست
لشکرِ تو از عددِ ذرّہ بیش | ہر یک ازاں ذرّہ ز خورشید پیش
افسرِ خورشید بشاہی توئی | نے غلطم ظلِّ الٰہی توئی
بارگہت راست بہنگامِ بار | مہر سلاحی و فلک پردہ دار
صفّۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت | بارگہت را نتواں گفت جفت
قصرِ ترا برجِ کمان تیر[۱] کش | شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش
مہ کہ در انگیزشِ رنگ ست چست | نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست
بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر | غرق شود تا کمر اندر گہر
تیغ بر آور کہ بلند اختری | آئینہ برگیر کہ اسکندری

۱؎ تیر شہتیر ۱۲

نورِ جبینش چو بدید از کمیں — در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او رست ز رفعت مکاں — زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو بر کشتنِ دشمن کند — خونِ بداندیش بگردن کند

گاهِ وغا یک تنہ چوں صد سپاه — ملک ستاننده تر از مهر و ماه

بست چو در قلعه کشائی کمر — لعل و گهر ساخت عدو را جگر

سلکِ گهر از دُرِ بحری برش — عبرهٔ بحرین بهائے دُرش

روم بگیرد بگهِ کارزار — تیغِ وے از زنگ نگیرد زعار

ناوکِ دُر پیکانش بهیجاے و جنگ — ایں ز خطا دور شد آں وز زنگ

گر بکمان دست برد چوں هژیر — قوسِ قزح داں که برآمد ز ابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش — زه ز کمانِ خودش آمد بگوش

روے چو خورشیدِ وے اندر کماں — کوهیِ روزِ بداندیش داں

آمده تیرش ز خطا چند ره — لیک نرفته بخطا هیچ گه

تیرِ وے از شیر جهد گاهِ کار — شیر ز تیرش بجهد در شکار

گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست — حالگهِ[1] بخت بمیدانِ اوست

ایزدش از فتنه نگهدار باد — یاورِ وے باد دولت وے یار باد

---

[1] حالگه اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

نافہ خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جزیں فرق نشاید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید
صحن زمیں پیشِ تو با ایں وقار | ماند چو ذرّہ بہوا بیقرار
دورِ فلک مست ز جامِ تو شد | زہر بیک جرعہ غلامِ تو شد
زہرہ بخنیا گریت کرد عزم | بو کہ ازیں پردہ[1] در آید بزم
خوں شدہ ز احسانِ تو کاں را دروں | وز دلِ صد پارہ برانداخت خوں
موجِ کفت رفتہ بدریائے آب | آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب
لافِ نوالت چو ز دریا شنید | آب ز تیزی لبِ دریا گزید
خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد | چوں کفِ خود حاملِ خاشاک شد
باد مدام آں کفِ دریا نشاں | ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں
گشت گہ بخششِ دُرِّ ثمیں | ہر غرضِ ما خاصۂ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
معذوری۔ از زلفِ سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ | سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گیرم ترا زیں چشمِ تر دشواری آید نظر | بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

---

[1] ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

پیشِ سریرت که شد از چرخ بیش — خندهٔ ضحّاک بر اورنگِ خویش

از رخِ خود[۱] پیشِ تو خاقانِ چیں — صورتِ چیں کرده بروے زمیں

کیست فریدوں که بمسندگهت — می نهد دیده بخاکِ رهت

چشمِ سیه کو که نساید براه — تا نکند خاکِ رهت را سیاه

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت — نیست مرا او را به ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی همه عالم بنام — تیغ فرو خفت میانِ نیام

جبهتِ تو با رقمِ عدل و داد — لوحِ خدائیست که محفوظ باد

عدل چو موئے تو بهر چار سوے — جمله جهاں بستهٔ یکتا رِ موے

عدلِ تو بربسته به نیروئے خویش — گردنِ ده گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جهاں برگشاد — بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنیِ دهر خواست — نرگسِ رعنا ز زمیں خفته خاست

کفر شد از بس که خرابی پذیر — دیو نگردد بجهد دیو گیر

هیبتِ تو تیغِ سیاست بدست — حربه زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنه ز بختِ تو بخسپد بسے — بختِ تو در خواب نه بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جهاں — چشمهٔ خورشید نماند نهاں

خاتمِ جم با همه نقشِ کمال — از تو شد انگشت نما چوں هلال

---

[۱] یعنی خاقانِ چین رخِ خود را پیشِ تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

هر دم ازاں قلعهٔ مینو سرشت | قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت
چوں فلکِ ثابتهٔ ثابت صفات | نے چو فلکهائے دگر بے ثبات
برجِ فلک آمده ثابت سه چار | برجِ حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجاتِ سپهر | گشته بگردِ سرِ او ماه و مهر
کنگرِ او گشته زبانِ جمله تن | و آمده با ماهِ سما در سخن
چرخ نداند در و دیوارِ کس | تکیه بدیوار و درش کرده بس
ملک زِ دروازهٔ او فتحِ باب | سیزده دروازه و صد فتحِ باب
تا مِ بلندش رهِ بالا گرفت | تا بخُتن شد همه یغما[1] گرفت
گر شنود قصهٔ ایں بوستاں | مکه شود طائفِ[2] هندوستاں
شهرِ نبی را بسرِ او قسم | شهرِ خدا گشته زصیتش اصم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا | گفتم روم ست نگفتم خطا[3]
قبّهٔ اسلام شده در جهاں | بستهٔ او قبّهٔ هفت آسماں
ساکنِ او جمله بزرگانِ ملک | گوشه بگوشه همه ارکانِ ملک
تختگهِ تاجورانِ بلند | گشته زاقبالِ شهاں بهره مند
گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف | گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف
بر سرِ هر کو ز بزرگان صفے | در رفِ[4] هر خانه نهاں رفرفے

---

[1] یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت - هر دو موزوں هستند ۱۲ [2] طائف طواف کننده و نیز شهرے ست در عرب ۱۲
[3] خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر هر دو معنی درست ست ۱۲ [4] طاق که در پهلوے دروازه سازند ۱۲

زین پس بخوبان ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم
گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوار

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے
ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کار

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را
ہر چونکہ داری خویش را بربستہ ام در تا

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم
یا رو بدیوار آورم بارے ہماں دیوار

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازار

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم ہست مشہورِ وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسہا اللہ عن الحادثات

دورش از انگاہ کہ پرکار شد
دائرۂ چرخ ز پرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش
در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حسنِ برونیش ز عالم بروں
عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حسنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیر ست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپہر
کائے[1] فلکِ نو کہن دار مہر

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

سقفِ سما کز کہنی شد نگوں — در تہِ او داشتہ سنگیں ستوں
تا سرش از اوج بگردوں شتافت — گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت
آنکہ ز زر بر سرش افسر شدہ است — سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود — زو زرِ خورشید عیاری نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر — آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر
گرنہ نزِف شد فلکِ شیشہ ساز — از چہ بر آں سنگ بود شیشہ باز
دیدنِ او را کلہ فگندہ ماہ — بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
ماہ نخسپید ہمہ شب تا سحر — کز سرِ سختش خلہ دارد ببر
زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد — برق ز جا جست و دگر جا فتاد
شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش — زد ز بلندی بحقِ چرخ نیش
بر ملکش سایہ طرف بر طرف — تا فلکش پایہ شرف بر شرف
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں — کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ[۱] عیسی گزشت
موذنش[۲] آنجا کہ اقامت کشید — قامتِ موذن نتواند رسید
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

---

۱ بیت المقدس ۱۲

۲ موذن ظرف از اذان یعنی مکبّرہ کہ موذن بر آں ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

مردمِ یکجا نه و صد خورّمی　　خانهٔ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع که چنان ست درو
شجرهٔ طیبه هر سوئے چو طوبی الجنان

مسجدِ او جامعِ فیضِ اله　　زمزمهٔ خطبهٔ او تا بماه

بر سرِ نُه تخت گرفته شهی　　منبرش از خطبهٔ بیت اللهی

آمده در وے ز سپهرِ کبود　　فیض بیکی خواندنِ قرآں فزود

غلغلِ تسبیح بگنبد درون　　رفته ز نُه گنبدِ والا برون

گنبدِ او سلسله پیوندِ راز　　سلسله چون کعبه شده حلقه ساز

خوانده امم کعبهٔ دینِ خودش　　پیش نشسته حجر الاسودش

بندهٔ سنگش دُر و لعل و عقیق　　زو همه آزادی بیت العتیق

هر که سعادت بودش رہنمائے　　بر درِ او سر نهد از گاه پائے

در تهِ سقفش ز سما تا زمیں　　نصب شده جمله ستون ہائے دیں

قامتِ خود کرده موذّن دراز　　داده اقامت به ستونِ نماز

صفتِ شکلِ مناره که ز رفعت سنگش
از پئے خنجرِ خورشید شده سنگ فشاں

شکلِ مناره چو ستونے ز سنگ　　از پئے سقفِ فلکِ شیشه رنگ

مرغ بہر رود وے اندر سرود — رقص کناں ماہی از آواز رود

شیشہ گری[1] کرد بر آبش حباب — شیشۂ خالی و جہاں پر گلاب

باد کہ بر وے خطِ زیبا نوشت — نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت

عمق درو کار بجائے کشید — کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید

رفت زمیں را چو حجاب از میاں — گشت پدید از تہِ آب آسماں

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

بسکہ زمیں رفت بہمراہیش — گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

حوض نگویم کہ جہانے ز نور — نور کزو دیدۂ بد باد دور

گردِ وے از اہل تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ

نادرہ شہرے کہ بجدش دروں — نادرہ زینساں بود از حد بروں

شہر نہ بل بحرِ عجائب نما — بحر دمے گشت بکوہ آشنا

زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیمِ عدو سنگسار

تا بدو وز سنگ بہ پیرامنش — روضۂ باغ و چمنِ گلشنش

تا فلک از چوں بدو داد آب — دجلہ رواں برد بغداد آب

ہر کہ دریں ملک دمے آب خورد — گشت دل از آبِ خراسانش سرد

بسکہ خنک دید خراساں بہر — گشت ہمہ سال برو سرد مہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

صفتِ حوض که در قالبِ سنگیں گوئی
ریختهٔ دستِ ملک زآبِ خضر صورتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوه — آب که صفوت و دریا شکوه
ساخته سلطانِ سکندر صفات — در رسدِ کوه آئینه زآبِ حیات
تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد — آبِ خوشِ چشمه فراموش کرد
شهر گرا ز وے نبود آب کش — کس نخورد در همه شهر آبِ خوش
آب که علت زبرائے تری ست — تری آں آب زعلت بری ست
در نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں
در تهِ آبش ز صفا ریگِ خرد[2] — کور تواند به دلِ شب شمرد
موجِ بلندش که رسد تا بماه — یا ز دهد آب بابرِ سیاه
سیلِ وے آهنگِ بکهسار کرد — کوه بتر دامنے اقرار کرد
چوں مد و جزرش ز نشیب و فراز — زآب زکوه آمده و رفته باز
چوتره و قصرِ بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شده تا آبِ جون[3] — جوں زپے آب از و بسته عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیراکه زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲
[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست که کور هم در میانهٔ شب ذرهاے او را میتواند شمرد ۱۲
[3] جون دریائے جمن ۱۲

پنج ہزار از ملکِ نامدار | لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار
کوکبهٔ زنگو نه کواکب عدد | کانجمنِ چرخ بر دزاں مدد
بر سرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد | تاجور و پاک گہر کیقباد
کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش | بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
ضبط چناں کرد جہاں راز داد | کز نکے و جمشید نکردند یاد
گنج برانگونه بصحرا فگند | کز کرم آوازه بدریا فگند
مرتبهٔ عدل چناں بیش گشت | کاتش و خاشاک بہم خویش گشت
بسکه جہانے بزر انده شد | لشکر و شہری ہمہ آسوده شد
گرم شد آوازه بگردِ جہاں | جزیه بدرگاه رسید از شہاں
لرزه در افتاد بر ایانِ ہند | از حدِ لکھنوتی تا آبِ سند
رفت خبر بر شہِ مشرق پناه | ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاه
کافرِ او را پسر انباز گشت | واں شرف از وے به پسر باز گشت
گرچه بخو دراه نداد ایں غبار | عاقبتش بود تغیر بکار
چتر ببر کرد و علم برکشید | ساخته کیں شد و لشکر کشید
لشکرِ مشرق ز عوض تا به بنگ (بنگاله ۱۲) | چیره دل و خیره کش و تیز جنگ
ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزا | ہر ہمه شیر افگن و اژدر شکار
تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بشتری نیزه ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب که بسیار جری مے باشد ۱۲

گرچہ دریں ملک ہوا ہست گرم / از خنکیہائے خراساں چہ شرم
مہرِ فلک گرم شد اندرو فاش / گرم ازاں گشت جہاں را ہواش
گل ہمہ سالہ بچمن خوش نسیم / خاک زگلہا شدہ پر زرّ و سیم
ترّیِ صد گونہ بصد برگِ تر / کوزۂ ہر خاک پر آبے دگر
خطِّ ترِ سبزہ بصحرا و کشت / نسخہ گرفتہ ز سوادِ بہشت
میوہ ز ہند و ز خراساں بسے / زانچہ نخوردہ بخراساں کسے
مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت / خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت
ہر ہمہ نزدیکِ دل و گرم خوں / رفتہ چو جان در تنِ مردم دروں
ہر سرِ مو بر تنِ ایشاں ہنر / وآمدہ در موئے شگافی بسر
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم است / ہست در ایشاں و زیادت ہم است
وز قلم ہر چہ بر آرد علم / وانچہ نگنجد بزبانِ قلم
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند / واہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر زبانے نو ست / ریزہ چیں کمترشاں خسرو ست
چوں ز سخن بگذری آہنگ و ساز / نغمۂ مرغانِ بریشم نواز
زخمہ زنانے کہ بگاہِ سرود / از رگِ ناہید بتابند رود
واز ہنر نیزہ و پیکان و تیر / ہر کہ در آید بنظر بے نظیر
لشکرِ مانی ہمہ لشکر شکن / گاہِ وغا غازیِ کافر شکن

خوں خوردنِ شاں باشکار است   گرچه پنہاں خورند باده
فرماں نبرند ازانکه هستند   از غایتِ نازِ خود مراده [1]
نزدیکِ دل آنچنانکه جاں را   برداشته گوشه نهاده
جائے که بره کنند گل گشت   در کوچه دمد گلِ پیاده
آسیبِ صبا رسید بر دوش   دستارچه بر زمیں فتاده
شاں در ره و عاشقاں بدنبال   خوناب ز دیده ها کشاده
ایشاں همه بادِ حُسن در سر   وانیها همه دل بباد داده
خورشید پرست شد مسلماں   زیں هندوگانِ شوخ و ساده
کردند مرا خراب و سرمست   ایں مغ بچگانِ تاک [2] زاده
بر بستهٔ شاں بموئے مرغول   خسرو چو سگیست در قلاده

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مهرِ شهٔ شرق
و آمدنِ تیغ کشیده زپے ضبطِ جهاں

شاهِ فلک چوں بکماں دست برد   تیر مه [3] اقلیم بسرما سپرد
گشت چو کجینه کمانِ سپهر   داد سپهر آتشِ تیزش زمهر
قوس همی گشت نمی ایستاد   زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مراده سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم نانک ۱۲ [3] تیر مه و تیر ماه بلقب پارسیان مدت ماندن آفتاب
در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

راوت[1] ثروپین[2] زن وخار اشگاف — پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہ آزموں — خشت نشانند بسنگ اندروں
پایک بازی گروموزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بسرِ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود در روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زناں آب زمردانِ مرد
ساختہ جنگ سپاہے چنیں — گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خارزار — از پئے گلگشت ببوئے بہار
راند ازاں جا بعوض بادپائے — بادہمی ماند زسیر ش بجائے
درعوض آمد کمر کینہ چست — خطبۂ خود کرد بد آنجا درست
شہر عوض را ہم ازاں دستبرد — غارت ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر — بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از میش — ساغرِ مقصود پئے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش — ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی والے بتاں سادہ — پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ثروپین نیزہ کہ چک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل
سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرۂ فزوں در درمِ ماہیاں
باد کہ بر آب ہمی زد رقم — آب چو شد تختہ بماند از رقم
گردِ دے دیوانہ جنوں در گرفت — باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت
دانہ بعہدے کہ نرست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا
گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے — زو بطِ زرپائے شدہ نقرہ پائے
حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ وے از نقشِ تسلسل نجست
چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند — کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند
آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں

آتش ازانجا کہ بدل جائے کرد — دود[2] بر آمد ز نفسہائے سرد
گرچہ زبردستِ عناصر نشست — گشت بسرہا ہمہ را زیرِ دست
بسکہ جہاں سوزی و گرمی نمود — چوب چناں خورد کہ برخاست دود
دود کزو سوختہ در تفّ و تاب — بر شدہ برابر بامیدِ آب

---

۱ شمر بفتحتیں حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲
۲ دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشین   گشت همه خانهٔ[۱] قوس آتشین

زالِ جهان چرخ زدن کرد ساز   داد بشب رشتهٔ بغایت دراز

رشته ز تطویلِ همه خورد پیچ   نامهٔ تقصیرِ درازیش هیچ

بنده بسے دید که شب کم نگشت   گرچه که بر شب مه کامل گذشت

گم شده روز از شبِ بے منتہا   خواند همی از پئے خود والضحیٰ

روز چنان تنگ مجال آمده   کش نگہِ چاشت زوال آمده

خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب   کرد حک و روز نہادش لقب

بستنِ یخ بود بهر بوستان   گرچه نشد برف بهندوستان

از عملِ عالمِ پر انقلاب   نقرهٔ خالص شده سیماب آب

داشت چمن با دَیِ دیوانه جنگ   جوئے همی داد بدیوانه سنگ

آب ز آهن شده زنجیر تاب   بلکه ز آهن شده زنجیرِ آب

هر که که در سلسله کاری نشست   سلسلهٔ گم شد و دیوانه جست

چشمه ز بے سنگیِ خود می شتافت   گشت گران سنگ ز سنگی که یافت

آب که صد شیشه نمودے ز دست   سنگ شد و شیشهٔ خود در شکست

بسته جهان بندِ مسلسل بر آب   داد کلیدش بکفِ آفتاب

قطره که از ابر چکان بر هوا   مهرهٔ بلور شده در هوا

---

[۱] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لاے نقطه آتشین ست ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جان　　زنده نشد تا که نداد او زبان
نور چراغی که بشب داشت پاس　　گشته بهر خانه ازو روشناس
سود کلاهِ حبشش سر بماه　　کو ز دخان یافت کلاهِ سیاه
هر که دمی زو شده عیسی قدم　　زنده کنان آتشِ مرده بدم
شعله کشان از سرِ آتش زبان　　شقّه بهر پشت شده پشتبان
خلق ز پیش آتش و پنبه ز پس　　خود میان مانده چنین دید کس
هر که ز پوشش مددِ پشت یافت　　روی خود از آتشِ خورشید تافت
پوششِ شاهانه خز و آبِ زر　　خاصه که پوششِ ایّام خز
سیمبران بسته بگاه سلب　　گردنِ[۱] مه را بدوالِ قصب
آب تنک شد ز تری بهر آن　　تا بگلو یار مراهم زمان
لرزه کنان بر تنِ خوبان حریر　　چون گلِ نسرین بلبِ آبگیر (حوض ۱۲)
پیرهن از پشت بتانِ چو ماه　　شعرِ سیه در تهِ جعدِ سیاه
تار ربا ریکی مو تافته　　بافته و شعر لقب یافته
تن ز کتان در لت و با لرزه بار　　لت که کند بر تنِ خود اختیار
شقّهٔ دیبا برِ زیبا شده　　سیم بران صورتِ دیبا شده
اطلسِ رنگین که ز خون آمده　　آتشی از دود برون آمده

---

۱ یعنی گردن خود را از گلو بند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار ‌ ‌ ‌ ‌ خلق و جهان گشت ازو پخته خوار
پخته بسی گشته ازو دیگ مرد ‌ ‌ ‌ ‌ دیگ بسی پخته ولی خود نخورد
گاه بهر خانه وطن ساخته ‌ ‌ ‌ ‌ گاه بسی خانه برانداخته
بسکه زبان آوری آموخته ‌ ‌ ‌ ‌ جمله جهان را بزبان سوخته
تیغ زبان را چو گرفته بدست ‌ ‌ ‌ ‌ روی ازو تافته هر کس که هست
ذرهٔ او سوی هوا در شتاب ‌ ‌ ‌ ‌ ذره که گردد بدمی آفتاب
تیز چو شد خنجر آن گرم خوی ‌ ‌ ‌ ‌ پشت ندیدش کس ازو هیچ روی
گاه گل شمع شده در ضیا ‌ ‌ ‌ ‌ گاه شده فاکهةٌ[۱] فی الشتّاء
هندو ازو سوزش تن دید سود ‌ ‌ ‌ ‌ پیشترش گرچه پرستش نمود
هر که شد از دون خدا قبله ساز ‌ ‌ ‌ ‌ سوخته گردد هم ازان قبله باز
آب که زو جوشش بسیار دید ‌ ‌ ‌ ‌ کشتن او مصلحت کار دید
کرهٔ ناری نسب و نامدار ‌ ‌ ‌ ‌ گام نزد تا نشدش باد یار
کرّه که چون باد روانه شده ‌ ‌ ‌ ‌ گاه شدن خانه بخانه شده
کرّه که هر بار طبق پخته کرد ‌ ‌ ‌ ‌ سوخته شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست برون ناگهان ‌ ‌ ‌ ‌ گرم چو خورشید گرفته جهان
بس که درو یافت لطافت اثر ‌ ‌ ‌ ‌ نامده کیفیت او در نظر

---

۱ در حدیث آمده است النّار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

هر که بشب کرد گلیمی فراز — کرده باندازهٔ آن پا دراز

وانکه زاندازه برون برد پای — سردی ایام نمودش سزای

این شده پشمین زگلیم درشت — شقّه شده او ز پی[۱] پنبه پشت

گشته بهم پنبه و پشم آشنا — گرچه بود پشم ز پنبه جدا

دکدک دندانِ برهنه تنان — چون شغب برچوبکِ چوبک زنان

گرم شده از مددِ جامه مرد — مردمِ بی جامه بجا گشت سرد[۲]

بو که ز سرماش رهاند خدای — لرزه گرفته همه را دست و پای

زانوی مردم بشکم در شده — آینه وش شانه برابر شده

دست بکش[۳] مردمِ مفلس زباد — کش خنکی دست کشیدن نه داد

هر که طلب کرد ز خورشید تاب — گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جهان رشتهٔ صبح از سپهر — دوخت بی جبهٔ[۴] مسکین ز مهر

مهر نما چرخ به مهر جوی — هم زپسِ پشت هم از پیش روی

بس که شده پرستش خورشید گرم — پشت بدو داده همه کس ز شرم

شب بچنین وقت برآهنگ می — رخش طرب کرده روان پی بپی

باده همی خورد همی خورد غم — عیش همی کرد همی کرد کم

---

۱ از بسیاری پنبه پشت ایشان پنبه شد گویا که پشت ایشان عین پنبه شده بود ۱۲   ۲ یعنی هلاک شد ۱۲

۳ مفلس دستها در بغل خود کرده بود زیرا که سردی او را اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

۴ قال النبی صلی الله علیه وسلم الشمس جبة المساکین ۱۲

قرطه شده بر تنِ چون سیم ناب — غرقهٔ خون گشته ازو آفتاب
در کُلهِ شه شده قُندز مقیم — خاسته مو بر تنِ قندز ز بیم
قاقُم انگشت‌نما پشتِ دست — بر دهنِ وی زد و بر هم شکست
رقّت بقاقم بتِ سنجاب سای — موی ز قاقم نخلیدش بپای
شانه بران موچو زبان آوران — رفت و بلغزید زبانش دران
شانه زده مویش نا بافته — شانه ز پشتِ ملکان یافته
زانبوهیِ مو گرهِ مو نخاست — کز گره موی ز پهلو نخاست
از همه پیوند درونی سمور — از دمِ سنجاب نی گشت دور
سوزنِ موسینه شده حُلّه توز — موی تنگافی شده موئینه دوز
دست کشیده همه در آستین — کرده مه وی همه را پوستین
موی بمو مفلس موئینه دوست — گرگ تنگالی شده در زیر پوست
قاقم و سنجاب منعم رسان — بُرد گلیمی بر مفلسان
بُرد خطی و قلمی دم بدم — کرده همه دعوی خط و قلم
بس که خطی در هنرِ خط فزود — پیچش بسیار بکاغذ نمود
از خطِ او هیچ کژی برنخاست — کش نئی چو له القلم کرد راست
وان قلمی زان خطِ نو یافته — داغِ خطا بر سرِ خسرو یافته
زیر گلیمی شده هر کس مقیم — آمده مردان همه زیر گلیم

چند هزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینه کش و نامدار
هر همه یکدل شده کز دست برد — جان بسپارند بگاهِ سپرد
نیزه ورانی بسنان در مصاف — در شبِ تار از سرِ کین موشگاف
پایک یازنده برون از قیاس — پُردل و خالی دلِ شان از هراس
بر سرِ خود تیغ ببازی کشان — یافته بازی اجل از تیغِ شان
اطلسِ خون داده ز شمشیرِ کین — جامگیِ زرد قبایانِ چین
بیلک ترکانِ شکاریِ شکر[1] — دم بدم آلایشِ خونِ جگر
کشتنِ گاومیش بدشتِ فراخ — در کفِ شان داد کمانهای شاخ
میش کمان شان شکمِ گاومیش — زخم بسی خورده هم از شاخِ خویش[2]
بحرِ روان تیز ز غایت برون — آمد و نامد بنهایت درون
قصرِ روانی چو سپهرِ ارجمند — از قدمِ شاه شده سربلند
تن ز نهنگیش فزون آمده — وز دهنِ مار برون آمده
لاهره زین بارگهِ سرفراز — چار طرف کرده درِ خویش باز
بتوه یکی خانه عمارت بر آب — ناشده از آب عمارت خراب
لوریکی ماهیِ دُم در هوا — ماهیِ چوبین و بآب آشنا
چند صف آراسته پیلانِ مست — روی زمین در تهِ پا کرده پست

---

[1] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکره که جانوریست شکاری ۱۲
[2] شاخ خویش یعنی کمان که از شاخ گاومیش ساخته بودند ۱۲

ریخته ساقی مے رنگیں بجام — می زلبِ شاه رسیده بکام

در خز و دیبا همه دیوارِ قصر — صورتِ دیبا شده شاهانِ عصر

تاجوران غرقهٔ دُر تا بسر — منطقه بندان بگهر تا کمر

محرمِ خلوت شده خاصانِ شاه — خرگهِ خورشید شده پُر زماه

عیشِ مدام آمده فرزانه را — دَورِ نشاط آمده پیمانه را

هر همه را سرخوشیِ از شراب — دوست شده سرخوش و دشمن خراب

امن پدید آمده در چار سوے — فتنه ز هر شهر و دهے کرده روے

چرخ ز بیداد عنان تافته — مملکت از ظلم اماں یافته

ضبط شده روئے زمین زیرِ تیغ — همچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ

خنجرِ شه قطرهٔ آبے شمار — قطره که بنشاند زمیں را غبار

تا که ازانجا که جهانے جهانست — قاعدهٔ دولتِ شاهنشانست

گرم شد آوازه که خورشیدِ شرق — تافته شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دنیا شهِ کشور کشاے — تیغ برآورد و بکیں کرد راے

راند ز لکھنوتی و دریاے هند — تا سپهش گرد برآرد ز سند

بیں که سپهرش چه تمنا نمود — کاب فرو میل ببالا نمود

قوتِ سیلے بنود تا برود — آب ببالا نرود از فرود

سوے سوادِ اوده آمد چو باد — کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

کرد اشارت که دلیرانِ رزم / ساخته دارند همه سازِ عزم

گفت بخازن که ندارد نگاه / سیم قراری[1] ز قرارات خواه

خرج و قرارات بهم ضم کنند / کارِ حشم زین دو فراهم کنند

خازنِ شه کرد درِ گنج باز / گشت حشم هم بدرم دل نواز

گشت چو لشکر ز زر آراسته / یافت بسے خواسته ناخواسته

بیدرمی شد زکفِ مرد سلب / گشت درم از سر و پا مرد قلب

نامه فرستاد بهر کشورے / خواند ز هر شهر و ولایت سرے

جمع شدند از امرائے دیار / از شه و خان و ملکِ شهریار

تیغ زنانِ همه اقلیم هند / نیزه گزارانِ نواحی سند

عرضه طلب کرد شهِ سرفراز / خامه سرِ محبره را کرده باز

در قلم آمد زِ یل و پهلوان / یک لکه آراسته برگستوان

مردم و یک اسپ بکارے نبود / پایک و افغان بشمارے نبود

لشکرِ این مه ستاره سوار / باد چو ذراتِ هوا بے شمار

جیا کِرا و گشته سکندر برزم / ساقیِ او خضر بهنگامِ بزم

بنده زیادش همه حال ست شاد / وین غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد هوا سرد کنون آتش و خرگاه کجاست / بادهٔ روشن و رخسارهٔ دلخواه کجاست

---

[1] سیم قراری، مشاهرهٔ مقرره و قرارات خواه سپاهی ۱۲

ہر یک ازاں پیل حصاری زعاج — بستہ ز آفاق بدنداں خراج
حملہ چو برکوہ برند از ستیز — کوہ قیامت کند اندر گریز
خشکی و تری ہمہ لشکر رواں — از شہ و خان و ملک و خسرواں
در بر و بحر از سپہِ خشمناک — غلغلہ در بحر و تزلزل بخاک
قلبے ازیں گونہ برآراستہ — تیغ شدہ خوں ز میانِ خاستہ
آمدہ اقصائے او دہر در گرفت — دانہ ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست شب و روز جز اینش سخن — کایں منم اسکندرِ دارا شکن
گر پدرم رفت جہانباں منم — وارثِ اکلیل سلیماں منم
تا سرِ من درخورِ افسر بود — سر کہ نہد تاج کرا سر بود
ہر کہ ز دعویِ من آید بقیل — سر کشمش چوں دبہ در پائے پیل
مردمک دیدۂ من کیقباد — کافرِ جد قزِ بزرگیش داد
گوہرش از نسبتِ من روشن است — کاں گہر از مہرۂ پشتِ من است
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گر نہ پئے پائے من است — ہر ہمہ دانند کہ جائے من است
جائے خود از بخت بود رہنمائے — تا نہ ستانم نہ نشینم ز پائے
مہر غیاثے کہ بدیں سکہ گشت — از خط نامم نتواند گزشت
حاصلِ ایں حادثہ کامد پدر — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

زاں صف انجم که مهیّا شده — مه بشرف گاهِ ثریّا شده

نورِ علمها که بگیهاں گرفت — آتشے گوئی به نیستاں گرفت

(برتن نیزه) خواست که افتد بزمیں چرخ پیر — لیک شدش چوب علم دستگیر

پرچم بیرق که بگردوں رسید — در رخِ مه گرد محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندروست — گاؤ زمیں را خلل آورد پوست

دمدمهٔ کاسه برآوازِ خوش — کوس زده با فلک کاسه وش

نیزه که بر چرخ سر افراخته — تیر فلک خانه زنے ساخته

بسکه زمیں شد ز علم سایه دار — (عطارد) مانند چو سایه[۱] زدگاں بیقرار

هیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند — زلزله در عرصهٔ عالم فگند

زاں همه دنداں که بلا سنج بود — روئے زمیں رقعهٔ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال — حشر جسد ثابت و سیر جبال

جنبش اسپ از سم خارا شگاف — لرزه در افگند زمیں را بناف

از روش اسپ بگام فراخ — گاؤ زمیں را شده سر شاخ شاخ

واز اثرِ نعل بصحرا تمام — خاک پر از نون[۲] شده و عین و لام

هر یک ازاں کوه تنان چو پیل — رقص همی کرد ببانگِ صهیل[۳]

گرد سواراں که بخورشید جست — قطره بر چشمهٔ خورشید بست

بل

---

۱ سایهٔ جن و پری وغیره ۱۲ ۲ یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانهائے نون و عین و لام بود صنعت این ست که در نعل هم سه حرف ست ۱۲ ۳ صهیل آواز اسپ ۱۲

روشن اینک دل دمے گریۂ خونیں تنِ من — خرگہِ گرم ولے ماہِ بخرگاہ کجاست
وے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک — گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری — جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست
ماہِ من کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب — آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست
گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم — اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست
من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم — یکزماں ترک[لہ] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست
پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی — دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست
عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبہ عشق — توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر
گشتنِ آغازِ غبار و شدنِ مہرِ نہاں

روز دوشنبہ بگہِ چاشتگاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ علم سر بثریا کشید
شاہ شد از خانۂ دولت سوار — خانۂ دولت شد ازو بختیار
کوکبۂ چوں فلک آراستہ — ماہِ علم تا بفلک خاستہ
صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ — انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

[لہ] ترکِ زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زیر علم آن شهِ خورشید تاب — بود یکے سایه و صد آفتاب

لشکرِ انبوه بهم بسته صف — غرق عرق گشته سواران ز تف

کوکبه زین نمط انجم شمار[1] — رفت برون با علمِ شهریار

نصب شد اعلام مبارک اصول — گرد سراپرده بشیری[2] نزول

دامنِ دهلیز[3] بریشم طناب — بر شده زان رشته ببامِ سحاب

میخ که شد دور تر از دانشش — رفت فرو در زمین از سرزنش

بارگهِ شاه در آن بوستان — روے ظفر داشت بهندوستان

چار ستون بود برسم شهان — در حشم دهلیز جهان در جهان

عزمِ عزیزش بنا شش نهاد — خانه ز تربیع به تسدیس داد

بارگهی را دو ستون رسم بود — شاه یگانه دو دِگر در فزود

چار ستون بارگه عرش سای — عرشِ دوم گشته بدان چارپای

شیر سیه شد ز سرِ بارگاه — خانهٔ خورشید گذرگاهِ ماه

از اثرِ هیبتِ شاهِ دلیر — لرزه همی کرد ز هر باد شیر

کوشکِ لعل و سیه شد بلند — هر یک از آن سایه بگردون فگند

لعل چو آتش سیهش همچو دود — سوخته زین هر دو سپهرِ کبود

هر دو دو برج مه و خورشید تاب — گرچه بیک برج بود آفتاب

---

۱ یعنی لشکر کثیر بعدِ ستارگان بود ۱۲ ۲ نام مقامی ۱۲ ۳ نوعیست از خیمه ۱۲

بلک ازاں گرد سرا فراشتہ / چشمۂ خورشید شد انباشتہ
نے خود ازاں گرد کہ بر شد بمہر / گشت[1] جزیرہ بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند / کشتی ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب / زیر علم چوں بشفق آفتاب
گرد رہش کاں ببصر شد دلیل / سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں / موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ / زہ زدہ ابروے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ / شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغِ تیز / سوے عدم کردہ سلامت گریز
گردِء از ہیبتِ تیغِ یلاں / نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت / برہنہ را ایں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز / بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر درمیاں / طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگردِ شہِ والا گہر / حصن بلارک شدہ سر تا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ / چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیشِ سپہ روشنیِ دورباش / داد جگرگاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (خاکی) بود، پیدا شد ۱۲

تختِ شهی کرد سلیمان پدید   خلق چو موران زده وصف کشید
فرق نهادند سران بر زمین   خاک شد از فرق سران تا بچین
خلق دو وصف ادب ساز کرد   بار یک آمد شدن آغاز کرد
یافته چوگانِ زر از دستِ شاه   حالِ کسان گفته دران حالگاه
حاجبِ خلقی چو دران فتحباب   گشت مشرف بشکوهِ جواب
رخش طلب کرد شهِ تاجور   رفت زیک تخت به تختِ دگر
خانهٔ زین منزلِ خورشید شد   سرو همسایگیِ بید شد
عزم برون کرد شکار افگنان   بر دلِ خورشید غبار افگنان
روی زمین گشت پر از یوز و باز   هر همه آهو کش و نخچیر ساز
آشکره را گشت همین دستگاه   از هنرِ خویش زبر دستِ شاه
چون هنر از عیب فزاوش شود   مرغ زبر دستِ سلیمان شود
وای بر آن آدمیِ بی خبر   کو کم ازان مرغ بود در هنر
باز ز دستِ ملکان می پرید   چون نه پرد هر که چنان جای دید
خفت چو خرگوش بخوابِ دراز   جست ز خواب از خلهٔ چنگِ باز
سار و کلنگی که نوا می گرفت   چرغ خود آن را بهوا می گرفت
مرغِ هوا جمله سیه[۵] چشم برد   صیدِ زمین پیشِ سیه گوش مرد

---

۵ سیه چشم پرندهٔ شکاری ست ۱۲

خرگهِ زرّین که در آمد مهش — چنبر مه شد کمرِ خرگهش
بود چو داخل بزرگی علم — گشته پیاده ز شکوهش حشم
هر که درون زد قدمِ دلدلش — راند به نیزهٔ علمِ داخلش
میمنه بر تلپسته زد یکسره — بود میان اندپسته میسره
نام مقام ۱۲ — پسته نام مقام ۱۲
پیلِ گران سنگ بهاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود
پیش بهاپور بعقدِ رسه میل — سنگِ گران سرمه شد از پای پیل
پایگهِ خاص بسیری رسید — سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید
خیمه ز هر سوے بیک پاے خاست — چار وتد گشت بپاے قطب راست
دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت — نقطهٔ خاکی بمیانش نشست
خیمه پر از گل چو گلستاں نمود — وز گلِ او دشت چو بستاں نمود
دائرهٔ خیمه بسیری قطار — ابر فرود آمده در مرغزار
بس که دراں گلشنِ مینونشاں — شاه شد از ابر کرم دُر فشاں
هر که دریں سبزه نظر در گرفت — قطره طلب کرد و گهر بر گرفت
یک شبے آں جا بخوشی گام راند — خورد مئے روشن و گوهر فشاند
روزِ دگر صبح چو ضحاک شد — مارِ سیه در شکمِ خاک شد
داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نهاد
سرو جوانیش که شد میوه دار — شاخِ کرم گشت و درآمد بهار

بادِ در بارش و جهان پستِ او | قلعهٔ در شده دلبستِ او
از شرفِ پایهٔ او نردبان | پایهٔ سایه شده بر آسمان
کالبدِ چرخ بجنبش یکیست | خشتِ زمین کالبدِ بیش نیست
آینه گشته ز گچ صاف خشت | دید در او صورتِ خود درشبت
هرچه که در آینه بیند جوان | پیر در آن خشت ببیند همان
هرچه که نقاشش بگیسو کشید | عکس بدیوارِ دگر شد پدید
نیست در و حاجتِ نقش از صفا | بس که شد از عکس کسان رونما
نقش بلندش هوا خامه اند | تختهٔ سقفش بفلک بازخواند
دیده به مردم از آن جای خویش | تیر بسے خورده ز هر تیرکیش
قطره بر آن بام نیفتاد تیز | ابرِ گریزنده ز باران گریز
شکل ستونش بمقامِ ستاد | قصرِ ارم را شده ذات العماد (چھجه ۱۲)
گشت چو جاروب ز خاکروب | گرد ز سیخش[۵] همه کس سرمه چوب
طرفه عروسی شده آراسته | آینه از آبِ روان خواسته
چون گز و گشت حبابے عیان | قصر نمود از تهِ آبِ روان
همچو دو آینه مقابل ز تاب | آب در و عکس نما او در آب
عکسِ وشیش مثلِ نیارد دگر | گرچه که سر زیر کند یا زبر

---

۵ سیخ (تیلی) سرمه چوب لے چوب سرمه یعنی سلائی ۱۲

هرچه ز بالاش فرو رو نمود — ملک سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کنان تا گه نیمه روز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو — گردش نو هوس شهر نو
رفت بکیلوکهری دادِ عون — از مدد دست چو دریا بجون
قصر شد از فرّ شهی ارجمند — چون فلک از منزلت خور بلند

صفت قصر نو و شهر نو اندر لب آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفرف آن ایوان

قصر نگویم که بهشتی فراخ — روفته طوبی در او را بشاخ
با چمن هشت درش دریکی — با فلک هفت سرش سریکی
بام سفیدش بفلک سود سر — گرد بخورشید سفیدی ابر
پایه چو مهتاب ببامش نهاد — گشت[2] ز دوران به زمین اوفتاد
رفت درون در او آفتاب — وقف زمین کرد رخ چرخ تاب
رفت صبا زان در و دیوار خس — گفت ندانم در و دیوار کس
ره بسوی روزن او جست باد — هیچ نداد او بسوی خویش راه
بانگ گشاده در او دم بدم — رفته بدربند (مقام) در (مقام) و ازهم

---

[1] رفرف بالش ها و بساط های گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شب معراج برد۔

گشت بدنبالِ حریف از زوال | قامتِ ہر بدرہ کشے چون ہلال
بس کہ نمے شد کفِ شہ گنج سنج | بیش درِ آفاق نگنجید گنج
موسمِ دی جملہ بعشرت گزاشت | زآتشِ می مجلسِ خود گرم داشت
بادِ ہمہ وقت خوش و شادکام | کس نہ زبردستِ دی الّا کہ جام
مہ بجنیبت کشیِ عزمِ او | زہرہ بخنیاگریِ بزمِ او
ہمّتِ عالم بوفا جوئیش | خاطرِ خسرو بہ ثناگوئیش
این غزل از مطربِ موزون اصول | یافتہ در گوشِ ہمایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد | دلِ من پار[۵۷] بر دامسال با جان داوری دارد
من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم | ہنوز آن شہسوارِ من سرِ جولانگری دارد
ہر شکلے کہ می آید زمن جان می برد آرے | دروغ ست آن کہ این شیوہ زہر دلبری دارد
مسلمانان نگہ دارید بیچارہ دلِ خود را | کہ تیراندازِ من مست ست وکیشِ کافری دارد
ندارم آن چنان بختے کہ خواند بندۂ خویشم | غلامِ دولتِ آدیم کہ با او چاکری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آرا | بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد
تو ئی دیوانہ وش جانان کہ داری سایۂ گیسو | دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد
مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم | نمیگوید نگاہش لیکن سخن در لاغری دارد

---

۵۷ پارسال ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنهاے راز
سنگِ سفیدش که شده بر سپهر — آمده از مهر و شده هم‌مهر
یکطرفش آب و دگر سوے باغ — باغی و آبی زد و سویش بلاغ (بازی ۱۲)
آبی از آن باغ برو ماند زرد — باغی از آن آب بجا گشت سرد
شاخ بهر بار رگهی کرده راه — جایگهِ بار شده بارگاه
شه چو در آن خلدِ برین جای کرد — خرم و خندان بطرب رای کرد
بازیهٔ بُرد کفِ زرفشان — کرد پر از زر کفِ ساغرکشان
باده کشان باز کشیدند صف — گشت مَی لعل درافشان زکف
رود زن از سینه برون برد صبر — آب چکان دست چو باران ز ابر
بس که شد او مست ز آوازِ خویش — ریخته از پرده برون از خویش
چنگ ز سر گشته تواضع نمای — با دلِ تکبر بسر افگنده نای
زخمه چو نول بط در رود و چنگ — راه چکاوک زد و بانگِ کلنگ
مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر — بر همه مرغان شده کنجشک میر
شاه در آن زمزمهٔ نای و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش
دست ندیمے که ورق برگرفت — مهرهٔ کاغذ گهر در گرفت
بربط مطرب که نوا برکشید — تار بریشم بُدر اندر کشید

جلدِ سمن را شده شیرازه باز ‌ ‌ ‌ ‌ مانده از بادِ ورقها فراز
سوسنِ آزاده در افتادگی ‌ ‌ ‌ ‌ هیچ نمی گفت ز آزادگی
نسترن آویخته از شاخ بود ‌ ‌ ‌ ‌ هر دو بهم باز گسستند زود
شاخ چو از بادِ خزان کوژ پشت ‌ ‌ ‌ ‌ بادِ خزان نیز ازو بر شکست
سرو که از سایه نشانی نداد ‌ ‌ ‌ ‌ سایه نشینان همه را داده باد
هر شجرِ باغ ز سر تا تنه ‌ ‌ ‌ ‌ ماند ز بی برگیِ خود برهنه
برهنه گشته تنهٔ گل بباغ ‌ ‌ ‌ ‌ باد کنان خس کشی از روی لاغ
دیده چو نرگس به چمن این فساد ‌ ‌ ‌ ‌ گل شده در دیدهٔ خویش اوفتاد
نرگسِ بی دیده روان کور شد ‌ ‌ ‌ ‌ خارِ عصا بادِ خزان کور شد
ریختنی کرد درختان ز سر ‌ ‌ ‌ ‌ گشته زمین پُر ز درمهای زر
پشتِ بنفشه به سمن زارها ‌ ‌ ‌ ‌ کوژ شد از چیدنِ دینارها
بر زمین افتاد بسے نازنیں ‌ ‌ ‌ ‌ لرزه کنان بر سرِ شان یاسمیں
خاک ز زردی شده بر زعفران ‌ ‌ ‌ ‌ خنده نه با این همه در ارغوان
شاخِ گل از بس که نگون شد گلش ‌ ‌ ‌ ‌ کرد نگون سرزنشِ بلبلش
باد بهر سرو رسیده فراز ‌ ‌ ‌ ‌ سرو ز هر باد بجنبید دراز
سبزه بسے خطِ تر انگیخته ‌ ‌ ‌ ‌ باد بسے خاک بر آن ریخته
گل همه سرخش ز دمان از برون ‌ ‌ ‌ ‌ کش همه در پوست در افتاد خون

---

۵۷ مراد از گل هندی ست که در چشم می افتد و آن را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس را ز دیدن فساد خزان کور شد ۱۲

به بدنامی برآمد نامِ خسرو — که زپے دیده
نه یک تر دامنے دارکہ صد دامن تری دارد[۱]

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عزمِ سپاه

هم برآں سال که تباراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چون بچمن خانه خواست — بادِ رداں کرده بگلزار تاخت
شاهِ سپرِ غم زولایت براند — کش بچمن هیچ ولایت نماند
کوه زسنگ آتشِ لاله فروخت — شعله بدامانش گرفت و بسوخت
لاله سرازسنگ بلنگر سپرد — ماند بجالنگرو بادش ببرد
بادِ خزاں آمد ازاں جا که بود — خشک شده باغ همان جا که بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر — کاب گرفتش بلبِ آب گیر
رفت سمن روے چمن را گزاشت — زاں که خزاں روے نگاهش نداشت
جامهٔ خود کرد بنفشه کبود — گشت چو صوفی برکوع و سجود
شد بتنِ نازکِ زیبا ے گل — پاره همه پوست زسر تاے[۲] گل
لاله زبسیاریِ خون در فساد — ریخته نازک تنش از رنج باد
سوخته از آتشِ خود لاله زار — گشته درونش زخزاں پُرغبار
دفترِ صد برگ فتاده زدست — آمده بر هر ورقِ او شکست

۱؎ اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ ۲؎ گلابی جاڑا ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل | گفت غلیواز کطیّ السجل

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم | چغدِ قدم شوم شدہ یار بوم

نائے میسچہ[ل] کہ نماندہ دمش | حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلبِ روے نکو سو بہ سو | قمریِ کوکو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد | تاجِ سلیماں ز سرش برد باد

گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت | حسن چو شد جملہ پسِ دم گذاشت

آں کہ پریدے ز پرِ خود تذرو | ماند چو پرِ گم شدگاں زیرِ سرو

لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ | کبک ببرید دل از تیغِ کوہ

سبزکِ دیباچہ خود باز خواند | شارکِ بیچارہ دہن باز ماند

طفلِ شگوفہ بہ رہ افتاد و مرد | شاخ بدید و بعنا دل سپرد

گرچہ سگے بیش نشد در چمن | گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن

گرچہ ز گُل لالہ نہاں کرد پے | لالہ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ نہ بُد برگ و نوائے شاخ | برگ و نوا بود بمجلس فراخ

گرچہ کہ بر بست ہوا سیمِ آب | شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد | شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود | فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

ل میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

آب کہ باراں بگِل کوزہ بہ بیخت — کوزہ بیفتاد و شکست و برَیخت
ابر کہ بگریست بہ بستانِ بحجر — شد مژہ ہا ریختہ از چشمِ ابر
نم بکفِ دستِ چنار از روش — زیبق لرزاں بکفِ مرتعش
گربۂ بید[1] از عمل دست برد — گشت لگد خوار ز گنجشکِ خُرد
بید ببارید ز ہر برگ تیغ — ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ
لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد — خونِ خود آں جا کہ بخوئے گل فتاد
غنچہ کہ با باد کشادیش دل — شد ہم از آں باد گریباں گسل
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ[2] بر زدہ در دامنش
دامنِ نسریں کہ در آمد بخار — ماند ہماں جا و سر پیوند دار
گل شدہ بے رونقِ[3] ہر بوستاں — مرغ ز بے رونقی او در فغاں
از نکاہ مرغ نوائے کہ خواست — سرو برقص آمد و پایش نخاست
بر سرِ ہر خار کہ بلبل گذشت — حلق وے افتاد و خراشیدہ گشت
بلبل ازیں غصہ چناں خوں نشست — کش تہِ دم رنگِ دگرگونہ گشت
گنگ شدہ طوطی و زاغ و زغن[4] — در دہنش یافتہ جا بے سخن
کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ — فاختہ کور آمدہ گل را بباغ[5]

---

[1] گربہ بید نوعی از بید ست ۱۲
[2] رسم ست کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ [3] بمروت ۱۲
[4] زاغ و زغن در خزاں آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ [5] فاختہ کور نام علتے ست کہ درختاں را

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا — وانگه از آهنگ کساں غم مرا
خلق چه گویند بهر کشورے — شاه من و قلعه کشا دیگرے
بوم که باشد که بجنگِ دراز — طعمه برد از وطنِ جره باز
گرگ و سگے هست بر آهو دلیر — پنجه نخواهد زدن آخر بشیر
من که به هند از همه رایاں بسال — جزیه ستانی کنم از پیل و مال
گه بخشم زر دهم از گوجرات — گاه بدیوگیر نویسم برات
اسپ همه تند کشم از تلنگ[١] — پیل همه مست ستانم ز بنگ
مالوه را وقفِ دفاین کنم — جام نگر[٢] وجهِ خزاین کنم
نیست مرا وجه قبا[٣] جز خطا — سرحدِ چیں بستهٔ بندِ قبا
زیں دگلی[٤] چند نگر دگله پوش — کز پے کیں پنبه کشیدم ز گوش
پنبه کنم[٥] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبه شود استخواں
گرچه چو مور و ملخ ست آں سپاه — مور شود کشته چو افتد براه
پیل من آں دم که بجوشد چو نیل — چیست صفِ مورچه در پاے پیل
می شودم دل که بجنبم ز جاے — فرقِ قراخاں سپرم زیر پاے
لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلوده تیغ

---

١ نام ملک ١٢ ٢ جام نگر نام مقام ١٢ ٣ قبا بضم قاف نام مقامی ١٢
٤ دگل یعنی دغل و دگله پوستین یا جامهٔ که پر از پنبه باشد ١٢
٥ پنبه کنم اے مثل پنبه پاره پاره ساخته بر هوا پرّانم ١٢

شہ بچنیں فصل بریں گونہ شاد — کز مغل آوازہ بعالم فتاد

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بآہنگِ رزم

لشکرِ انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوشش بر آورد چو آبے بدیگ

بوم بسر بستہ سیاہی چناں — آمد ازاں بوم خرابی کناں

ناوکِ شاں دیدہ کشے ساز کرد — دیدہ نیارست کسے باز کرد

گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز — سیل شد و گرد بدریا ستیز

قوّتِ آں سیل کز ایشاں رسید — آب زہاپور بملتاں رسید

ہر کہ گہے چشم نمی زد ز ترس — چشم زدن چشم زدہ شد ز خس

مردمِ آں خاک فروشد بخاک — گرد برآورد از ایشاں ہلاک

امن و اماں دور شد از راہِ شاں — بو کہ بفریاد رسد شاہ شاں

ایں ہمہ کاندر رہِ گرگ اوفتاد — وارہد از قوّتِ راعی العباد

شہ کہ ز گستاخیِ آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں

تلخ بخندید چو شیر از غضب — تلخ بود خندۂ شیراں بلب

گفت کہ خنہ خنہ[۱] بجہاں عہدِ من — وز دگراں زلزلہ در مہدِ من

غازیِ ما چوں نہ بکارِ غز است — کافر اگر تاختن آرد سز است

۱؎ خنہ خنہ خندۂ تلخ را گویند یعنی خندیدہ گفت کہ در جہاں بادشاہی من ست و از دیگراں زلزلہ در مہد من ست۔

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود | گشت چو موم ارچه که پولاد[1] بود
سرسد و کیلی دو به یک سو شتافت | پچلک و بید و دگر سوی تافت
جمله ز بی سنگی خود بی درنگ | در گله مرغ در افتاد سنگ
بر زده دامان قبا هم گروه | عطف نمودند به دامان کوه
روی مغل بود به هر سو که بود | پشت مغل بود به هر رو که بود
روی چو به نمود سیاه دشت | رو نمودند نمودند پشت
بار یک اندر پی شان کینه خواه | تیغ زنان قطع همی کرد راه
روی بدند از همه و در ستیز | پشت شدند از همه و در گریز
دست وی از قوت چوگان زر | گرد برازگوی زمین سربسر
بس که ببرید سر آن خسران | شد خره سنگ ز سر خرسران
روی ببین کرده چو طشت نگون | دید سر خود همه در طشت خون
تیغ که بر تارک آنها گذشت | کرد بیکجای سر و تیغ و طشت
لشکر اسلام که دنباله کرد | کوه ز خون زیر و زبر لاله کرد
خر تنه جستند ز لشکر کشان | رفته عنان تافته بی سر نشان
وانچه دگر بود ز برنا و پیر | یا علف تیغ شده یا اسیر
خان جهانگیر که این فتح یافت | فرخ و فیروز عنان باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

کس نزده تیر بمردارخوار | جز بگروهه نکند این شکار
چون سخنِ چند ازین در براند | عارضِ دانائے سپه را بخواند
گفت که خواهم ز سوارانِ کار | نامزدِ مغل شود سی هزار
بر سرِ شان باربکِ تیغ زن | خانِ جهان شاهکِ لشکر شکن
عارضِ فرزانه بفرمانِ شاه | کرد روان سوے مخالف سپاه
باربکِ قلب گهِ رزم ساز | وز ملکان صد سرِ گردن فراز
ساخته در رزم چو شیرانِ مست | سوے سگِ چند کشادند دست
انجمنے چون فلک آراسته | چرخ ازان انجم امان خواسته
ماه سبک سیر شد اندر شتاب | خنجرِ تیز آخته چون آفتاب
ناحیه بر ناحیه راندند تند | بود صبا پیش چنان سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آن بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانه و تا لاهور | هیچ عمارت نه مگر در قصور
لشکرِ اسلام که آن جا رسید | بود زمین تشنه که باران رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیزتر از تیر برون شد ز کیش
تن ز غنیمت بهزیمت سپرد | بردنِ جان را غنیمت شمرد

---

۱ غلوله گلین در مردارخوار را گویند ۱۲ ۲ شاهک سپه سالار کاف تصغیر ۱۲
۳ لاڈهور لاهور ۱۲

وقت در آمد که حریفان بزم — بر طرف خانه نمایند عزم
میر سپه کرد بسی هدیه راست — داد بیاران و بسی عذر خواست
پیش بزرگان و سران نبرد — خدمتی آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحق کهتران — داد بسی جامه بقیمت گران
بر همه خشنود و خوش از بزمگاه — باز گرفتند سوی خانه راه
بزم ز مهمان چو تهی یافت جای — بزم نشین باز بی کرد رای
خلوتی چند ز خاصان خویش — پیش طلب کرد و می آورد پیش
جام که شد چون دل کافر بجوش — کرد بیاد شه اسلام نوش
چنگ نو از آن هوا سر کشید — چنگ نوازنده نوا بر کشید
گفت بر آهنگ نمطهای تنگ — این غزل نغز بر آواز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگ گل و گلزار برفت — سرخروئی ز رخ لاله و گلنار برفت
سرو بشکست و سمن زرد شد و نرگس خفت — گو برو این همه چون از بر من یار برفت
نزد من باد خزان دوش غبار آلوده — آمد و گفت که سرو تو ز گلزار برفت
خواستم تا دم اندر طلب رفته خویش — یادم آمد رخ او پای من از کار برفت
در دو دیده اشک چو باز آمدن خویش ندید — دل بانداخت هم اندر ره خونبار برفت
خون دل گرچه که بسیار برفت اندک ماند — صبر هر چند که بود اندک و بسیار برفت

بست اسیرانِ مغل را قطار / داد بدان چند شتر در مهار
گردنِ شان بهر رسن ساز کرد / سر برسن بست و رسن باز کرد
کشته هم ایمن نشد از ترک و تاز / تا ز سرش پوست نکردند باز
چون ز چنین فتح جهان یافت بهر / دست همی بُرد سپهدار دهر
مجلسے آراست بر آیینِ کے / داد بسے کشتیِ زرّین بمے
شیشهٔ می ریخت به یاقوت گنج / طرفه بود شیشهٔ یاقوت سنج
ساقیِ مهوش بقدح دست بُرد / دَورِ رقم جام بساقی سُپرد
چرخ هر آن دَور ازین پیش داد / رفت بریدانِ قضا را ز یاد
تا که ز ساقی شنود بانگِ نوش / پنبه برون کرد صُراحی ز گوش
صف زده یارانِ خوش بادکش / سرخوشِ باده سری کرده خوش
هر یک ازان پهلوے شمشیر و تیر / شیر گرفتند چو شد شیرگیر
بزم گہے ساخته شد چون بہشت / خاک شد از جرعهٔ عُنبر سرشت
جرعهٔ مشکیں که زمین در گرفت / گاو زمین خورده بعنبر گرفت
بربط و طنبور که شد نغمه ساز / کرد ز حیرت سرِ قرّابه باز
زخمه درآمد بزبان آوری / داد بمطرب بزبان یاوری
باده چو خورشید ز گه تا بشام / داشت طلوعی و غروبی بجام
صبح ۱۲
کرد چو خورشید بوقت غروب / طالع خود بر همه آفاق خوب

باد همه خاکِ زمین را به بیخت — یافت زر و زر بر صد برگ ریخت
بس که گرانیِ زر از حد گذشت — دامنِ صد برگ بصد پاره گشت
جامهٔ گل پاره شده بر تنش — غنچه گره بر زده در دامنش
گل ز کرم زر دهد آن را که جست — وز پیِ خود جامه نسازد درست
آب سمن در جیبِ غنچه مشک سود — باد شد آهوتگ و مشکش ربود
باد که از شاخ همی بر شکست — بازچه برها که بر آن شاخ بست
سایه کنان سرو برافتادگان — با همه کس راست چون آزادگان
گرچه برانید صبا هرچه خواست — در صفتِ سرو همی بود راست
نرگس تر گشت همه روشن چشم — خیره شد اندر رخِ خیروش چشم
خون سمن چشمکِ پوشیده داد — چشم نزد از کسی الا ز باد
سبزه چنان شد که جهان درگرفت — چشم ز نرگس نتوان برگرفت
نسخهٔ دیباچهٔ عشرت جهان — خواند صحیح از ورقِ ارغوان
خون بچکید از گلِ نازک خیال — لاله خود روی از آن یافت حال
سرخ گل از باد چو آورد یاد — خونش بجنبید ز آسیبِ باد
شاخِ گل کوزه که تر شد برش — کوزه تر از دستهٔ کوزه سرش
ساختهٔ گل کوزه نواز نبات — ابر در او ریخته آبِ حیات
باغ ز هر غنچه شده کوزه در — گردشِ چرخ از گلِ تر کوزه گر

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو　　اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت

باد خاری ز رهِ گلرخِ من می آرد　　جانم آویخته در آن خار گرفتار برفت

گلهٔ کرد آن بتِ شیرین ز برِ خسرو رفت　　خله کرد آن گلِ نسرین ز سرِ خار برفت

صفتِ فصلِ بهاران که چنان گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیران

فصلِ بهاران چو علم بر کشید　　ابر سراپرده بر اختر کشید

سکهٔ گل چون درمِ شه زدند　　سکه بصد وجه موجه زدند

شه سپرِ غنچه بچمن داد بار　　خار سلاحی شد و گل پرده دار

تیغ کشید ارچه که سوسن بلاغ　　هم ز سرش سایه ببرید باغ

تا شودش سوسنِ آزاده رام　　خار غلامی شده سرتیز نام

خونِ خود از بادِ خزان گل بخواست　　لیک صبا از سرِ خونش بخاست

خواست گل از باد بخواهد دیه　　برد برون نرگسش از تعبیه

سوسن ازین غصه بکین خواستن　　خاست بشمشیر زهی خاستن

او خود ازان خاست که آزاد گشت　　غنچه چه افتاد که برباد گشت

بس که صبا همدمیِ غنچه کرد　　تازه نشد تا دمِ او را نخورد

باد حریفِ گل و گستاخ زد　　جامهٔ صد برگ بصد شاخ زد

هر گلِ بالا که بود تازه روی — جز تبری زو نتوان یافت بوی

نغزیِ این گل که ز تری مغز — داد به خشکی و تری بوی نغز

ماند چو در جامه نسیمش مقیم — جامه نماند که نماند نسیم

سیوتی خوش که کنندش گلاب — از همه سو رو همه روی آب

یک گل بیل ود ه دیگر درون — گل ز گل و گل ز گل آید برون

از گلِ بسیار دلش گشته باغ — وز خوی او در جگرِ لاله داغ

مولسری خرد و بزرگ از هنر — خرد و بزرگ از هنرش بهره ور

بوی وی آن را که مغز آرمید — بوی دگر گل نتواند کشید

پنجه گشاده گلِ لعل از پله — غرق بخون ناخنِ شیرِ یله

نی غلطم نافه وی نیم خام — چیزی از و مشک گر خون تمام

تا کند اندر دل بدخواه ریش — زاغ نشاند بسر شاخ خویش

جای نه در باغ ز گلهای جای — مرغ در افغان که کجا بند جای

از پی گل هر که به بستان شتافت — ملکِ جهان یافت اگر جای یافت

گشت ز بهر شفت گلِ زرد ام زاد — گل به زمین گونه زرد ام داد

سبزه گذشتش همه صحرا خرام — برگِ گل زرین شده صحرا تمام

غنچه به بستان زِ تم آورده شیر — مرغ چو طفلان شده اند نفیر

لہ پلہ ٹیسو ۱۲

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد | گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد

نسترن از روے نکو می پرید | بلبل و قمری ہم ازاں می برید

فاتحہ خواں[۱] غنچہ بگاہِ سحر | نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ | پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ

گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ | روے شناسِ ہمہ صحرا شدہ

قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں | ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں

کرد بسنگ آتشِ لالہ نشست | زاغ شدہ ہندوے آتش پرست

گربۂ بید[۲] از گلِ لعل و سپید | گربۂ مشکیں شدہ در مشک بید

بید شدہ تیغ فشاں زیرِ پاے | سایہ از و خستہ شدہ جا بجاے

لرزہ کناں آب ز آسیبِ باد | بس کہ بر و سایۂ بید او فتاد

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر | آہنِ و آب شد از تابِ مہر

غرقِ سپر گشتہ ز نیلوفر آب | بر سرِ ش قبۂ سیم از حباب

طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز | پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز

برگلِ بالا کہ دہد بوستاں | بیشترے ہست ہندوستاں

آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست | نے بخراساں کہ بعالم نخاست

کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید | عود از و سوختہ چوں مشک بید

---

۱ یعنی خود را کشتن می خواست ۱۲ ۲ گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

ما ئیم و مطربے و شرابے و محرمے ‌‌ جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد کابلی مکن و سوئے دوست رَو ‌‌ مارا بکن ز آمدنِ آں نگار خوش

چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن ‌‌ سبزہ خوش ست و آبِ خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار کرد ‌‌ پیشش کن و بیار مشو زینہار خوش

ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ ‌‌ ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش

با او در آں زماں کہ مِیش راہ میدہد ‌‌ بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش

من مستِ خوش حریفِ اویم کہ آں حریف ‌‌ سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک ‌‌ آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست برشکنیہا نگاہِ ناز ‌‌ وز خسروِ شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید ببرجِ حمل ‌‌ نورِ شرف کرد بگیتی عمل

دورِ جہاں روزِ نو از سر گرفت ‌‌ موسمِ نوروز جہاں در گرفت

شاہ دراں روز ہم از بامداد ‌‌ قصرِ فلک مرتبہ را تاب داد

کنگرۂ قصر طرف بر طرف ‌‌ تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

ﻟﮧ برشکستن اعراض کردن ۱۲

زاغ برفته ز چمنهائے نو — بوم ہم آوردہ دراں راغ رو

سارکِ رعنا بہ چمن باز خورد — چشمِ برخسارۂ گل سرخ کرد

بلبلِ سرمست ز نظمے کہ خواند — غنچۂ سربستہ دہن باز ماند

زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید — طوق گرو کرد و زگل زر کشید

کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت — پاش چو منقار ز خوں سرخ گشت

ہدہد ازاں آیۂ ہب لیؔ کہ خواند — تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند

طوطیِ ناطق چو زباں برکشاد — منطقِ مرغانِ خراسانش داد

فاختہ ناطق باصولِ کلام — گفت یکے صانعِ خود را مدام

رہبرِ جاں گشتہ بگلزارِ طیب — رہزنِ عشاق شدہ عندلیب

شاہ دریں فصلِ بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری

بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ — و ز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — وز عشرتش بر رہ بسی راز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

ف اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "ربِّ ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

گوهرِ آن چتر که بر شد بماه — قطرهٔ باران ست در ابرِ سیاه

صفتِ چترِ سپید از پسِ آن چترِ سیاه
چون شبِ قدر و سپیده دمِ عید از پسِ آن

چترِ سپید آمد چرخِ اُمید — بیضهٔ اسلام از و روسپید
سقف زر کرده ستون از زرش — وز گهر آویزشِ سرتاسرش

داشته ابری بستون در سما — قطره معلّق بمیانِ هوا
ابرِ سپید و گهرِ بی بهاش — قطرهٔ او دان که نمود از صفاش

سایه زخورشید بود روسیاه — سایهٔ رویش بسفیدی چو ماه
نور ده و روشن و عالم فروز — چون رُخِ خورشید گهِ نیمروز
شکلِ وی از فرقِ شهِ کامیاب — پارهٔ نوری هم از آن آفتاب
از برِ خورشید سرش بر گذشت — جامه سفیدش هم از آن چشمه گشت
چترِ سیه کرد سوادی پدید — وین به بیاض از سببِ او رسید
ماهِ دو هفته که مدوّر نشان ست — عکسِ وی از آئینهٔ آسمان ست

صفتِ چتر که لعل ست چو خورشید بصبح
بلکه هست از شفق و صُبحِ جمالِ سُلطان

چترِ دگر روشن و خورشید تاب — لعل و منوّر چو بصُبح آفتاب

صفّهٔ نُه طاق بپا رستند — پردهٔ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمیں انگیختند
چتر ز هر سو بفلک سر کشید — ابر سر از شرم بجا درکشید
پنج طرف چتر چو مهرِ سپهر — شش جهت آراسته زاں پنج مهر
همچو گُل و سُنبل و سوریِ بید — لعل و سیه گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیه کز پئے چشمِ خورشید
آں سیاهی که تو در خود طلبی هست هما

چترِ سیه از شبِ قدری شمار — گشته تهٔ شبِ قدر بروز آشکار
گوشهٔ او زاں سیاهی شتافت — کز ته و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایهٔ فرِّ هماے — در تهِ او سایهٔ عونِ خداے
سوخته خود را ز تفِ آفتاب — باز رهانید جهاں را ز تاب
گرد شود سایه چو پیرامنش — سایه که گرد آورد از دامنش
تا ز پئے سایه بشه گرد روے — شاهِ جهاں گشته از و سایه جوے
سایهٔ او بر سرِ هند او فتاد — هند شد از وے همه اعظم سواد
خامهٔ نقاش بسحرِ بیاں — نقش نکرده ست سوادے چناں

ط عبارت از پنج چتر ۱۲

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر براں خاک نتابد دلیر
پیشِ وے از شرم سپہرِ کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود
کلّہ او گشت چو با چرخ جفت — در غلط افتاد جہانی و گفت
چترِ شہ آں ست کہ شد چرخِ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ
دید سپہرش چو بداں نیکوئی — گفت کہ یارب منم ویا توئی
تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یک نفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گزشتہ از گلِ گزِ او
بر سرِ شاہ زگل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گلِ گز[1] و گلگوں چو زر — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز
یک گلِ وے بر ہفت فلک کردہ پوش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش
گرد گلی رنگ دلِ مل شدہ — مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ
سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں
بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے
گرد رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل[2] کہ مہتاب دمد آں نمود

---

[1] گز بفتح جا... از ابریشم لغتے ست در قرات گز بکاف فارسی لہجہ بداں گز گنند و جامہ پیمایش نمایند و تیر بے پر را نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ [2] چتر را بمنزلۂ گل گرد و روی بادشاہ را نسبتہ بماہ کردند ۱۲

نه فلک از پیش روی در پسش — خوانده کواکب فلکِ اطلسش

سود سرش بر فلکِ سبز فام — گشت فلک سرخ و شفق یافت نام

از رخِ سرشته رنگ چو دریوزه کرد — پشت بنه قبهٔ فیروزه کرد

ابر نبارد چو شود لعل کار — او شده ابرے که بود لعل بار

روشن بسرخی چو گلِ تر شده — سرخیِ روے همه کشور شده

سرخیِ او تا ز فلک برگذشت — دیدهٔ خورشید و سرخ گشت

معدنی و معدنِ یاقوت و دُر — معدنِ او گشته ز یاقوت پُر

چتر سیه را همه تن مشک دید — خونِ خود از غیرتِ او خشک دید

لعل که آویخته گشت از برش — خونِ چکان ست ز رنگِ ترش

صفتِ چتر که سبز ست ز سرسبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چتر دگر همچو فلک سبز رنگ — بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ

اطلسِ او سبز تر از آسمان — موجبِ سرسبزیِ شاهِ جهان

سبز درختے ز گهر یافته — سایه ز حق بر سرِ شه تافته

سایهٔ او گشت چو صحن البثین — سبزه ز مرد شده اندر زمین

طرفه درختے که چو آید ببار — برنده جز گهرِ شاهوار

گرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش | کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش
گاہِ نبردش بزباں کار داد | جانِ بداندیش بجاں داد داد
حربۂ جاندار شدہ جاں خراش | در جگرِ خصم زبان دورباش
دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج | دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ زبہرِ تو فرو چیند برم آبِ دہاں

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق | بگذرد از گردن و آنگہ ز فرق
او بخوشی خفتہ میانِ نیام | خواب مخالف شدہ از وی حرام
شعلۂ آتش بزباں آوری | زآہن و سنگ آمدہ در داوری
آبِ وے را گوہرِ نصرت بہ پشت | آہنِ او را زرِ عالم بمشت
قیمتِ زر بیشتر از آہن ست | لیک زرا ز آہنِ او روشن ست
آہنش ار نیست قوی تر ز زر | ہر چہ زر بستہ بہ پیشش کمر
پارۂ آہن کہ نبرد در خورست | حرمتِ آہن نہ ازانِ زرست
از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار | رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار
گردنِ دشمن زدن باسر بہم | مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

۱؎ یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پرآب میگردد ہمچناں دیدن خصم نیام را دہن پرآب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی | خاصه برای حقِ همسایگی

پشتِ وی از بارِ گهر خم زده | چون سحرِ گلشنِ شبنم زده

گوئی از انجم همه گل چیده ماه | دوخته و ساخته زان چترِ شاه

خامه بسی نقشِ تر انگیخته | رنگی ازان گونه نیامیخته

جامه چنان رنگ نیارد پدید | خامه چنان نقش نیارد کشید

وصفِ دُرباش که نزدیک شد از هیبتِ شاه
گنگ ماند ست ز حیرت نکند کار زبان

روی بر و آئینهٔ دُرباش | گاه گهر سنج گهی نورپاش

از دو طرف رفته به پهلوی شاه | گوهرشان گوهرِ بازوی شاه

تیغ زبان آخته چون بیدبرگ[۱] | در دلِ بدخواه زبان گیر مرگ

ز آبِ گهر چون نیش زبان پُر شده | ریخته دستارچه پُر دُر شده

زان سرِ دستارچهٔ بی بها | در دلِ بدخواه بسی ریشها

دستهٔ شان فرقِ سران کرده کوب | بسته بزر چوب ز تعظیم جیب

وان دو کرک از دو طرف چون دو شیر | باد نجنبید ز دو سوشِ دلیر

گرگسِ آن جا پرد اندر هوا | در رود اندر دهنِ اژدها

۱؎ بیدبرگ ـ جنسی از پیکانِ تیر ۱۲

صفتِ تیر که بارانش بغایت سخت ست

سخت بارانی در تیرمه و در ٹیساں

تیرِ پلنگ افگن و آهو شکار — وز دلِ دشمن شده سنداں گزار
گاه پریدن چو عقابی درشت — کرده ز خوں کرگسِ پر سرخ پشت
پیسه عقابی که چو ماهی نشست — بسته براں گونه که ماهی بجست
نے غلطم پیسه نشد تیر راست — پیسگی از دستهٔ شمشیر خاست
در سرِ دنبالش دو گره جاے گیر — زاں دو گره ماند عقاباں اسیر
راند چو بر روے هوا تیز گام — از گره گز کرد فلک را تمام
بیلکِ سوزاں بسرِ روے زده — شعلهٔ آتش بسرِ نے زده
هست نئِ خشک عدو را امید — زو همه سوری بود و برگِ بید
سوے عدو نے بهدارا شده — در زدن چشم گزارا شده
دیده ز شمشیرِ بے سرزنش — جانِ عدو کند بگاه کنش
از پے فرمانِ نگهبانِ خویش — نامه کشی کرد چو پیکانِ خویش
تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشته ز دستش سرِ سوفار باز
بود چپ و راست به پیشِ سریر — رمح و سپر باید و پرتابِ تیر
میمنه بگرفته سپرها سیاه — راست بداں گونه که گیرند ماه
دینِ شاهاں ز سیاهیِ خویش — داد سپرهاے سیاهش به پیش

هندیِ گره گشته باسلام راست　　　یافته از شاهِ جهان دست راست

صفتِ چرخ کمانے که بیازوی شاه است

نیم چرخ ست که او نام نهادست کمان

تُرکِ کماندار کمانے بدست　　　کز خمِ او چرخ شده در شکست

از هنر و علم کنندش چو زه　　　افگند از ناز در ابرو گره

هست گرش علم بداند کسے　　　علم بدست آر که هست او بسے

مانده بپایے بکشاکش اسیر　　　نامده از کش مکش اندر نفیر

گوشهٔ خانه ز کشاکش دوال　　　خانه بجا مانده و تیرش دوال

خانه دو دارد بجهان خرمی　　　تیرزنی[1] خانه بدان محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش　　　زاغ[2] نشانده بسرِ شاخِ خویش

هرچه بود خشک بیابش آب　　　تر شد[3] از و آب نه بینی بخواب

زشت بود آب چو بر وے گذشت　　　زشت تر آنگاه که بے آب گشت

چون کشندش عرق خداوندِ او　　　ماه شود بستهٔ پابندِ او

چون زهنر بر کفِ شاهان نشست　　　زه کندش هر که بود زور دست

---

[1] چوب که در ته تیر می باشد آنرا تیرزنی گویند۔ ہندی گڑی ۱۲

[2] زاغ رمز از تیر زیرا که لازمه زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

[3] اگر تر شد ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ   مُرغ ز زر ساخته بالائے شاخ

شاخ تو گوئی که بخواهد چکید   مُرغ تو دانی که بخواهد پرید

هر چه گذشتی ز گلستانِ زر   خوشتر ازاں کرده بهارے دگر

ساخته از موم بسے نخلِ چست   کاں بجز از موم نیاید درست

باغِ سوم چوں گذری زیں دو باغ   یافته از لاله و ریحاں فراغ

بسته بسے دستهٔ گل دلفریب   کوششِ صد دسته نموده بزیب

یافته سبزه ز چمنها درود   هر در و د آمده آں جا فرود

غنچه که دل بسته بشاخِ چمن   هم بگسست از پئے آں انجمن

بید که تیغ از طرفِ گل کشید   هم بُبُرید از چمن آں جا رسید

قصرِ همایوں ز زمیں تا سماک   زیورِ زربسته چو فردوسِ پاک

پرده بزر دوخته هر دامنے   تا شده بے دوخت سرِ سوزنے

اطلسِ زربفت بدیوار سنگ   داده بهر سنگ ز یاقوت رنگ

کرده مسلسل ز گهر بوریا   کاں زرش خواند فلک بوریا

خاک ازاں مفرشِ زر یافته   خلعتِ نور و ز زرش یافته

جشن چو آراسته شد یکسره   از دو طرف میمنه و میسره

شاهِ جهاں شسته بزرّیں سریر   چشمِ بداں دوخت ز قدسے چو تیر

تاج بسر کرده چگویم چه تاج   قیمتِ او هر دو جهاں را خراج

بر سپر لعل شده میسره　　لعلی و زرد دلش همه یکسره
چون گل سوری شده گرد دهن　　لعل تر از لاله بر روے چمن
نیزه شده از سپر آراسته　　راست چو تیر از سپر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک　　رامح[۱] و اعزل شده بر روے خاک

صفت رایت لعل و سیه اندر سر شاه
گشته خورشید میان شفق و شام نهان

از دو طرف رایت لعل و سیاه　　سایه رسانیده ز ماهی بماه
ماهی تو ماه نو انگیخته　　ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مرصع تمام　　از دم خود بسته صبا را بدام
زین زر خویش که عالم فروخت　　کرده هم از آتش خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته　　آتشے از دود سلب ساخته
از پس اسپان صف صد پیل مست　　ابر هوا گرد بصحرا نشست
قلعهٔ آهن ته برگستوان　　قلعه بجا مانده ستونش روان
باغ زر آراسته شد جاے بار　　کرده برو ابر جواهر نثار
سبزه زمرد همه ریحانش　　سیم نباتے گل بستانش

---

[۱] سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشان را سماکان گویند ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار / گو برسد دست بدست از شکار
باز سپید آفت طاؤس و قاز / چرغ گزو بسته شده چشم باز
شیر فلک صید که شاهین نام / آن که سزد باز سپیدش غلام
جامهٔ زر دوخته بقیمت گران / دوختهٔ چشم همه قیمت گران
جام زر و نقره بباغ امید / گرده عیان لالهٔ سرخ و سپید
کشتی گز نقره و از زر بود / عمر بران خوش گزر دگر بود
زین همه چون برگزری بادپای / گز تک شان باد بماند بجای
هر یک ازان تیز تگ خوش خرام / قطع زمین کرده به تیزی گام
صورت تازی زده گوشش بده / چشم چنان گوشش به تیزی شده
عرضه کنان حمله بافگندگی / خدمتی خود ز سر بندگی
جام زر و جامهٔ گوهرنگار / بود ز هر جنس برون از شمار
مرد محاسب بشمارے که خواست / بیشتر از دست چپ آورد راست
بس که فرو رفت بسودا قلم / مجمره سر باز بماند از رقم
حاجب قصّال چو قمری بدار / نغز نوا گشته ز فصل بهار
تا شب آن روز دگر روز هم / کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم
شب چو بر آئین بهار زمین / گرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوتگه دولت شتافت / خلوت از دولت جاوید یافت

چرخ قبای زرگهر یافته | کرده بسی صنعت زربافته
آب دُر از تاج و قبا تا کمر | تا بکمر تا بگلو تا بسر
تن چو در آن خلعت روشن گرفت | خون یواقیت بگردن گرفت
بسته چو جوزا کمر زر دو روی | لعل بخورشید سپرد از دو سوی
هر که نظر کرد برویش ز دور | عطسه درآمد بدماغش ز نور
جنبش سهم الحشم از هر کران | سهم زنان بر حشم اختران
قوقهٔ چاؤش کله دار شده | یکسره بر صدر سران بر شده
ساخته بالای کله جایگاه | نادره باشد کلهی بر کلاه
شحنهٔ بار آمد و صف راست کرد | ترک فلک هیبت ازو خواست کرد
تیغ زنان دست چپ دست راست | هر دو صف از صف‌شکنان گشته راست
نعرهٔ حجاب که دور از میان | آب کیان ریخته به پیش کیان
گر مگسی پر زد از آن پیش و پس | خسته شد از تیغ چو پر مگس
پیش کشیدند گران تا گران | خدمتی[۱] هر همه خدمت گران
گشته پر از نافهٔ چینی زمین | باد شد از ناف زمین نافه چین
چرخ کمانهای سزاوار ره | بر مه[۲] نو کرده ز ابرو گره
تیر که بگشاد بسی بستها | در هنرش بسته شده دستها

۱ خدمتی پیشکش دندر ۱۲ ۲ ای بر ماه تکبر و فخر کرد و ماه را کمینه دانست ۱۲

نشسته سبزه زیں سو در چپِ گل — ستاده سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن — بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفته با یار — بنامِ ایزد چو ماهِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو — برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہند پایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت شو آفتاب — پخت ہمہ دانہ پرویں ز تاب
از شرفِ خویش بروں راند رخش — وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گذاشت — چوں حمل از نقطہ نشانے نداشت
رفت جہاں را ز عدالت مزاج — جست در آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود اوفتاد — مُرغ بہر کشت فرود اوفتاد
خوشۂ پُر شد بہ تواضع گری — خوشۂ خالی بزباں آوری
خوشہ ز پیری چو شد اندر سلام — از ہمہ کس یافت درودے تمام
از پئے کُلمرغ[۱] جہاں می گذاشت — خوشۂ گندم بزبانش بداشت
سینۂ کنجشک بجائے درد — گشت پُر از گندم نو جو بجو

---

[۱] کلمرغ بکافِ تازی نوعیست از کرگس سرخ سر که بر سرش پر نباشد ۱۲

رفت بخلوت درِ دولت کشاد | خلوتیان را بہ نہان بار داد

کرد روان بر کفِ چون لالہ زار | بادۂ گلرنگ ببوے بہار

بزم گہ از خلدِ برین دست برد | تشنگیِ خلد بساقی سپرد

شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

از ہوس جرعۂ شہ در مغاک | العطش آواز برآمد ز خاک

ریخت بسے رشتۂ درِّ ثمین | گشت بیک رشتہ سرشتہ زمین

موسمِ نوروز ہواے شراب | شاہِ جہان مست و مخالف خراب

جام ہمی خورد ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہان را بداد

ہرچہ زر و جامۂ نوروز بود | توسنِ تندش ادب آموز بود

بخشش خود کرد ز اندازہ بیش | باز بدو داد کہ آورد پیش

ہرکہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | بُرد بسے دامنِ پُر سیم و زر

زر بخوشی داد شمارے نبود | خوشتر ازان ہیچ بہارے نبود

بادِ شگفتہ گلِ بخشش مدام | بادۂ گل بوے مدامش بجام

نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ گری کردہ بچندین سپاس

یافتہ در گوش ہمایونش جاے | این غزل از مطربِ بربط سراے

غزل

گل امروز آخرین شب برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

کوس عزیمت زد شهریار / لرزه درآورد بروئین حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند / دم بدم نای دمادم فگند

کوه سپه کرد شه از شهر نو / داد جهان را ز ظفر بهر نو

لشکری از ذرّه خورشید بیش / ذره بدنباله و خورشید پیش

از اثر جوشش چندان لشکری / لرزه اثر کرد تحت الثری

کرّه گل شد چو فلک بیقرار / کرّه گل گشته فلک از غبار

از سم اسپان که زمین کرد چاک / کوه درآمد بتزلزل چو خاک

یافت سراپرده در آن جا مقام / دشت درآمد ز رسنها بدام

گرد سراپرده صحرانشین / دست زد او تا بحبل المتین

باز همه رسم خوشی ساز کرد / زو همه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجام طرب / جرعه بنوشید زمین با ادب

هر چه زمین در شکم گنج سنج / خاک بسر کرده همی خورد گنج

خاک بهر جرعه کز آن جا چشید / زر همه از پرده بصحرا کشید

بود در آن مجلس فرّخ اثر / گنج همه زیر زمین بر زبر

خاک نگر تخته دگرگون گرفت / کز ته گل زر همه بیرون گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بکام / از خوی پیشانی گل شسته جام

جام چو بر دست شه آورد پای / غرق عرق ماند ز هیبت بجای

خرمنِ دهقان بفلک سر کشید | سنبله در تودهٔ خود در کشید
سبزه در پاش زمرد نمائے | کاه شد از زردی بل کهربائے
سرو سر از حکمِ گلستان نبرد | نعمتِ دیدار غنیمت شمرد
هرچه گل آخر شد و عمرش گذشت | اوّلِ عمرِ شهِ آفاق گشت
شاه بر آئینِ خود از جامِ جم | خون بد اندیش همی کرد کم
پے بہ پے از شرق خبر می رسید | وین خبر از هر همه بر می رسید
مصلحتِ ملک ز رائے درست | هرچه صواب است همی باز جست
کز پئے آن کار بتدبیرِ خویش | حیله چه سازد که بخیزد ز پیش
خود کمرِ کینه کند استوار | یا ز پئے رزم فرستد سوار
کار شناسی که دران راز بود | پرده ز تدبیر برانداخت زود
گفت که از صد سپه کینه خواه | آن نه سزد کز تنِ تنهائے شاه
لشکرِ شه گرچه بود فتح یاب | شاه بباید ز پئے فتح باب
گرچه که سیاره بود شب فروز | لیک ز خورشید توان یافت روز
گرچه که صد جوئے بیک جا شود | سیل شود لیک نه دریا شود
شاه در آئینهٔ رائے منیر | نقش همان دید و ندیدش گزیر
در وسطِ ماهِ ربیع نخست | عزمِ سفر کرد بمشرق درست
صبح چو بر زد علمِ آفتاب | لشکرِ سیاره فرو شد بآب

باز نی گفتم و افسانهٔ هجران باخویش — تا بدان لحظه که بالای سرم مه برسید
از پی کوری آن کس که نیارد دیدن — قرة نور بصر بر منِ اکمه برسید
آمد آن روشنیِ چشم باستقبالش — مردمِ دیده دوان تا بسرِ ره برسید
آمد آن ساده زنخ بر منِ بیهوش زد آب — بر سرِ تشنه نگه کن که چه سان چه برسید
گریه بر سوزِ منش آمد و بر سوختگان — این چه بارانِ کرم بود که ناگه برسید
دل شد از من بیار و بپرسش نامد — چون خبر یافت که جان می دهم آنگه برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانب روی — تا شبِ تیره بنزدیکِ سحرگه برسید
خسروا اگر رسد ابله به بهشت این چه عجب — عجب این بین که بهشتی تو ابله برسید

ذکر باز آمدنِ قتلغ شه از قتلِ مغل
همچو گرگان ز رمه یا علم از برخان

صبح چو بر شد بسریرِ سپهر — کرد گشاده بجهان چشمِ مهر
بارِ گران داده فلک را ز گنج — تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاهِ فلک مرتبهٔ گنج بار — داد براورنگ چو خورشید بار
مه ز فلک چتر کشِ شاه شد — چتر بهمسایگیِ ماه شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوی — هر همه یکرویه شدند از دو روی
طبل زنان یار بیک دل لشکرش — وانچه بد از لشکرِ شه یاورش

گرچه همی خورد بسی جام بخت | هم بتغافل نشد از کارِ تخت
مست نمی شد که ز رای صواب | عقل زبردست شدش برشراب

مستیِ او مایهٔ هشیاریش | خفته همه خلق ز بیداریش
خواست گلِ فتح هندوستاں | لاله شگفتش ز دگر بوستاں
لشکرِ کافر کشش بالا نورد | از عقبِ کوچ درآمد چو گرد
باریک آمد ز مصافِ مغل | بسته گلوهاے مغل را به غل
طوق بگردن همه چون فاخته | غلغلے اندر گلو انداخته

در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر | سلسله از حلقِ سگاں در نفیر
اسپِ تتاری که بدندانِ تیز | برکند از شاخِ گیا رستخیز
شیرِ پهن سینه و کوتاه دم | سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سم
شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت | باده طلب کرد و بمجلس شتافت
ز اوّلِ روز نشستش طرب تا بشام | دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بمحتاج داد | بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهر مے فشاند | گاه بهر زمزمه زر مے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش | وین غزل اندر لب خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دلشده آں مه برسید | دل بمقصودِ خود المنة لله برسید

صاحبی از موج بر آب دگر　　بر تنِ دریا صفتانش گذر
خاره بر اندامِ کسے خود نه سود　　معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازین گونه کمر آراسته　　چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زنانِ دگران　　گشته بدرگاهِ شهنشه روان
بانگ بر آمد ز نقیبانِ بار　　پرده برانداخت ز در پرده دار
راستی آمد بمقامِ لعال　　کرد بسجده قدِ خود را هلال
هر کس از آن سجده که حالی نمود　　صورتِ آن صورتِ قالی نمود
زاهلِ سپه تا بخداوند کوس　　یافت همه کس شرفِ دست بوس
از پسِ آن خدمتی آمد به پیش　　هدیهٔ شاهانه ز اندازه بیش
جامِ زر و جامهٔ زرین علم　　با تحف و اسپ و طرائف بهم
حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　کرد مفصّل همه در فصل یاد
خدمتی اندر محلِ عرض گاه　　گشت چو مقبول با قبالِ شاه
عرض در آمد با سیرانِ رزم　　کز پیٔ شان لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از هزار　　کرده دگر گونه با شتر سوار
سخت سرانی بوغا سخت کوش　　هر همه پولاد تن و پنبه پوش
روے چو آتش کله از پشمِ میش　　آتشِ سوزان شده با پشمِ خویش
سر تراشیده ز بهرِ قلم　　زان قلم انگیخته خذلان رقم

آمده پیرامن داخل ستاد | شد علمِ داخل از و پُر ز باد
رمل صفت لشکر و چمتره[۱] علم | داخلِ نصرت شده از وی حشم
چون گره بر کوسِ مسین داد بوس | زد مسِ او باد ثرِ روئینه کوس
کوفت چو آن کوسِ شغبناک را | گوش فتاد اشترِ افلاک[۲] را
از سرِ داخل یلِ[۳] کافرشکن | گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعتِ گلگون ببر | گل ز زر و شبنمِ او از گهر
قند زِ زرّین چو فلک موبمو | فرق بموئے ز فلک تا بدو
جامهٔ خز جوهرش از جفت طاق | جوهرِ فرد آمده با اتفاق
جوهرِ آن جزو[۴] که فردش لقب | یافته تقسیم بجزو این عجب
در صفِ او جملهٔ سرانِ نبرد | رنگ برنگ از سلبِ سرخ و زرد
موے میان در کمرِ زر شده | رشته بیاقوت و گهر در شده
هرچه که بودند امیرانِ شاه | سر همه در سرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران | جامگیِ کارگزارانِ جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برون | آب چکید از تنِ خوے آب گون

---

۱ بزبانِ ترکی سرخ علم ۱۲ ۲ فلک را بوجه کوزه پشتی به اشتر هم تشبیه دهند ۱۲
۳ پهلوان و شیر مبارز ۱۲
۴ جوهرِ آن جزو که لقب او فرد است ۱۲

گشت یلی[۱] گو همه بربانگ نے / همچو زنان نوحه کنان پی به پے

از روش موے شان پرورش / از غش[۲] و پاشن سنسن خورش

قصه شنیدم هم ازایشان که گر / این یک بندستی بخورد آن دگر

خوردن سے راچو پلے اندر زدند / عیب نگیرم که تر کستے اند

(غارتگر) (نام ولایت)

مانده شان از خورش زشت فے / وانکه به بیند قیش آید پے

اصل زسنگ لیک بزرگ استخوان / گربه یخنی نشده بررُوے خوان

کوه تنانے لبشتر کرده جاے / کوه شده برسر کوهان پاے

شیعه عجب زان همه رهای زشت / کاید شان زآتش دوزخ سرشت

دیو سپید آمده هر یک برے / خلق بلاحول زهر جا پے سوے

رخت چو بربست اسیران بار / در عدد کشته درآمد شمار

سربسر نیزه بسے داشته / سر زپس مردگی افراشته

نیزه سر افراخته از حد برون / بیشتر از نی به نیستان درون

پوست درون کرده پر از کهی / از خسے افتاده بدیگر خسے

بر سر چوبے سر پرکه شده / سلخ بران غره موجب شده

چون سخن از سرزدگان قطع گشت / پیچش سررشته بپایان گذشت

اسپ چه گویم همه تاری اصل / بند به بندش هنر گرد وصل

---

۱ یلی گویا یلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ ۲ هرسه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بو ۱۲

رخنه شده طشت مس از چشم تنگ / دیده در انداخته در رخنه سنگ
زشت‌تر از زنگ شده بوی شان / پست‌تر از پشت شده روی شان
چهرهٔ شان دبّه نم یافته / جای بجا کنجلک و خم یافته
از رُخ تا رُخ شده بینی پهن / وز کلّه تا کلّه لبالب دهن
بینی پر رخنه چو گور خراب / یا چو تنوری که ز طوفان آب
موی ز بینی شده بر لب فراز / سبلت شان گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامن چاه زنخ / سبزه کجا بر دمد از روی یخ
گرد زنخ شان ز محاسن کنار / اهل زنخ را بمحاسن چه کار
سبلت چون سیخ چو تتماج[1] روی / رشته همین نعمت شان در گلوی
از سپشان سینه سفید و سیاه / کاشته کنجد بزمین تباه
روغن اگر خلق ز کنجد کشید / کنجد شان روغن از ایشان کشید
بر تن شان از سپش بی‌شمار / پشت چو کیمخت شده دانه‌دار
پشت چو کیمخت سزای درفش / پرچم قفا گاه سزاوار کفش
نیم تن از موی بره در خراش / نیم سر از بیم سپش در تراش
بیرق لعنت ز سر افراخته / پرچم[2] و طاسیش ز سر ساخته
خورده سگ و خوک بدندان به / هر همه دندان خسر[3] دی خرد

[1] قومی از مغلان ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲
[3] [illegible] گویند ۱۲

گشت روان پره پیل از شکوه — خاک بلرزید و بجنبید کوه
پاے کشان شد چل زرّینه طرز — دامن کهسار درآمد بلرز
هر یک ازیں گنبد رنگیں بپاے — در رخ صحرا شده گنبد نماے[51]
تا شِ به پیش نظر آید بدی — گور کند زیر چنان گنبدی
از دہلِ ہندی و از کرناے — وز شغب طاس و نفیرِ درلے
شد همه روے زمیں اندر خروش — در سر هر پیل[52] گران گشت گوش
پیل گزاں غلغله آواز داد — کوه تو گوئی که صدا[53] باز داد
پیکرشان پیش شہ ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند
شاه بفرمود که بردند پیش — گاو قوی ہیکل و نر گاو میش
بسته فگندند دو گاو نر بهم — پشتِ زمیں شد زگرانی بخم
پیل بیک حمله که جنبش نمود — هر دو بیک گوشهٔ دندان ربود
یک بدندان چو نگیں درگرفت — گاو زمیں را ززمیں برگرفت
گاو گزاں کوه ببالا پرید — چوں بزکوهی به بلندی رسید
دور چو بگذشت ز گاو میش و گاو — شد بجر افسار[54] مغل کاوکاو
رشته که دادند بدینسان دراز — رشته گره ہاے دگر کرده باز

---

[51] بمعنی جست ۱۲ [52] یعنی هر پیل کر شد ۱۲ [53] آوازے راکه از کوه و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ [54] افسار رسنیکه در گردن سگ وغیره بندند ۱۲

گوش سنان ساخته پرچم ز موی | پرچم سر بسته به زیر گلوی

کاسه سمانی همه صحرا نوش | تلخ کمیتانِ برآورده جوش

سخت چو سنگی تنِ کشتی نمای | کشتیِ سنگی و بآب آشنای

چوب شده از روشِ بی قیاس | کرسیِ چوبین شده زیرِ پلاس

باد بهمراهیِ شان گشته لنگ | یافت ز هر پای عصای بجنگ

چون بگیا در زده دندانِ پیش | بیخِ زمین کنده ز دندانِ خویش

لقمه شود کوه بدندانِ شان | سنگ نیاید تهِ دندانِ شان

چون فرس افسار بآخور سپرد | میر سلاح اسلحه را پیش برد

تیر و کمان را چه توان وصف کرد | بر سرِ پیکان[1] ز بلا آب خورد

پیلکِ[2] شان از سرِ چوبِ سپید | برگ برون آمد از شاخِ بید

یافته از کلکِ خطائی عطا | وصل خطا کرده دو در اخطا

سخت کمانهای تتاری شکنج | آمده از چوبِ آتابک[3] برنج

هر که بهر گوشهٔ او خانه ساز | خانه شده کوته و گوشه دراز

بود نه چندان که توان برشمرد | رفت سلاحی بسلح خانه برد

آمده فتح چو از پیش رفت | هر گهرے در محلِ خویش رفت

پیل طلب کرده شه پیل زور | کاورد آن بی همگان البشور

---

[1] پیکان آبِ بلا خورده بود [2] پیلک مصغر تیر شکاری و فیلک بالفار نعتی ازد ۱۲

[3] چوب اتابک چوبی که بدو گردش کمان را اسر کنند ۱۲

ترّی نم گشته مرکّب برود — نام ترنّم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت — شه زمی وے زلبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز — باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهرهٔ بربط زنش — این غزل تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم — تیر بکشاے کز نظر برهم
آشکارم بکش که تا بارے — هم ز سر هم ز دردِ سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو وز خویشتن مگر برهم
باخودم جرعهٔ بخش از لب — تا ازین عقلِ حیله گر برهم
بیتو دایم چگونه باید زیست — اگر از مرگ بیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زنده از دستِ تو اگر برهم
وه[2] که شب درمیان کنم هردم — از تو روزے کہ ای پسر برهم
جور کردی با آه رخصت ده — بو که از سوزشِ جگر برهم
غمِ خسرو بگو میت که اگر — از رقیبانِ بے هنر برهم

---

[1] اے علی الفور و بلاتاخیر ١٢

[2] کلمهٔ تعجب ١٢

هر گرہے سخت کزاں رشته داد　　پیل بدنداں گرهش بر گشاد

خرد شدند از ته کوهِ گراں　　گرچه که بودند بزرگ استخواں

پشت به پشت ارچه که از بهر جنگ　　آمده بودند کمر بسته تنگ

گشته هماں نوع شده تن بتن　　بسته گره پشت به پشت از رسن

شاه بفرمود که ده گاو هم　　سخت به بندند شکم بر شکم

پیل کزاں جمله بروں تاختند　　آں همه را پیش وے انداختند

تن بزمیں کرد زمالش[۱] رحیل　　سر همه را رفت چو بالشت[۲] پیل

گر سر و پا شاں ببریدی ز پیش　　فال گرفتندے ز احوال خویش

فال نگه کن که کجا سر کشید　　واں سر و پا بیں که کجاها رسید

چوں تنه چند ز امیر صده　　دست اجل داد بدام و دده

وانچه دگر ماند شهنشاه دهر　　کرد رواں از پئے تشهیر شهر

روز بداں مشغله مشغول بود　　گاه کرم گاه سیاست نمود

چوں فلک از شیشهٔ خود گاه شام　　جام نسر و برده بدور مدام

هم بفسرد و بر دن جام از دروں　　داد همه گوهر خود را بروں

شاه طلب کرد شراب رحیق　　شیشه در آمیخت گهر با عقیق

شد لب قرابه مے خوں فشاں　　گشته رگ چنگ بخونش کشاں

---

۱ یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲　　۲ تکیه، دراول پیلاں را تعلیم به بر انداختن تکیه می کنند ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه ماند تهی از علف و از گیاه
حکم چنان رفت ز زرّین سریر کز صف لشکر ز دو سو چند امیر
نامزد و باربکِ درگهند در همه تدبیر بد و همرهند
باربک و تیغ زنانِ سپاه طبل زنان پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدن بی درنگ لشکر شان رفت گذارای گنگ
گرم بآبِ سرو در رسید در سرو رفت عنان در کشید
پیش در آمد ز بزرگان پیش چند ملک با سپه و ساز خویش
خان کره چهجو کشور کشای کز لب خانان کره بستش بپای
سردار ۱۲ برادر غیاث الدین
چند هزارش ز سوار نبرد ساخته[۵] هر چه نخیزد ز مرد
خان عوض نیز بفرمانِ شاه کرد بیک جای فراوان سپاه
باربک و شان همه یکجا شدند ساخته کار مهیّا شدند
لشکر شان شد ز صف با شکوه از لب آب سرو پشش کروه
تیغ زن مشرق از آن سوی آب تیغ برون آخته چون آفتاب
در همه خشکی و تری لشکرش برده ز عالم همه خشک و ترش
مراد کاه
یافت خبر ز آمدن آن سپاه کز پی شمشیر بریده است راه
مراد جنگ
از غضب افگنده بر ابرو گره وز پی کین کرده کمان را بزه

---

۵ هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردارد آنها برداشته بودند ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیرنگ سوے اوده

صد سرِ افراز و ملک باربک اندر سرِ شاں

کرد چو شب نوبت خود را تمام | صبح[۵۱] دہل برد ببالاے بام
نوبتِ شاه شد اندر عمل | نوبت او شد بدمامہ بدل
لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد | چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد
ماه علم بعدِ دو منزل بعَون | عکس نما شد بلبِ آبِ جَون
کردهی آں سپہ اندر شتاب | ہم ز زمیں کاه ہم از جون آب
گرد چناں کرد دراں ره اثر | کآبِ رواں تیره نمودش بدر
گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد | جون جزیره شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دو سہ روزی مقام | بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمده با لشکر دریا شکوه | رفت بپایاب گروہا گروه
عِبره[۵۲] شہ داد بیک روز عون | عَبره[۵۳] یک روزه عالم بجون
شہ زلب جون سپہ را بخواست | دور نشد دست چپ از دست راست
روز دگر چوں فلکِ آبگوں | داد رواں چشمہ خود را بروں
کوکبہ شاه رواں شد ز آب | کرد سوے منزل جیوَر شتاب

---

۵۱ یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ ۵۲ یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲
۵۳ بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

لیک چو هم چشمِ[۱] من این نور برد | چشم خود از خود نتواں دور برد
من ز پدر فرِّ پدر یافته | تاج دریں ملک پسر یافته
چوں کلهم را بسرم شد پناه | کس نرباید ز سرِ خود کلاه
هر که فرستادهٔ آں درگه است | بندهٔ موروث درِ ایں شه است
بنده که با شاه شود کینه جوے | خلق چه گویند تو هم خود بگوے
خود که تواند که دریں داوری | پیش من آید بزباں آوری
ایں قدرم دست دریں کار هست | کت بنمایم بچنیں کار دست
لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) | فرق چه گوئی چه بود درمیاں
مس که زراندود کند زرگرش | کس نستاند بهاے زرش
عیبِ ترازوست که چوں برکشد | آهن و زر هر دو برابر کشد
نے ز فرستاده دلم عیب جوست | آنکه فرستاده عتابم بروست
در دلم آید که برآیم به تیغ | خوں بدلِ خاک دهم بے دریغ
مشرقیم هندیِ[۳] من چرخ تاب (شمشیر ۱۲) | کس نزده تیغ به از آفتاب
لیکنم ایں پایه زیانِ خود است | حرمت تو نیست از آن خود است
گر سپهم در تو رساند گزند | جان من است آنکه بماند نژند
ور ز تو در قلب من آید غبار | هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

۱ فرزند من بادشاه شد ۱۲ ۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲
۳ هندی تیغ دورویه و پولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دورویه است ۱۲

جست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ ز نیروے مرد

دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — درخور ایں کار چو شمس دبیر

پیش طلب کرد پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کرشمے کرد راست

کیں منم اینک شہ مشرق کشای — بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای

آنکہ علم از سر مغرب کشید — پایش ازیں پایہ[1] بمنصب رسید

لشکر آں ملک غلام من ست — خطبۂ آں تخت بنام من ست

ملک زمن چشم[2] مرا داد نور — خانۂ خویش ست ز رفتست دور

رشتۂ من گر بگہر بر دسر — مالک[3] آں سلک منم در گہر

آنکہ برآرد بمیانہ غبار — تیغ بدست ست مرا آبدار

اے کہ بہ پیش آمدی از راہ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور

چوں تو نمک خوردۂ از خوان ما — دست چہ داری ز نمکدان ما

چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال — گر تو حرامش کنی اینک و بال

گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت

ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست — وارث ایں ملک ندانی کہ کیست

گرد گرے در محل من بدے — تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

[1] یعنی از مرتبۂ من ۱۲ [2] یعنی پسر زندہ را بادشاہی ۱۲ [3] مالک آں بادشاہی ۱۲

رفت فرستادهٔ وُ رازِ نهفت | هر چہ کہ بشنید بشہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید | زانچہ ہمی گفت زبان در کشید
دست بمے برد و بیاراست بزم | دور شد از پیش ہمہ سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب | بس کہ گراں شد ز کمیتش رکیب
بادہ ہمی خورد بر آئین کے | گنج ہمی داد بہر جام مے
گنج برد رنج ولے گنج سنج | در کشش گنج ہمی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر | گشتہ چو خورشید فلک لعل گر
شاہ براں سو بطرب گستری | بار بکایں سوے بعشرت گری
ساغرِ ضحّاک ہمی خورد شاد | از کرم شاہِ جہاں کیقباد
باد خوش از بادۂ شادی سرش | شاہد دولت بکنار اندرش
ساز طرب مطرب او را بچنگ | بر دل زہرہ شدہ زو پردہ تنگ
کردہ بگوشش غزلِ من عمل | حال منش گفتہ بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم | آنجا کہ اوست جاں را پنہاں دروں رسانم
گفتی کہ جان خود را کس چوں بکیں رساند | گر در حضور باشی دانی کہ چوں رسانم

لہ عبارت از شراب پیالہ ۱۲

باش که تا در رسد آن کینه کوش	مہر مرا بیند و ماند خموش
رفته فرستاده و برد این پیام	گفت بلشکر کش کشور تمام (باربک ۱۲)
خان سپه باربک تیز ہوش	کرد چو زان گونه پیامے بگوش
درخور آن داد جوابے سره	سخته بمیزان ادب یکسره
گفت ازین بندهٔ حضرت پناه	سجدهٔ تعظیم رسان پیش شاه
باز نما کاے بسر بر سرے	یافته از تاج گہر برترے
تاج ترا از گہرت[۱] باد نور	چشم بد از گوہر تاج تو دور
من که فرستادهٔ (فرزند ۱۲) شاه خودم	بر خط اخلاص گواه خودم
شاه که از تاج کیان سرکش ست	تخت پدر داشتن نگه زان خوش ست
غیبت تو جاے تو نگذاشت ست	غیبت ازین به که نگہداشت ست
شیر دگر در پے این صید بود	شیرے او بین که چگونه ربود
نامزدم کرد که در ہر دیار	دشمن او راندہم زینہار
زانچه اشارت من ست از سریر	تیغ گزارم که ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید به تیغ	تیغ خورد از من و از خود دریغ
ور ز تو از دور ببینم حضور	گر نه گریزم شوم از پیش دور
عطف کنم لیک نه از بیم کس	از پے تعظیم شکوه تو بس

---

۱ از فرزند تو ترا تاج ترا نور شده است ۱۲

۲ یعنی من یا معزالدین بدل و جان موافق ہم

هر دم صبح که دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت
دشنه که خورشید زد و سایه خورد[1] — در سپر سایه بسے رخنه کرد
ماند دراں رخنه ز آتش نشاں — چرخ بهر رخنه شد آتش فشاں
بسکه شد روز جهاں را ز تاب — دیده نشد نقش شب الا بخواب
[گرمی ۱۲]
صبح هم از تافتن شب برست — طالب شب گشت چراغی بدست
تافته از گرمی خود آفتاب — تابش او کرده جهاں را بتاب
شب شده چوں روز وی اندر گداز — روز[2] چو شبهاے زمستاں دراز
بیش بقا روز بماند بسال — بیش بقا تر شده بعد از زوال
تیزے خورشید هم از بامداد — کرد حک از کاغذ[3] شامی سواد
خلق کشاں در پیِ سایه رخت — سایه گریزاں بپناهِ درخت
جانب سایه شده مردم رواں — سایه بدنبالهٔ مردم دواں
بسکه شده سایه ز گرمی سیاه — گرم[4] در انداخته خود را بچاه
خواست کند خلق ز گرمای خویش — در پیِ سایه خود جای خویش
لیک ز تاب فلک تابناک — سایه[5] نماند از تن مردم بخاک
گرم چناں گشت هوا در جهاں — آتش گویند بسوزد[6] زباں

---

۱ اے سایه پاره پاره شد ۱۲ ۲ در ماه دے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاه و شب دراز گردد ۱۲ ۳ کاغذ شام نیله رنگ میباشد کنایه از روز ۱۲ ۴ بتاب یا سوزاں ۱۲ ۵ وقت استواء آفتاب ۱۲ ۶ یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

آں باد را کہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فدو رسانم
جاں می بری ز سینہ دارد گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم
گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم
آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا سر نہم بہا نجبا خوں را بخوں رسانم
حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ

ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں

عبارت از چتر — عبارت از اسپاں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانہ درون جا گرفت
رفت درانخانہ تیر از مسیر — محترق[1] از آتش خورشید تیر
باد ز جوزا[2] شدہ آتش ز مہر — سوخت جہانے ز زمیں تا بمہر
چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دو رو[3] یہ کمر
خانہ خیش[4] از خنکی و تری — یافتہ از خسرگہ مہ برتری
اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[5] فلک بر زمیں
مہر ز جوزا (آفتاب) بہ دو رو (دو پیکر) گرم خوے — گرم[6] بود ہر کہ بود از دو روے (منافق)

---

[1] یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند گرما و عطارد اکثر اوقات در احراق باشد
[2] چوں آفتاب در جوزا درآید باد گرما بسیار باشد ۱۲ [3] بسبب دو پیکر دو رو یہ گفت ۱۲
[4] خیش نوع از کتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ۱۲ [5] سقف و آفتاب ۱۲ [6] کثرت التوضع مر از

صفت خربزه کز پردلی آنجا که بود
تیغ و طشتیش مهیا بسر آید غلطاں

خربزه گوئی که بصحرا کشت — گوے ربود از ثمرات بهشت
گوے شکم بسته بچوگانش زه — گوے یکے بینی و چوگانش ده
سبز خطے در خط او موے نه — مشک دمے مشک بہاں بوی نه
ساخته در آب کمانش کمیں — چاشنی و آبِ کمانش ببیں
رنگ[1] زہش سبز و کماں آبگوں[2] — زه[3] زبروں بسته کماں از دروں
بر سر هر میوه کله در شده — بهر کله را همه تن سر شده
از مزه گرد آمده در روے نبات — خام خضر (سبز ۱۲) پخته چو آب حیات
گرچه ازو چشم کساں درد کرد — روشنیِ چشم من ست آں نه درد
خلقِ جہاں را بچنیں وقت شاه — داشته در سایهٔ چتر سیاه
هیچ ز خورشید نبود آگهی — در کنف دولت ظل اللهی
باچنیں آتش که بود سنگ نرم — بر سپه شاه نشد باد گرم
هیچ کسے را نه ز خورشید غم — سایه کناں بر سر لشکر علم
با همه تابی که نمود آفتاب — تافته از خیمه نشد یک طناب

---

[1] یعنی خط سبز خربزه ۱۲ [2] پرکاله خربزه یا مغز ۱۲ [3] خط سبز خربزه ۱۲

خوں برگ مرد زبوں آمده | خوی شد از پوست بروں آمده
پای مسافر بره گرم دور | ز آبله پر قبه چو نانِ تنور
ز آتش گرما که شد از سر جوال | آهوی صحرا شده آهوی خوال
بریاں ۱۲
چوب شد از غایت خشکی نبات | از پی یک شربت آبِ حیات
سبزهٔ در پاشش زمرد نمای | کاه شده بلکه شده کهربای
خشک شد اندام گل از رنج باد | باد در اندام کسی را مباد
لاله سیه گشت ز خشکی چو مشک | خون بسیاهی کشد از کشت خشک
سنگ که آتش ز وی آید بروں | ماند ز خورشید در آتش دروں
باد زنهٔ دست بدستِ همه | وز دم او باد بدستِ همه
یافته دامی بطلسمی تمام | [۱] باد هوا کرده مسلسل بدام
[۲] نخل ز نخلی که بمریم رسید | باد مسیحش بنفس هم رسید
گرم هوا بر سر هر میوه زار | گرمی او پختگی آورد بار
بر سر هر میوه ز تاب تموز | مرغ شده پخته مخور و خام سوز
ز آتش خورشید که شد میوه پز | بلبل و گنجشک شده میوه گز
خشک شده برگ درختاں بشاخ | میوهٔ تر گشته ببستاں فراخ

---

۱ یعنی معجزهٔ دم عیسی در احیاء اموات ۱۲

۲ یعنی درخت خرما و باد زنه از برگهای او راست کنند دو ران شب که هست عیسی علیه السلام زاد درخت خرما که خشک بود بدعای حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا که خرما را باد مسیح رسید که سبز شد ۱۲

یوزروان گشته بهر سوی صف — زو همه پرخال شده روی صف
تند چو شیری که بجایک روی — شیر همی گشت ز بی آهوی
بود لسر پنجهٔ آهو ربای — دست درازیش بکوتاه پای
سگ که بسی خون شکاری مزید — داد بخصم از بن دندان گزید[1]
رفتن خرگوش بصحرا چو باد — بس که بسگ بازی روباه داد
از زدن تیغ سواران بوزن — گشته بصد شاخ سر هر گوزن
گرگ گریزان بوحل شد اسیر — شیر نهان شد بنیستان تیر
گرگ که بارانش بسی بود یاد — دید چو باران خدنگ ایستاد
شیر به تب لرزه بد از بیم مرگ — بود گران روز و شب اندام گرگ[2]
بهر نهان کردن بالای خویش — غارکنان گرگ هم از پای خویش
خوک که دندان گرازی نمود — طعمهٔ سگ شد ز گرازی[3] چه سود
لشکر ازین گونه جهان می نوشت — ناحیه بر ناحیه بر روی دشت
تا علم شه بعوض در رسید — از پی دهلی عوضی شد پدید
نصب شد اعلام شهنشاه دهر — بر لب گهگر بحوالی شهر
گهگر ازین سو سر و زان طرف — از تف لشکر لب آورده کف
روز دگر شاه بر آیین گشت — آمده زان سوی عوض بر گذشت

---

[1] بمعنی جزیه که از کفار ستانند ۱۲ [2] مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲ [3] بمعنی رفتار که از روی ناز وتکبر باشد ۱۲

تاب خور از چار فلک در گذشت | خیمهٔ یکتوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گهِ گرم گاه | در پیِ خیمه همی جست راه
لیک همه پرده کشان بر طناب | تا نرود چشمه درون آفتاب
گشته پر از خرگه شاهان زمین | بر همه چون مه شده خرگه نشین
خانه که یک روزنش اندر میانست | از تف خورشید در و صد فغانست
خرگه شه بین همه روزن تنش | پرتو خور در نشد از روزنش
خانهٔ چوبینش ز خشکی تری | یافته از خرگه مه[١] برتری
خلق ز گرما شده جویای خیش[٢] | کرد کتان لرزه ز سرتاپای خویش
لرزهٔ یک توی بهاری بتن | بر گل صد تو بدریده کفن
بس که کتان در بر شاهان خزید | ماه سارا بلت خود کشید
جامه تنک ساخته هر کس چو گل | خانه خنک داشته بر بوی مل
شه بگهِ کوچ همی شد چو شیر | چتر بسر کرده و توسن بزیر
تابش گرماش گزندی نداد | کش بزبر ابر بد و زیر باد
تند همی راند کشاده عنان | از گذر دشت شکار افگنان

---

١ خرگه مه کنایه از برج سرطان که خانهٔ قمر ست و آن برج بر فلک هشتم ست و یا مراد فلک اول که قمر بر فلک اول باشد ١٢

٢ نوعی از کتان که در موسم گرما می پوشند ١٢

تیر برآورد ز کیشِ خدنگ　　وز سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
غرق در آورد چناں بر گشاد　　کاتشے از تیر بکشتی فتاد
گرچہ کہ آں زخم بکشتی رسید　　خستگی زخم بدریا کشید
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد　　از سر کشتی بتہ افتاد مرد
رفتہ فرستادہ بصد حیلہ باز　　پیش شہ شرق عیاں کرد راز
شاہ کہ از خون خود آں زخم دید　　نالہ چوں تیر ز دل بر کشید
خشم ہمی گفت ز کینش سخن　　مہر ہمی گفت کہ ہے ہے مکن
گفت بخود کای دل تنگ خراب　　قلب شدہ نام تو از انقلاب
مہر چہ جوئی بوفائے کہ نیست　　روی چہ بینی بصفائے کہ نیست
چوں طلبی داردی چشم از کسے　　کز پئے چشمت خلہ دارد بسے
پیش کہ گویم ز خودم شرم باد　　کز پئے خونِ خودم اندر فساد
گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں
تیر کہ بر دیدہ رسد خوں بود　　دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود
آنکہ چنین ست نویدم ازو　　بہتر ازیں بود امیدم ازو
حیلہ چہ سازم بچنیں کار تنگ　　با پسر خویش کہ کردہ ست جنگ
گر پسرم راز جوانی و ناز　　عزم براں شد کہ شود رزم ساز
من کہ جہاں دیدہ و کار آگہم　　چوں غلط افتد بچنیں جا گہم

کرد صفے برلبِ آب رواں — سو دہم پہلوے ہر پہلواں
در عقبِ شاہ سوارے ہزار — جملہ سرانِ سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب — کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
کوکبۂ خویش چو پہ راست کرد — ماہ ازو کوکبہ درخواست کرد
برلبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند — وز مژہ در آب گہر در فگند
روے بدستارچہ میکرد پاک — تا نچکد گوہر چشمش بخاک
دُرکہ بدستارچہ شد بار ہا — رشتۂ دُر گشت ہمہ تار ہا
در عرقیہ قطرات عرق — شبنم گل بود بروے ورق
دید چو شہ سیل مژہ بیکراں — حاجب خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر — مردمکِ چشم مرا دہ خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن — خود سخن من برد اشک من
حاجب فرزانہ بآنجا شتافت — نشست بکشتی و رواں شد چو آب
چوں بمیانِ سرُ در رسید — پور معزے ز کرانش بدید
گرچہ بباطن اثر مہر داشت — لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش براں گونہ تیز — کاتشے برخاست ازاں آب خیز

مهر سنا گشت چو آبا سپهر | خونِ شفق گشت کشان سوی مهر
جست پیام آوری از آگهان | آمده و رفته به پیش شهان
گفت بدو نکتهٔ پنهانِ خویش | کرد بتلقینش زبان دانِ خویش
کز پدر اوّل برسانش سلام | و آخرش آئینِ دعا کن تمام
وانکه از آئینه برون ده خیال | صورت این حال بگویش بحال
کای خلف از راه مخالف بتاب | تیغ بیفگن که منم آفتاب (فی الحال ۱۲)
دل نسب از ملک خلافت مراست | تو خلفی سر بخلافت[له] خطاست
غصب مکن منصبِ پیشین ما | غصب روا نیست در آئین ما
از پدرم کی رسد این فن بتو | از پدر من بمن از من بتو
گر ز خود این نقش گرفتی بدست | سوی خدا بین و مشو خود پرست
ور ز بد آموز رسد این ره پدید | گفتِ بد آموز نباید شنید
خصم بصد دست گر افسون کند | ناخن از انگشت جدا چون کند
دجله چو آمیخته گردد به نیل | هست جدا کردن آن مستحیل
کار شناسانت که پیرامنند | گر بزبان با تو بدل با منند
گر ز زر پخته تهی شان عیار | نیز ز خامیست کسند این شمار
آنکه شکوهِ منش اندر دل ست | خدمت تو کردن از او مشکل ست

له خلاف بمعنی دشمنی وتباسے خطاب ست ۱۲

گر رسد آزار ز تیغ منش / جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند / او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ بران تیغ زن / حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست / بخت که داند که درین یار کیست
با خود ازینسان گله می‌نمود / وانچه پسر گفت ز دل می‌شنود
روز چو در پرده بپوشید راز / راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گلهٔ آفتاب / کاوست ز من زاده و من زو خراب
پادشهِ شرق همه شب نخفت / جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد / روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ گشاید زبان / چون گرهِ صلح نهم در میان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب / معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید / کز شب زاینده چه آید پدید

ذکرِ پیغام پدر سوی جگرگوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتنِ خونابهٔ کال

چون دل شب حاملهٔ مهر گشت / بر شبِ حامل مهِ کامل گذشت
حامله یک ماهه نه بل یک شبه / تاجوری زاد دران کوکبه

خون منی و دل من مهر توست — جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت ولکن گفت کس — بشنو و مشنو سخن این است و بس
رفت فرستاده و بگذشت زآب — کرد از آن جوی بدریا شتاب
بادشه روی زمین کیقباد — بود هم از اوّل آن بامداد
همچو گل از بالش خود خاسته — جایگه بار برآراسته
بار گران داد گران تا گران — پست شده خاک ز فرق سران
رفت رسول شه مشرق چو باد — خاک ببوسید و زبان برگشاد
پرده برانداخت ز راز نهفت — هر چه شهش گفت بشه باز گفت

گفتنِ شاهِ جهان پاسخِ پیغامِ پدر
قصّهٔ یوسفِ گم گشته به پیرِ کنعان

شاه از آن چاشنی تلخ و تیز — تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخ انگیخت ز جنس پیام — قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب که بشه باز پوی — خدمت من گوی و پس آنگه بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند — رای تو از گنج خرد بهره مند
با منت از بهر تمنّای ملک — خام بود پختن سودای ملک
ملک جهان پخته بمن شد تمام — کی دهم از دست بسودای خام

تا بچمن سرو بود سایه دار ‌ ‌ ‌ کس نخزد زیر گیا سایه دار

در غلطی با من ازین دم بترس ‌ ‌ ‌ وز غلط اندازی عالم بترس

گرچه جهان جمله بدیدی چو روز ‌ ‌ ‌ لیک جهاندیده نگشتی هنوز

گرچه کنی دعویِ دانش ولیک ‌ ‌ ‌ نیک بدانم که ندانی تو نیک

خردی و در کارِ خرد نارسید ‌ ‌ ‌ دردِ سرِ خلق نیاری کشید

کودک اگر چند هنرپرورست ‌ ‌ ‌ خرد[له] بود گر همه پیغمبرست

هر که درین ملک شبی روز کرد ‌ ‌ ‌ بی ادبان را ادب آموز کرد

چون تو شب و روز ادب افزون کنی ‌ ‌ ‌ بی ادبی با چو منی چون کنی

گرچه جوانی همه فرزانگی ست ‌ ‌ ‌ این نه جوانی ست که دیوانگی ست

ای پسر ار چه پسری درخوری ‌ ‌ ‌ لیک مکن با پدر این سروری

طفل شدی عمر چو طفلان گذار ‌ ‌ ‌ جای بزرگان به بزرگان سپار

دُرِّ بزرگ از پیِ تاجِ شه است ‌ ‌ ‌ لولوک خورد نثار ره است

کسوت شاهی که تو داریٔ وش ‌ ‌ ‌ شوکت من بنگر و بر خود مپوش

گرچه بگوهر (ذات) ز تبار منی ‌ ‌ ‌ کی بمحل مرتبه دار منی

چشمهٔ چه ار چه که بالا شود ‌ ‌ ‌ چشمه محال ست که دریا شود

بر سر خوان آی که هم توشهٔ ‌ ‌ ‌ یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

له قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ١٢

هر دو جوانیم من و بختِ من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن

ملک و جوانی چو بهم[۵۱] بر فروخت — کیست که از تابِ دو آتش نسوخت

سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر

ور چه برآئی تو بحجت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ

ق گرچه برویت نکشم در ستیز — از پیِ تعظیم تو شمشیر تیز

لیک تو دانی که چو کین آورم — شیرِ[۵۲] فلک را بزمین آورم

ور بسمم پا برکاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد

شاهی ازینسان و سپاهی چنین — گرد مینگیز براهی چنین

جز تو کسی گر دم ازین در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی

لیک توئی چو آن پئے این سریر — من نه هم گر تو توانی بگیر

مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان درکشید

راز نهان را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت

رفت بشه پاسخ پیغام برد — هرچه بدل داشت زبان اسپرد

شاه ازان زمزمهٔ بحر جوش — چون صدف بحر فرو هشت گوش

لختے از اندیشه فروشد بجوش — تا دل داناش چه آرد به پیش

مصلحت آن دید ز رای صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب

---

۵۱ در وقتِ واحد ۱۲ — ۵۲ برج اسد ۱۲

پختهٔ آخر دم خانان مزن … من ز تو زادم نه تو زادی ز من
تخت نه ز آباست مرا کز من ست … ملک عقیم و فلک آبستن ست
ملک گر از ارث بدی ذی بخت … کے شدی پیشتر از تو بتخت
ملک بمیراث نیابد کسے … تا نزند تیغ دو دستی بسے
ور تو ز میراث پدر دم زنے … قصر شه جد راست ز من روشنی
هست ز یک سو بتو میراث شاه … من ز سه شاهم بتو میراث خواه
حضرت سلطان شهید کریم … خلده الله بخلد عظیم
راند چو در راه ابد مهد خویش … خواند و مرا کرد ولی عهد خویش
خود چو ازیں عالم خود رائے رفت … جائے خودم داد و خود از جائے رفت
کرد بجائے تو مرا تا جور … من پسرم لیک بجائے پدر
شه بحیات خودم ایں نقش بست … ملک من ست ایں دگر ار جیہ دست
گر تو ازاں شاه نکو زاده … من ز تو زادم که ازو زاده
مثل من اے یاد تو شادی مرا … هم تو نزادی که بزادی مرا
از تو اگر نام پدر روشن ست … خطبه جد بیں که بنام من ست
نیستم آں طفل که دیدی نخست … بالغ ملکم ببلاغت درست
خرد مخوانم که ز دور زمن … داد خدا دور بزرگی بمن
شرط ادب نیست مرا خرد خواند … بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

نصیرالدین غیاث الدین شمس الدین ۲

پیشِ من از پری لشکر ملاف　　حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکر من نیست کم از لشکرت　　کشور من بیشتر از کشورت
من که سپه را بوغا رانده ام　　نه از سر بازی و دغا رانده ام
تیغ بر آں گونه کشیدم برون　　کش بلب سند بشویم ز خون
کافر اگر روے بتابد ز پیش　　از کجک پیل کشم سوے خویش
تا بگلو شان فگنم در رحیل　　سلسله از حلقهٔ خرطوم پیل
با چو منے تیغ فشانی مکن　　دولت من بین و جوانی مکن
لشکر من گشت چو صحرا خرام　　دورِ زمیں گرد نماید تمام
در صفتِ پیلانِ من آید بکار　　ابر بود قطره صفت (گوی ۱۲) بے شمار
پیل بجاے که بجنبد ز جاے　　پشت هزار اسپ کند زیر پاے [illegible]
ور چه هزار اسپ کند ایستاد　　کوه چه غم دارد از آسیب باد
اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه　　باد بکهسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند　　در صفِ پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز　　چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افگند　　بر کَند از خاک و بخاکش زند
اسپِ ترا گنبد اگر بے حد ست　　پیلِ مرا خود همه تن گنبد ست
قیمت یک پیل هزار اسپ بیش　　کز دو هزار اسپ یکی پیل بیش

باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود که برزم
پیلِ خویش از زخمِ ران مست کند در میدان

جست دگر موی شگافی شگرف | عمر بگفتار چو مو کرده صرف
راز که باریک تر از موی بود | موی بمویش همه بشگافت زود
کز من بیدل بسوی جان خرام | جان مرا از دل من ده پیام
کای سر از آئینِ وفا تافته | وز تو دلم تا فتگی یافته
گرچه بغیبت شدیم کینه توز | رنج چه داری بحضورم هنوز
آدمیٔ را که بود گرم خون | خونش به پیوند بود رهنمون
طرفه که تو خونی و دلبند من | لیک نهٔ گرم به پیوند من
با چو منی دور کن از سر منی | چون بصفت من توام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من | چیست بنزدیک تو آهوی من
تیغ مکش تا نشوی شرمسار | از من اگر نیست زخود شرم دار
گرچه که تیغت بگهر روشن ست | گوهرت آخر نه ز تیغ من ست
تیغِ زبان را چه کشی در عتاب | نیست حسابیت ز روز حساب
به که درین کار زبان در کشی | تیغ کشی به نه زبان بر کشی
تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست | تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

باز پاسخ ز پسر سوے پدر کاسپِ مرا
پیل بندست و والے کہ بہ پیچد لعباں

داد جوابے ادب آمیختہ — لعبتی ہاے عجب انگیختہ
کاے بر خم چشم جفا کردہ باز — دیدۂ مہر تو بروئیم فراز
چند زنی لاف ز پیلانِ مست — کانچہ ترا ہست مرا نیز ہست
پیل ترا پنجہ و مارا صد ست — واسپ تو دانی کہ بروں از حد ست
ور نبود پیل چو توسن بود — پیل تو در سلسلۂ من بود
ز اسپ تواں پیل گرفتن بسے — لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ — حاجت پیلش نبود ہیچ گاہ
ور بودش پیل دمے زیر راں — حاجت اسپش بود اندر زماں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل — شاہ پیادہ است ببالای پیل
گر نبود پیل تواں ملک داشت — ور نبود اسپ بباید گذاشت
پیل ترا اسپ مرا در خورست — زانکہ ز پیل اسپ بسے بہترست
بیں کہ بشطرنج ہم اُستادِ کار — پیل کم از اسپ نہد در شمار
کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں — پیل شکارند سوارانِ شاں
پیل ہمانی کہ دریں لشکرند — نے کم ازاں پیل خصومت گرند

اسپ بهر خانه بود در سپاه　　　پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن　　　حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم ز پاے　　　خاک بلرزد چو بجنبم ز جاے

گر نکشم تیغ که خونِ تو ام　　　تا تو ندانی که زبونِ تو ام

لیک ازاں تیغ نرانم همی　　　کز تو بریدن نتوانم همی

چوں پدر من ز جهان رخت برد　ق　در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن کارِ تست　　　دشمن تست آنکه درین یارِ تست

تخت رها کن که سزای تو نیست　　　تا منم این پایه بپای تو نیست

گر کمر کینه کنی استوار　　　پیش تو بیش از تو درآیم بکار

ور بمدارا کشد این گفتگوی　　　نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے که درین رائے من　　　جائے پدر گیرم و تو جائے من

کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر　　　تا کند از دُرِّ صدف بحر پُر

پیش سریر آمد و بوسید خاک　　　لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش ز گزارش گزیر　　　سر سخن باز گشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُر گره　ق　دید مسلسل چو شکنج زره

کرد پر از چینِ سر ابرو ز کیں　　　بلکه در آمیخت بهم روم و چیں

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی — دادمن پرتوِ ظلِ الٰہی

تخت جہاں بہر تو برپا کرد — لیک برآں تخت مرا جاے کرد

کرسیِ زر بہر تو کردند ساز — پاے منش نسبت بگوہر طراز

خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست بر او خود شتافت

محنت دریا ہمہ غواص برد — شاہ گہر بر کمر خاص برد

رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے راکہ غمِ آں نبود — لعل چناں یافت کہ در کاں نبود

کوشش بیہودہ زغایت برون — کوبش آب ست بہاون درون

گفتنِ چیزے کہ درو مغز نیست — نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست

در نظر من کہ فلک سر نہد — جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد

این تن من نیست کہ بر تخت تست — عکس تو در آئینۂ بخت تست

ماہِ فلک غرّہ نماے من ست — روت مہ پرتو راے من ست

تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاختر بخت ست بہ پیشانیم

طلعت من بین و بوحشت مکوش — مہر خود و روشنیِ من مپوش

ور یقیں در دل تو ایں ہوس ست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست

تاج زمن[له] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ تا کشمت زیر پاے

له اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز) تا آں تاج را زیر پایت کشم ۱۲

ن همه پیل افگنند

سر که برآید ز شیر

در پیٔے آزار شاه

وزم بستان کوه قاف

پسر با پدر خویشتن

شنیدی که زگیتی چه دید

وشم برضاے تمام

شم تا بتوانم عنان

بر سر من هم چو مهر

ے نتابم ز تو از هیچ روے

شم تا بتوانم کشید

وام تیغ جفا برمکش

سر خود تیغ کسی چون کشد

مکن گوهر کانِ توام

رم تاج بمن درخورست

بمن میدهد انگشتری

بر تارک من باز گشت

منت بخواهم تو نخواهی اگر — ورت بخواهیم چه خواهم دگر
من نخودم آمده پهلوی تو — کارزو آورد مرا سوی تو
جز بتمنای تو سودام نیست — بهتر ازین هیچ تمنام نیست
قاصد تو گر کند اینجا گذر — در رهش از دیده فشانم گهر
ور ز توام حاجبے آید بہ پیش — شانمش از مرتبه بر چشم خویش
پیک تو گر نامه رساند بمن — ورد دلش سازم و تعویذ تن
گرد سمندت که برآید بماه — سرمه کنم از پئے چشم سیاه
تیغ کشی تیغِ تو جان بخشدم — ز آئینهٔ بخت نشان بخشدم
ور نئے تیر تو ببویم جهد — هر گرهش تازه فتوحم دهد
گرچه که سلطانِ جهانم بملک — تاج ده و تخت ستانم بملک
لیک چو دورم ز تو اے نیکبخت — نے خوشم از تاج و نه شادم ز تخت
بخت من ار پایه بر افلاک سود — با تو چو یکدم ننشینم چه سود
تاج خود ار پر درِ مکنون کنم — با تو چو همسر نشوم چون کنم
در شده در چشم کسان از تو نور — دیدهٔ من مانده ز روے تو دور
مردمک دیدهٔ غیرے شوی — طرفه که از دیدهٔ من در روی
دیده که نادیدهٔ دیدار تست — دیده و نادیده گرفتار تست
نیست بنزدیک من از بیش و کم — بیشتر از دوری تو هیچ غم

باز پیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر حسیب — باز شد و کرد حکایت درست

شاہ سخن را دگر از سر گرفت — نکتہ بآزرم تری در گرفت

کای ز نسب گشتہ سزای سریر — در سپرے ہمچو پدر بے نظیر

چشم منے ہیچ غبارے میار — چشم نشاید کہ بود پُر غبار

در چہ غبارست ز کار تو ام — سرمہ چشم است غبار تو ام

کیں نکنم لیک تمکیں کنم — مہر رہا گر کندم کیں کنم

تا تو ندانی کہ دریں حسبت و جوے — از پے ملک است مرا گفتگوے

گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد — از تو ستانم بکہ خواہم سپرد

لیکنم ایں راہ نمونی بملک — از پے آنست کہ چونی بملک

شکر کہ شد زندہ در ایام تو — من ز تو و نام من از نام تو

باشش بکامم کہ بکام تو ام — زندہ و نا زندہ بنام تو ام

من بتو ام زندہ تو زی بر سال — تا ز تو من نیز بوم زندہ حال

زندگی از مرگ ندارد گزیر — لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر

خواہمت از جاں کہ پناہے مرا — گر تو بخواہی و نخواہی مرا

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
من کہ گل رستہ ز باغ توام — پرتوے از نور چراغ توام
شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں — کز رہ فرمان تو تابم عناں
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہِ پاے تو باشد سرم
من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوج مغل را تباہ
تا بحد شاہ زبالائیاں — من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بسم اسکندر مغرب کشاے
شو تو سوے کامرو انگیز رخش — من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج — من ز در روم شوم سیم سنج
عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے — من[3] دہم از تیغ بحرین شوے
زابروے خود کن تو اشارت بہ چیں — من سر خاقاں فگنم بر زمیں
ارمنِ ہند ست ترا زیر دست — کار من بالاست ز من در شکست
رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند — اسپ بخواہم من ازیں سو فگند
از تو ز ہندوستدن پیل و مال — وز قبل من بمغل قیل و قال

ف۱ قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا بہ گرہ گویند ۱۲
ف۲ خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲
ف۳ یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

دل که نزدیکِ تو مجنون بود — دور ز تو دور ز تو چون بود
شربت دوری نتوانم چشید — درد جدائی نتوانم کشید
هجرِ تو نشگافت دلم نرم نرم — درد و پیوند کن از خون گرم
ای مدد جان شده حاصل ز تو — کی شودم دل که کشم دل ز تو
می شودم دل که جگر بر کشم — پس بدلت همچو جگر درکشم
گرچه جگر هست بهر گوشهٔ — به ز توام نیست جگر گوشهٔ
خود ز پیٔ دیدهٔ مردم پرست — جز تو مرا مردمک دیده هست
لیک ازین خز نتوان حلّه دوخت — شمع بمهتاب نشاید فروخت
سکّه چو زد در دلِ من کیقباد — نامهٔ کاوس[نام برادر معزالدین] کی آرم بیاد
بهر خدا صورت خویشم نمای — روی مگردان و بترس از خدای
نقش چو بر زد ورقِ ساده را — باز فرستاد فرستاده را
آمد و آورد پذیرای راز — قصهٔ آزرم بآزرم ساز
شاه چو پولادِ پدر نرم دید — تیغ سیاست بمیان درکشید
گوهرِ دل را بوفا آب داد — سلک سخن را ز گهر تاب داد
گفت بتدبیرِ پسندیده زود — باز جوابی که پسندیده بود

باز از شاهِ جهان پاسخِ پیغامِ پدر
شربتِ آبِ حیات از پیٔ سوزِ هجران

خازن شہ آمد و در باز کرد — دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جہان معدن درّ عدن — کرد زمیں باز ز صامت سخن

ہر کہ دراں بزم طرب ساز گشت — دامن پر گوہر و زر باز گشت

بسکہ ز زر گشت زمیں ناپدید — ہر کہ زمیں جست نشانش ندید

شاہ چو از خون قدح گشت خوش — دل بجگر گوشہ شدش مہر کش

خواست دلش تا بخوشی جام مے — نوش کند بر رُخ کاؤس وکے

کرد اشارت کہ در آمد بہ پیش — خاک[لہ] ببوسید بر آئینِ خویش

زاں گل نورستہ دل تاجور — شد ز گل تازہ و تر تازہ تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید — لیک بوی گل دیگر کشید

دیدہ براں نور پسندیدہ داشت — دل بدگر مردمگ دیدہ داشت

زیور افسر بکلاہ او فگند — قرعہ خورشید بماہ او فگند

گرچہ دلش مہر بکاؤس داد — ہم ز دلش دور نشد کیقباد

بادہ ہمی داشت بر آتش کہ خیز — قصۂ غیبت بحضورش بریز

لیک سر بر سری و تاج کے — دست بدامانش ہمی زد کہ ہے

چوں اثر شوق ز غایت گذشت — کفۂ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاؤس کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت

لہ یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

تاج ز تو سر زمن افراختن — عاج ز تو تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوئی و من بغرب — حربه خورد هر که در آید بجرب
در بملاقات ره و رای تست — افسرِ من خدمتی پای تست
نیست مرا آں محل و آں شکوه — کز سرِ خود سایه فشانم بکوه
ور فگند رای تو بر بنده تاب — ذرّه شوم پیش چناں آفتاب
شاه بترتیب صوابی که بود — چوں برضا گفت جوابی که بود
داد بحاجب سلب زرنگار — بافته یکسر به دُرِ شاهوار
بس که گراں شد سَلَب زرکشید — حاجب ازاں بار چو ابرو خمید
خرم و خنداں چو گل از بارگاه — سوی گلستان دگر جست راه
رفت و نمود ار خود آنجا نمود — هر چه ز دُر یافت بدریا نمود
معزالدین — نصیرالدین
غالیه صلح که در نافه برد — شمه شمه همه شه را سپرد
بادشه شرق چو ایں مژده یافت — روش چو خورشید ز مشرق بتافت
کرد نشاط می و رامشگراں — مجلسی آراست گراں تا گراں
باز طلب کرد بقصر همای — خون خروس از بط سرخاب رای
گیسوی چنگ و قدح آب رنگ — دَور بی داد و تسلسل بچنگ
داشت اصول طرب از قیل و قال — ریختن خون صراحی حلال

کاے غم تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالت من بے خبر

جاے تو در چشم و تو در جاے نہ — ہیچ سوے مردمیت راے نہ

تا شدی از چشم من اے آفتاب — دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب

خواب من از دیدہ من آب برد — آب من ایں دیدہ بیخواب برد

ایں منم و نقش تو و آبِ چشم — عکس خیالت شدہ مہتاب چشم

گرچہ نہ چشم برخت روشن ست — صورتت آخر بخیال من ست

گرچہ پرستیدن صورت خطاست — صورت تو گر بپرستم رواست

اے بصر دیدہ و جان پدر — زان دگر کس نہ از آنِ پدر

صبر من از دوری تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے کہ محروم بمانم ز تو

می نکند سوز من اندر تو کار — باش کہ تا در رسد آں روزگار

آمدنم نہ از پے ایں کار بود — کافر و اقلیم توانم ربود

ایں قدرم عرصہ دریں ملک ہست — کم نرود سوی دگر پایہ دست

لیکنم از بس کہ بتو دل کشید — میل توام رخت بمنزل کشید

ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں — نیست مرا طاقت غم بیش ازیں

تشنۂ دیدار توام روز و شب — شربت خود باز بگیرم ز لب

از تو نشاید کہ بدیں سان زرم — تشنہ دل از چشمۂ حیوان ردم

سوی برادر شود آراسته   باسپه و کوکبه و خواسته
جست بسی هدیه بقیمت گران   دیده فروز همه قیمت گران
بی عدد از رشتهٔ دُرّ دری   دوخته زان رشتهٔ لب جوهری
سلک دگر از گهر شب چراغ   هر گهری مملکتی را فراغ
لعل که بوده است ز غایت برون   سنگ ز مهر از پئے شان خورده خون
جامهٔ هندی که ندانند نام   کز تنگی تن ننماید تمام
مانده به پیچیده بناخن نهان   باز گشائیش بپوشد جهان
عود بجزوار و قرنفل بمن   خرمنی از نافهٔ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت   صندل خالص چو درخت بهشت
ساختهٔ هند بسی تیغ تیز   تیزتر از آب گه آب خیز
سر بفلک برده بسی ژنده پیل   کوه گران را بقیامت دلیل
هدیه چو آراسته شد بی شمار   چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشهزاده و گردش روان   ساخته با کوکبهٔ خسروان
وانچه سخن بود ز اسرار ملک   کن مکن از ضابطهٔ کار ملک
چون دگری محرم آن سر نبود   محرم سر دید فرو خواند زود
تلبانت بودش در ضمیر   باز رساند با مانت پذیر
راز که داند که چه بد در نهفت   ظاهرش از باطن آشفته گفت

بر در دہلیز شہ تاج بخش | جاے ادب دید و در آمد زرخش
تحفۂ آوردہ ہمہ کردہ راست | شد و وصف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ روے | رُفت زمیں راز تواضع بموے
شاہ بر ویش چو نظر کرد چست | دید[لہ] در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تخت بلند | کرد بآغوش تن ارجمند
داشت بآغوش خودش تا دیر | سیر نشد چوں شود از عمر سیر
باخودش از فرش باورنگ برد | تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ مہش خواند بر غم سپہر | گاہ ببوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک | گہ زبناگوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دو بارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای | گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے | در تتق نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت | حد نوازش ز نہایت گذشت
از در دیگر سخن آغاز گشت | قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش | نکتہ[سہ] بروں داد خداوند ہوش

لہ اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ سہ نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

شاد کن ایں جان غم اندیش را | روے نما منتظر خویش را
تختۂ حال دل ریشم بخواں | یا بمن آیا بر خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نو برِ سروِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ | سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد وز آبِ سرو وا گذشت | چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر | زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت | تا نگرد ہمچو خودے را ز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار | چتر کشادا ز دو طرف چتر دار
کرد زباں آوری دور باش | چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ | گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل | زانبہیِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سران و سپاہ | تا لب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں | جبہہ نہادند بروے زمیں
سیر[1] نمودند بزیر عناں | تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

فروغ روی تو تیز ست و زلف بر لب نوش — ز آفتاب بنه آں شراب در سایه
بگفت خسرو بکشای زلف تا شنوند — حریف مطرب و چنگ و رباب در سایه

رفتن شاه کیومرث و تتوزک عارض

برشه شرق بیکجا عرض ایں جوهر آں

روز دگر کرد چو ناف جهاں — مشک شب از آهوی مشرق نهاں
ناف جهاں مشک زمیں را سپرد — بادشد آهو تگ و آں مشک برد
شاه شد از سیرت خود مشک سای — خوں بسوی صلح شدش رهنمای
شمع دل ملک کیومرث شاه — خلده الله بجد و جاه
خواند وروان کرد بسوی جدش — جدّ ادب کرد برون از حدش
هدیه ز زربفت خطا و عراق — هریک ازاں طاقه در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ همیں اصل و لایت نورد — گاه تگ از باد برآورده گرد
سخت کما نها زمه نو سره[لہ] — در خور زه کردن و ناکرده زه
ساده غلاماں خطا و تتار — موی شگافنده بشب روزگار
اشتر پوینده و پولاد پای — کوه نما از تن کوهاں نمای

لہ زره بیشی و سبقت ۱۲

گنج سخن باز کشاد از ضمیر | داد امانت با مانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل درگرفت | وز دگر اندیشه سخن برگرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست | نے زسے از خون عدو شست دست
از رخ فرخندۂ ایں ہر دو مے | بلبلہ بلبل شده گل کرد مے
رہزنِ عشاق شد آواز چنگ | باده رواں گشت دراں راه تنگ
ہر چہ بمجلس غزل تر زدند | جملہ بنام شہ کشور زدند
بر در او مطرب فرخنده فال | دور میاد از غزل و از غزال
باخوشی دل چو شود باده کش | زیں غزلم گوش گر امیش خوش

غزل

بباغ سایۂ بید است و آب در سایه | از ایں سپس من و جاناں و خواب در سایه
کنوں چو باد ببابد چمید پیش از صبح | بگلشنے کہ رواں باشد آب در سایه
ببانگِ نوش اگر ساقیم کند بیدار | چو خفتہ باشم و مست و خراب در سایه
بسایۂ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت | چہ خفتۂ کہ رسید آفتاب در سایه
ببوستاں منم امروز مجلسے و گلے | روانہ گشت مئ چوں گلاب در سایه
در آفتاب ہمہ ساقیان ہم از رخ خویش | دگر صراحی و نقل و کباب در سایه
ہوای گرم و تو نازک بروں مرو جاناں | بنوش با من صہبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جاں در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

پیشتر از جنبش این دار و گیر | باعث (برانگیزنده) بود مرا در ضمیر
کم[له] زچه رو دست بر آن در شود | کین شرف هم زود میسّر شود
در سبق ارشاد قدم پیش راند | این سبقت باورقم باز خواند
آمدم اینک بهزاران نیاز | تا کنم این دیده بروی تو باز
بود بسی پرسشِ شاه زمن | کامدن از خود طلبی یا زمن
من بدرِ شه بسر آیم دوان | چون پسران بر پدران بیگمان
لیک مرا پایه نو یافت پای | گلبن نو به که نجنبد زجای
لیک خداوند سریر و کلاه | بود همه وقت بر اورنگ شاه
مملکتش ضبط و جهان زیر دست | هر چه کند باک نه از هر که هست
شرط چنان ست که در بحر و بر | چشمه کند بر لب دریا گذر
لیک سزد گر شه دریا نشان | بر سر این چشمه شود درفشان
شاه چو فارغ شد ازین گفت و گوی | کرد روان عارض فرزانه خوی
عارض دانا و کیومرث شاه | سوی شهِ شرق گرفتند راه
زاب گذشتند و بسلطان شدند | چون گل و بلبل بگلستان شدند
حال بگوشِ شهِ کشور رسید | کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید
رفت و براورنگ سکندر نشست | وز صفت پیلان سدِ یاجوج بست

[له] کم مرا از چه نوع و صورت دست بران در شود ۱۲

جنس دگر هرچه توان برد نام | وانچه کسش نام نداند تمام
ساخته کردند ز هر جنس صد | وز در و یاقوت برون از عدد
داد بشهزاده که برحد رسان | خدمت من خدمتے خود رسان
دید که آن طفل وشے خرد سال | رمز بزرگان نشناسد بحال[1]
توزک آن عارض فرزانه را | خواند و تهی کرد نهان خانه را
هرچه ز کاؤس شنید از نهفت | پاسخ آنرا بنهان باز گفت
کانچه دل شاه بدان مائل ست | رائے مرا نیز همان در دل ست
دل نه ز کین کرد روانم به تو | کآرزو آورد کشانم به تو
تن بوفا گرچه که حاشے[2] نبود | دل ز تمنائے تو خالی نبود
ورنه تو دانی که بشمشیر تیز | کس نکند با پدر خود ستیز
ظاهرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا برنگشت
این نه خلاف تو پسندیده ام | مصلحت ملک چنان دیده ام
تا چو شوم با تو مخالف بپوست | دشمن تو باز شناسم ز دوست
جلوه کنم از همه رو آن جمال[3] | تا ز هر آئینه چه بینم خیال
دوست بود راه به نیکی برد | دشمن از اندیشهٔ بد نگذرد
آرزوے من که گذر بر تو کرد | مهر من ست این که اثر در تو کرد

---

[1] فی الحال ۱۲ — [2] آراسته ۱۲ — [3] این جمال مخالفت ۱۲

کرد چو نوازش بدل دیده جاے — گاه سرش بوسه زد و گاه پاے
مهر جگر گوشه ز سر تازه کرد — جنبش خوں را ز جگر تازه کرد
گاه ز رحمت بکنارش گرفت — وز سر تا پا بنثارش گرفت
گاه بیاقوت لبش داشت هوش — کرد پر از لولوے ناسفته گوش
روے ورا آئینهٔ کلک خواند — آئینه را بر سر زانو نشاند
دید از آں گوهر نیکوے خویش — ز آئینهٔ زانوے خود روے خویش
بس که مبارک نظر تاجور — ماند به نظارهٔ لولوے تر
دیده زمانے ز رخش بر نکرد — میل بآیندهٔ دیگر نکرد
در رخ آں دیده همی دید شاه — هیچ نمی کرد بعارض نگاه
عارض از آئین ادب پروری — بود کمر بسته بخدمت گری
تا نظر شاه بر آں سوے تافت — خدمت عارض محل عرض یافت
تحفهٔ شاهانه که با خویش برد — کرد نمودار و بخازن سپرد
هدیه چو از ره بگراں بردرخت — گشت سخن تازه ز اسرار تخت
مرد خردمند پسندیده هوش — ریخت ز لب هر چه درآمد بگوش
شاه بر آں مژدهٔ شادی فزاے — هیچ نگنجید ز شادی بجاے
داد بعارض ز قباهاے خاص — نادره چترخی[1] همه زر خلاص

---

[1] جنسے از جامه ابریشمی ۱۲

چتر برآمد ز دو سو یکسره — ساخته شد میمنه و میسره
بار گهر داد کیانی درخت — پیش ستادند بزرگان تخت
فرش کشادند تتق برزدند — پردهٔ دهلیز براختر زدند
ساخته شد پرهٔ پیلان مست — صف جنیبت ز دو سو راه بست
مفرد[1] کژ بند کله کژ نهاد — راست به پیرامن داخل ستاد
پایک هندی بمعلق زنی — در صف خود گشت به تیغ افگنی
شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت — چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت
گر مگسے زد بسر تیغ پر — شعشعه در پرّ مگس کرد اثر
کارگزاراں همه رفتند پیش — سجده کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ رداروزدند — سکهٔ نو بر درم نو زدند
رفت خراماں ملک ارجمند — تا در دهلیز به پشت سمند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد — گشت پیاده چو گل از پشت باد
روے چو گل سود به پشت زمیں — گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
آمد از او رنگ بزرگی فرود — دست بگل در زد و گفتش درود
برد و ببالاے سریرش نشاند — و ز مژه بر ماه گهرے فشاند
خون خودش دید بجاں درکشید — خون خود از دیده رواں برکشید

---

[1] مفرد کژ بند سپاهی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

ساقیِ خورشیدوش و ماه‌چهر — دَور همی کرد چو مه بر سپهر

شاه ز هرے که بکف برگرفت — جام ز کف در دُر و گوهر گرفت

جام همی داد بخورشید و ماه — زهره همی رفت ز دورش براه

زخمهٔ قانون که همی کند تار — پود از او در رگ جان خار خار

مجلسی از خلد برین تازه کرد — شاه ز طوبیٔ فلک آوازه کرد

تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش — نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش

این غزلم گرچه ندارد محل — مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روی تو در نظر آید مرا — پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا

بستهٔ تست این دلم با دگرانش مبند — کاش که با دیگران دل نگشاید مرا

روی نماشد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز — از تو چه خونابها رو ننماید مرا

خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — بیشتر از من دود، هیچ نیاید مرا

دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد — پیش چنین مردنی زیست نشاید مرا

جان من آن روز رفت کم ز رخت آید پیش — یا رب کاین روز بیش پیش نیاید مرا

سینهٔ خسرو ز تست آینهٔ زنگ خورد — مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

داد بشهزاده کیومرث نیز / تحفهٔ آن ملک ز هر گونه چیز
یافته چندین کمر از در و لعل / دشت نوردانِ بزر بسته نعل
پیل بسے زیر عماری زر / بارِ عماری همه گنج و گهر
وعده چنان رفت که فردا پگاه / جنبش خورشید شود سوے ماه
منزلِ سعدین شود برج تخت / مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود / وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چنان / سکه چو زر شد ز عیاری چنان
خرّم و خوش عارض و فرزند شاه / باز نوشتند سوے خانه راه
حال نمودند بدارائے ملک / کاب درافزود بدریاے ملک
کار که اقبال خداوند خواست / شد همه ز اقبال خداوند راست
وعده بفرداست ملاقات را / ساخته شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرمانبران / ساختن برگ و نواے گران
از تحف و خدمتی و یادگار / گوهر و یاقوت ز بهر نثار
کانچه بباید همه یکجا کنند / جمله بترتیب مهیا کنند
کار چو بر کارگزاران گذاشت / خود می و شادی و طرب پیش داشت
جام همی خواست ز ساقی مدام / تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چون بزمین داد تف / کرد پر از دُرّ قدح شب بکف

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمهٔ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بهشتی شگرف — سدره و طوبیٰ بمحل کرده صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے که رفته ز کراں تا بکراں

ساخته از حکمت کار آگهاں — خانهٔ گردنده بگردِ جهاں
نادره حکم خدائے حکیم — خانه رواں خانگیانش مقیم
اهلِ سفر را همه بر وے گذر — همره او ساکن و او در سفر
گاه روش همره او گشته آب — آبله در پاش شده از حباب
جاریهٔ هند زبانش سلیم — حاملِ چندیں بچه لیکن عقیم
عکس که بنمود بآب اندروں — کشتی خصم ست که بینی نگوں
ماه رسن بسته چو دلو استوار — یافته در خانهٔ ماهی قرار
ماه نوے کاصلِ وی از سال[له] خواست — یک مه نو گشته بده سال راست
گشته که سیرِ هلالش زبوں — عکس هلال ست بآب اندروں
صورت آں تخته که بد بے بها — عین چو ابرو شده بر چشمها

[له] سال نام درخت که ازو کشتی وغیره سازند از هلال مراد کشتی ۱۲ ۱۰

اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　　داو رواں چشمۂ خود را بروں

کشتیِ مہ سوئے کراں[1] ساز کرد　　　چشمۂ خورشید بدو باز کرد

شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار　　　کرد براں چشمہ و کشتی نثار

شاہ درآں ناحیہ کاوّل نشست　　　دستگہے دید درو تنگ دست

از چپ و از راست نظر برگماشت　　　تخت دو جمشید مسافت نداشت

شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد　　　سوے فرو دست برآورد گرد

پیشترک شد قدرے زاں سواد　　　نصبِ علم را رقمِ فتح داد

دور سراپردۂ سیارہ سائے　　　بر لبِ آب سرِ شد بپاے

در محلے کاب رواں تنگ بود　　　گرچہ کہ پہناش بفر سنگ بود

تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق　　　زود ترے سیر نماید چو برق

تا چو رآں سوی خود از جای خویش　　　آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش

کرد سراپردہ مقابل بلند　　　منتظر دیدن آں ارجمند

شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست　　　جملہ بترتیب ہمی کرد راست

سلہ کراں بمعنی کنارہ ۱۲

تخته پئے حرف گرفته بکش | یاد بر آب از هوسش حرف کش
تخته نشد پیش معلم درست | طرفه که صد تخته بیکبار شست
دست چو در آب فراز افگند | آب بدست آرد و باز افگند
همچو جوان مرد کش آید بدست | سیم فراوان و نپاید بدست
لطمه زنان بر رخ دریا بزور | آب ازان لطمه بفریاد و شور
دیده دل و دست خداوند خویش | بر رخ دریا زده صد لطمه بیش
تا عمل بحر شدش مستقیم | آمده از عبرهٔ دریاش سیم
پیشهٔ ملاح در و شیم پاشش | تیشهٔ نجار ازو در خراشش
مرکب بحری ز سفر گشته چوب | بر طرف بحر شده پای کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب | غرقه نگردد چو سوارانِ آب
در ته او آب سبک خیز نیست | گرچه که صد نیزه بود تیز نیست
جوی که بگزیست تر و آب دار | گاه لبش گیرد و گاهی کنار
هر که پی آب برو شد سوار | آب گذارد چو بگیرد کنار
در ره بی آب نداند شدن | کیست که بی آب تواند شدن
خاک نخواهد که غبار آورد | تیرگیِ دیده ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش | هیچ ز گرداب نگردد سرش
با سبکی بار تواند کشید | از سبکان بار کشیدن که دید

لیک جزین فرق ندانم کنون — کوست سرافراخته ابر نگون

ابروی او داده بهر چشم نور — چشم بد از ابروی نیکوش دور

همچو کمان پرخم و تیر از میان — تیر ستاده ست و کمانش روان

راه نخواهد بمدارا شدن — راست چو تیری بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج — تیر به تیرش نرسد گاه موج

تیر رو گرچه که بیش افگنند — پس فتدش گرچه که پیشش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در گشاد — پیشتر از باد رود در زباد

وقت دو منزل بدمی بل دو چند — بارسن و سلسله و تخته بند

بسته به زنجیر مسلسل دراز — بحر دوان زو شده زنجیر ساز

یک زدن چشم که بینیش پیش — تا بزنی چشم نبینیش پیش

بر پر پرواز بجای نجنبیدنی — نیست درین هیچ پرانیدنی

همچو کلنگان بهوا سرفراز — پر چو حواصل زد و مو کرده باز

مرغ که آن از پر چوبین پرد — طرفه بود لیک نه چندین پرد

بر طرفش ره بشتاب نگر — بر قدمش سیر بر آب دگر

از تگ طوفان شکنش در شتاب — معجز نوح آمده بر روی آب

گرچه ز دریا گذرد بیش و کم — آب نیابند گرش تا شکم

دیده شب و روز بسی گرم سیر — رفته بسوز پی آب خورد

صبر ہمی خواست نمی آمدش   گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود ازیں سوے معزّز جہاں   ساختہ برجای ادب چوں شہاں
چوں کہ درآں شیفتۂ خویش دید   شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت   شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آورد میل   تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آغوش تنگ   ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں   دور نشد آں ازیں و ایں از آں
جاں بدو تن بود یکے از نخست   صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد   کارِ دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور   فاتحہ می خواند پریشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند   ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر   جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست   ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب   کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر   کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالاحترام   کز تو برد پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست   کز تو شود سکۂ نامم درست

موج گران یافت سبک بر رود | ار چه گران گشت سبک تر رود
گرچه که ده سال برید از درخت | هم تهی از بار نگشت اینت بخت
طرفه درختی ست نمودار او | کادمی و اسپ بود بار او
شاه دران خانهٔ چوبین نشست | وز پل چوبین همه دریا ببست
آب شد از بحر روان تخته پوش | کرده زهر تخته معلم خروش
موج سوی جاریه می برد دست | پیل سبیلیش همی کرد پست
نعرهٔ ملاح که می شد باوج | بر تن خود لرزه همی کرد موج
سلسلهٔ موج ز دامی که بافت | ماهی ازان دام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زمین همچو دیگ | آب روان تشنهٔ گل شد بریگ
آب ازان غلغل ز اندازه بیش | گرد می گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده که چون تیر بود | بود بجاے که زمین گیر بود
وز خلهٔ[١] پشت کشف ناتوان | داشت بسے رخنه بر گستوان
عکس رسنها که فرو شد بآب | بست بپهلوے نهنگان طناب
کشتی شه تیز تر از تیر گشت | در زدن چشم ز دریا گذشت
راست که شه بر لب دریا رسید | گوهر خود بر لب دریا بدید
خواست که از سوز دل بیقرار | بر جهد از کشتی و گیرد کنار

---

[١] یعنی از خلش خله (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل بر گستوان (جھالر) اسپ پیدا شده بودند ١٢

دو یتیمان هر طرف بسته صف — کرده طبقهای جواهر بکف
لعل و زر برجد که بر آمیختند — بر دو سر فرازهی ریختند
توده لعلی که بهر گوشه بود — روی زمین پر ز جگر گوشه بود
زاد تو گوئی ز زمین زر و سیم — حامله شد خاک ز دُرِّ یتیم
چون پدر اقبال پسر تازه کرد — زان شرف آفاق پر آوازه کرد
گفت که امروز بس است این قدر — روزِ دگر جلوهٔ ملکِ دگر
شکر خدا را که رسیدم بکام — کام دلِ خویش بدیدم تمام
زین نمط از کام چو دمساز گشت — فرقِ پسر بوسه زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند — باز پسر بحر بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشان — کشتیِ زر داد بدریاکشان
سیل روان کرد محیط شراب — تا لب آمد همه را جوش آب
غوطه خورانید ز سر برگذشت — کیست که جز شاهِ جهان برگذشت
هوش بگردابِ قدح در فتاد — داد همه رختِ ادب را بباد
عقل شد از بهر کشیدن زدل — او هم ازان قعر نیامد بردل
چنگ زگیسوی سیه دام یافت — گرچه در افگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید — عقل عقیله است نباید کشید

---

۱۵ بحر کنایه از شراب و کشتی از جام ۱۲

باز پسر گفت کہ بر شو بتخت — کایں محل از بہرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت کہ اے تاجدار — تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے — پاے کسے پیش نشد پایہ جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش

گفت کہ یک آرزویم در دل است — منت للہ کہ کنوں حاصل است

ایں کہ بدستِ خود تو ای نیکبخت — دست بگیرم بنشانم بہ تخت

زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر — من نہ بُدم تا شدمے دستگیر

گرچہ تو محتاج نبودی بمن — کافسرِ ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست — ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست

داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہئے داد بکار آگہاں

کاے دمِ تاں در رہِ اخلاص چست — بہ کہ نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ — بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ

ہر کہ ازیں پایہ والا برد — نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد

بود ستادہ نفسے ہم بجاے — ہم نفسش نیز ستادہ بپاے

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — نشست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود — خواہشِ عذرے بسزا می نمود

شد کرۂ چرخ چو گنبد نمای | نعلِ مہ افگند بگنبد زپای
زردۂ صبح از طبقِ خاک جست | رفت و بمیداں افقِ بر نشست
شاہِ فلک مرکب جوزا ستام | ہم شہ و ہم شاہسواری تمام
جست بہنگانہ تگاور بہ پیش | در دلِ دریا شدہ از آب خویش
رفت امیر آخور و آورد زود | ہرچہ در اطرافِ جہاں بادپا بود
پس کہ پر از بادرواں گشت دشت | مرکزِ خاکی کرۂ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ زسرعت بخروج و بدخول
نتواں خارج شاں گفت نہ داخل چوں جاں

تیز تگانِ ہمہ تازی نژاد | چوں دمۂ آتش و انبانِ باد
گردسرینے ہمہ گردن دراز | تا بہ فلک گردنِ شاں سرفراز
تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید
سر چو مہ افراختہ بر اوجِ مہر | ساختہ از چشم چراغِ سپہر
از ہنر آراستہ پا تا بفرق | گاہ روش ابر و بجستن چو برق
درگہِ بے دست زدن جستہ زین | کوفتن پا بطرق کردہ فن
نازکناں در صفتِ نازکی | زخم نخوردہ گہے از چابکی

---

۵ امیر آخور امیر اصطبل و از باد مراد اسپاں ۱۲

عاقلِ دولت که مبا داش نقل — باده سرافراز جهانی چو عقل
باده که از عقل رباید چراغ — تا ابدش عقل فزای دماغ
چنگیِ او عقل فزای جهان — عاقلهٔ عیش و نشاط شهان
این غزل از تار ترنم سرای — در سرِ او یافته چون عقل جای

غزل

خرم آن لحظه که مشتاق بیاری برسد — آرزومند نگاری به نگاری برسد
دیده بر روی چو گل بندد و نه بود خبرش — گرچه در دیده ز نوکِ مژه خاری برسد
تن چو بینش که به سیلِ مژه کشتی راند — از پیِ قطعِ سواحل بکناری برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجان کار کند — جانِ بیکار شده باز بکاری برسد
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نبود — هر کجا از قدمِ دوست غباری برسد
ای خوش آن تلخیِ پاسخ که دهد بعد از هجر — که خماری شکن از بهر خماری برسد
لذتِ وصل نداند مگر آن سوخته — که پس از دوریِ بسیار بیاری برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آن مرغِ اسیر — که خزان دیده بود پس بهاری برسد
خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می‌پوی — بهرِ تسکینِ دلِ خویش که آری برسد

ذکرِ در اسپ فرستادنِ سلطان آید
هم بر آن گونه که در باغ وزد بادِ وزان

کاسهٔ سم کز طبق[1] آزاد گشت / گرد بصحنِ زمین آشامِ[2] دشت
باد گرفت اسپ کسان را بسی / وز رهِ شان رفت بصحرا خسی
گرچه که زاده شده پابند پای / هم گهِ تگ مانده[3] صبا را بجای
بر سرِ نه چرخ بود جای شان / گر نه بود بند بهر پای شان
پیکرِ آن راه نوردانِ پاک / بادِ مجسم شده بر روی خاک
بر سرِ بدخواه روان تر شده / وز سبکی دیده درون در شده
صورتِ شان از روشِ دلپذیر / وهم مصوّر شده اندر ضمیر
گشت چو سیّاره منازل سپر / ماه سبک سیر شده نعل زر
زال مهِ ره یافته در برجِ باد / باد بسی گردش سیّاره داد
جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاه / مست همی کرد کسان را براه
شکلِ سیاهانِ[4] سر افراخته / آتشی از دودِ سَلَب ساخته
آتشِ سوزان که ز تابِ وجود / هم ز تنِ خویش برآورده دود
تیزی خنگانِ محیط آزمون / آب ببرد از فلکِ آبگون
گنبدِ شان کرده فلک را خراب / گنبدِ آبی شده بر روی آب
سوسنیان[5] خوش فش و نرگس دلِ ما / وز دَمِ شان نرگس و سوسن دلِ ما

---

[1] طبق نام بیماری که در سمِ اسپ می باشد ۱۲ [2] اے زمین را می نوردیدند ۱۲
[3] گذشته بودند ۱۲ [4] اسپان مشکی ۱۲
[5] سوسنیان ـ اسپان برنگ سوسن و فش موے عیال ـ دمان معنی دمنده ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرای کبک روان ابزده زاغ پای
هیکلِ شان گرم چو آتش گهی آتشِ شان چوب نخورده گهی
کوه گران لیک گران سنگ نی یک تگِ شان جز بفرسنگ نی
سنگ دران کوه تنان ناپدید کوه که بی سنگ بود کس ندید
زآتشِ خود گرم روان همچو تیر سوخته شد کرهٔ گرمِ اثیر
از تگِ شان کارِ رهِ صرصر زده باد بدیوار بسی سر زده
سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر گاهِ تگ از خود قدمی پیشتر
وز رهِ جولان بفلک راهِ شان سنبلهٔ چرخ چراگاه شان
بی سمِ شان کوه نیارد خمید بی تگِ شان فسحت نیاید پدید
پا نه نهاده بزمین هیچ جای بر سرِ گردون شده جولان نمای
گرده هوا در تهِ ایشان زمین پا ننهاده بزمین جز جبین
آب روان از پیِ صحرا گذشت باد صبا از پیِ گلگشتِ دشت
گه بلگد خشتِ زمین بشکنند گاه بیک جست دو گنبد کنند
از لگدِ پا که بیک پی فشرد خرگهِ پرنه کره[۱] را کرد خرد
چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند کرهٔ ناکنده زمین را بکند
گاه روش زان سمِ گیتی نورد از کرهٔ خاک برآورد گرد

---

۱ خرگهِ پرنه کره - آسمان ۱۲

بستهٔ بریشم گهر مهره وار — مهره نگویم که دُرِ شاهوار
شاه چو در مهرهٔ شان چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت
گرچه همه مهرهٔ شان چیده دید — عاقبت از گوهرِ شان مهره چید
کرد گزین زاں همه گردون تگاں — پنج هزار و صد و پانصد یگاں
داد بدانا که برایں نزد شاه — عذرِ قدم زآمدنِ وے بخواه
وعدهٔ امروز فرازم رساں — جان بجنابش برو بازم رساں
رفت پذیرنده و آں هدیه برد — خدمتیے خاص بخدمت سپرد
خواهشِ عذرے که به پنهانش بود — کرد بفرمان دهِ فرمانش زود
داورِ دولت که دراں یاوری — دید ز دارائے خود آں داوری
سکهٔ مهرے که عیارش نمود — گرچه یکے بود هزارش نمود
داد بآرنده لباسے عجیب — قیمتی و در همه عالم غریب
سُرخ نطاقی همه از لعلِ ناب — لعل که خورشید ندیده بخواب
از پئے شه چند طرائف دگر — طُرفهٔ اطراف همه بحر و بر
وعده چناں رفت که هنگام شام — جلوه کند مهر بماهِ تمام
مرد سخن سنج گزاں سلکِ دُر — کفِ خود و کفّهٔ خور یافت پُر
آمد و بکشاد ترازوے راز — نکتهٔ سنجیده بسنجید باز
شاه بفرمود بفرش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

چالِ[1] ز گلرنگ تر انگیخته　　باد صبا را بگل آمیخته
پشتِ قله[2] از خطِ مشکینِ خویش　　سبقِ هنر داده صبا را به پیش
زردهٔ شان چون زرِ قیمت فزای　　گرچه نه بیجاده[3] ولی کهربای
خنگِ نگس[4] دشت خورد کاسهٔ سم　　بهر نگس کرده نگس ران ز دم
لیک[5] چه راند ز نگس کز سرین　　خواست بلغزد نگس اندر زمین
ابرشِ شان ابر تگ و برق تاب　　برقِ فلک سرعت و ابرش خطاب
در تگِ شان گاه کشادن ز بند　　گم شده این ابلق دندان بلند
ابلقِ شان از بیاض و سواد　　خامهٔ نقاش نشانی نداد
دهر شد از نسختِ شان نا امید　　گرچه بسی کرد سیاه و سپید
صورتِ شان خامه نداند نبشت　　بادِ صبا را که تواند نبشت
از تگِ شان گر بنویسم سخن　　باد رباید قلم از دست من
مه ز پئے آخورِ آن مهوشان　　ساخته خرمن برهِ کهکشان
کارگزارِ عملِ پایگاه　　می گذرانیدگان پیش شاه

ف۱ چال۔ اسپی که سرخ رنگ باشد ۱۲　ف۲ قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
ف۳ در لفظ بیجاده و کهربا صنعت ست یعنی که او هم جوهریست بمعنی بی راه و کهربا هم جوهریست بمعنی خون خورنده کاه ۱۲
ف۴ خنگِ نگس اسپ سفید که بر آن نقطهائے سیاه باشند ۱۲
ف۵ لیک چه راند۔ الخ۔ یعنی اگرچه دم آن نگس ران ست مگر نگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی نگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

من از آرزوت مُردم دلت ار چه نیست با من / تبکلّف ار تو دانی شبی آرزوی من کن
منم و دلی و دردی ز غمت چو ناتوانان / بزکوٰة تندرستی گذری بسوی من کن
همه بوی عود نبود که بر آتشش بسوزی / دلِ سوخته است رغبت قدری ببوی من کن
اگر این ست رسمِ خوبان که بمو نهند دلها / دلِ من بیار و جایش بتنِ چو موی من کن
بدو زلف طوق داری نه یکی که صد هزارم / و گرت هزار باشد همه در گلوی من کن
ز شکنج زلفِ مشکین چو نهی بدوشِ چوگان / بفدای حالگاهش سرِ همچو گوی من کن
تنِ خاکیم لبالب همه پُر ز خون ست از تو / لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوی من کن
بگران مشو ز خسرو که چنین بدستِ خویم / نفسی بیا و بنشین بدرِ خو نکوی من کن

صفتِ آن شبِ با قدر که تا مطلعِ فجر
نزدِ آن روح ملک بُرد سلامِ یزدان

شب چو بیار است سریرِ سپهر / گشت مکلّلِ تتق ماه و مهر
یافت فلک پردهٔ گوهر نگار / رشتهٔ شب از پیِ آن پود و تار
چرخ بهر زاویه شمع سوخت / خاک بهر خانه چراغی فروخت
طاقِ سما کرد چراغ آشکار / طاق یکی بود چراغش هزار
دهر شد از دود معنبر دماغ / کم نه بود دودهٔ چندین چراغ
سُرمه بود از دُرِ گردون بران / از دُرِ سیاره شده سُرمه سان

هر همه در حجلهٔ بار آمدند — بارکشادند بکار آمدند

نصب شد اورنگِ زر از پیشگاه — پایه بپایه سرِ او تا بماه

تاجِ مرصّع که در آویختند — یکسر از آبِ گهر آمیختند

بود تتق حجله ز زر یافته — پردهٔ در ها ز گهر بافته

پردهٔ دیوار ز یاقوت بود — کلّهٔ بالا ز زمرد نمود

فرشِ زمیں بود مسلسل بزر — در تهِ آں خاکِ زمیں نقره گر

هر که در آمد بچناں منظری — صورتِ خود دید ز هر گوهری

یک تنه زو شد بتصوّر هزار — بیں که هزارش چه نمود از شمار

شاه در آں خانه در آمد بتخت — آئینهٔ دید نمودارِ بخت

خانه از و شد همه صورت پذیر — با همه تصویر نبودش نظیر

خواست ز ساقی مےِ آئینه فام — دید در و صورتِ خود را تمام

گشت سکندر که ز گنجینه‌ها — داد ز رو کرد نو آئینه‌ها

با دلِ آئینهٔ اسکندر وش — با دل گلرنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزل اندر خیال — بر دلِ چوں آئینهٔ او جمال

غزل

زِ سرِ کرشمه یک ره گزرے بسوے من کن — بغلطے که دانی نظرے بروے من کن

کرمکِ شب تاب بصحنِ جهان   همچو شرارا ز سرِ آتش جهان

چرخِ کمان شکل به تیرِ شهاب   شانده پرِ زاغ بپَرِ عقاب

تیرِ شهاب از دلِ اختر گذشت   روشن ازیں هفت سپر در گذشت

آتشِ خورشید که گرمی نمود   ز آتشِ او چرخ بر آورد دود

روز ز دریاے فلک شست دست   چشمهٔ خور در تهِ دریا نشست

طرفه که خورشید چو در شد بچاه   گشت روان زورقِ زرینِ ماه

در شده آں چشمهٔ روشن بچاه   خونِ شفق سرخ شد آنگه سیاه

پرتوِ خورشید کند از عمل   سرخیِ خوں را بسیاهی بدل

بلکه چو خورشید شد آتش فشاں   زود دهد از رنگِ سیاهی نشاں

طرفه که خورشید چو رو در کشید   روے زمیں گرد سیاهی پدید

خور چو شود تافته از تابِ وے   روے پر از قطره نماید ز خوے

طرفه که چوں تابشِ خور شد نهاں   گشت پُر از قطرهٔ رُخِ آسماں

تا ندهد آهوے مشکیں عطا   هست طلب کردنِ مُشک از خطا

طرفه که گم گشت چو آهوی مهر   مشک فشاں گشت بگیتی سپهر

قرصهٔ خور تا بسرِ خوان بود   خلق برو آخته دندان بود

طرفه که چوں قرصِ خور از خواں فتاد   چرخ لبالب همه دنداں کشاد

مست شده از قدحِ دورِ مهر   بر زمیں اُفتاد ز روے سپهر

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زای
سنگ ندارد ز چه شد سرمه سای

دیدهٔ انجم بسیاهی درون
دیده درون ماند سیاهی برون

ریخته از شیشهٔ گردون مداد
مجمرهٔ گل شده زد پر سواد

جوهری شام بسوداگری
کرد گهر پیش کش مشتری

گاو فلک ریخته عنبر براه
گاو زمین ساخته پر چشم سیاه

طاس فلک شد علم زرنگار
روی زمین شد ز علم سایه‌دار

از نم شبگیر که هر سو فتاد
کوس سحر هیچ صدای نداد

ادهم شب گشته به تندی روال
پر ز جلاجل شده برگستوال

گرچه هوا پر ز جلاجل نمود
هیچ طرف بانگ جلاجل نبود

چرخ یکی حلقهٔ انگشترین
بر سر یک حلقه هزاران نگین

خوان فلک پر ز نگینهای زر
زرد چو زنبور برآورده سر

زان همه زنبور که از نور بود
پردهٔ شب[۱] پردهٔ زنبور بود

خوشهٔ[۲] چرخ از علف خانه خیز
هر خرمن سان سحر دانه ریز

بود خروس سحر اندر عدم
ورنه چرا دانه نمی گشت کم

مرغ شب آهنگ نواگر شده
نغمهٔ زیرش بهوا بر شده

شبرک از بس که ببالا پرید
مرغ مسیحا بمسیحا رسید

---

۱ از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ داری باشد ۱۲ ۲ خوشهٔ چرخ برج سنبله و خرد سان ملایک و دانه‌ها ستارها ۱۲

ساخته از دود مدادی ز بر — داده به پروانه سوادی ز بر
بس که گزیده شده از زخم گاز — داده سرِ خویش گزیدش براز
زان همه نیشے که ز زنبور خورد — عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ که اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جوان

گشته روان خانه بخانه چراغ — آتشِ او در دلِ شب کرده داغ
گرم دماغ آمده در هر وثاق — بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبه دهانی بزبانِ دراز — با همه کس گرم سرِ سوز و ساز
پنبهٔ و آتش شده در مغزش — در تن و نا سوخته سر گر تنش
پیش روِ راه ز نورِ بصر — گم شده را در دلِ شب راهبر
تا شب از و نور نیامد پدید — دیدهٔ تاریکِ جهان را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع — چرب تن و چرب زبان تر ز شمع
شعلهٔ او گر خسے آشوب یافت — صد خله از سیخکِ جاروب یافت
نادره گرد عیان دل پذیر — سیخکِ جاروب بر آتش امیر
خس ببرد بینیِ او را بسے — چون ببرد بینیِ آتش خسے
کرد بچوب آتشِ خود را ادب — وز پئے چوب آمده جانش بلب

صفتِ شمع کہ چوں بسرش آید مقراض
در زماں چاک زند پردۂ ظلمت زمیاں

شمع بہ بزمگہی سرفراز — خاصہ بہ بزمِ شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوند روز
از ہمہ سو دود ہمہ روی چشم — نے پلکش دیدہ و نی موی چشم
پاسِ نفس داشتہ تا بامداد — ہر کہ بر و زد نفسی جان بداد
اولِ شب آمدہ عمرش بسر — زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادرہ شخصے کہ ز نورِ صفات — زندہ بماند چو سر آید حیات
زندہ شد آتش ز نفس چون بمرد — و آتشِ تیزش ز نفس جان نبرد
جانش کہ از سوز رسیدہ بلب — زندہ از آن داشتہ بسیار شب
چون دلِ سوزان ز نشست سر گزند — جان شدہ از زندہ دلِ شب بگزیدہ
شد بگہِ صبح حیا آتش تمام — عمر ز سر یافت بہنگامِ شام
کرد چو مقراض بسویش گزر — بوسہ زدش بر لب و بر بریدہ سر
بس کہ سر او شدہ بار زبان — کرد سراندر سرِ کارِ زبان
تیغ رسید و سرش از تن ربود — او بزبان کرد حرا رہ چہ سود
سوز بسر داشت کہ چندان گریست — تا نبریدند سرش رانہ زیست

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیر بار

ساخته ثور از دبران[1] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش

هقعه[2] سه سیارهٔ روشن بدو — گشته مثلث چو سه نقطه ثور

هنعه[3] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وی از گردن جوزا نمود

بس که ذراع[4] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه پیمون گشت

نثره[5] چو ابری شده گوهر فزای — چار گهر ریخته بر پنج پای

طرفه[6] بیک طرف دو چشمش پدید — دیده چنین طرفه بچشمی ندید

قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بقلب آمد و بهجت فزود

زهره[7] زبردست شده چون اسد — بهر اسد کرده ز آهن جسد

مهرهٔ صرفه[8] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

۱ دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک برای (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم او روشن شود ۱۲

۲ هقعه سه ستارهٔ روشن در برج جوزا ۱۲ ۳ هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

۴ ذراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

۵ نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

۶ طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تر است که طرفه دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

۷ زهرا تراشهٔ آهن و آن دو ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۸ صرفه نیز ستاره ایست بردم اسد یعنی این عجب است که مهره بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

بسته جهان چشم چو گاو خراس | گوش بفریاد ز آواز پاس
گرد عسس بر سرِ هر کو کمین | کیست که جنبد به بساطِ زمین
مردم هر خانه شد از ره گذر | مردمک دیده فرو بسته در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش | دیدهٔ مردم ز پلک شقه پوش
شقه گری از پلک آموخته | وز مژه قند ز بگران دوخته
موی بهم کرده مژه داد تاب | دام ز مو بافته از بهرِ خواب
فتنهٔ چشم آمده زان مو بدام | تیغِ زبان خفته میانِ نیام
همچو فلک پر ز ستاره جهان | همچو زمین پر ز چراغ آسمان

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها
که همه کارگزارِ فلک اند از دوران

میر منازل[1] همه نزدیک و دور | منزلتی داده فلک را ز نور
قرن[2] حمل کرده قران یکدگر | وز حدِ شرطین بر آورده سر
بسته حمل حمل بنافِ بطین[3] | زاده سه سیاره بتثلیثِ عین

---

[1] میرِ منازل - ماه ۱۲ [2] قرن یعنی شاخ و حمل برجی که بصورت برهٔ گوسپند است شرطین بضم شین
نام منزل اول ماه و آن دو ستاره اند از برج حمل و بجای دو شاخ آن واقع شده اند ۱۲
[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماه که در مدت ماه در شکم برج حمل می باشد و بطین سه ستاره اند باریک بشکل
مثلث بدو ربایین شکل ۰ ۰ ۰ ۱۲

بلدہ چناں از نظر آنجا نہی　　　　ہست دہے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابحِ بزد رنہاں　　　　از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بلع[۱] در شکمِ بز درون　　　　رفتہ و آوردہ دو بچہ برون
سعدِ سعود از دو طرف درفشاں　　　　با اثر سعد ز تثلیث شاں
اخبیہ[۲] با چار حریفِ درشت　　　　دلوکشاں گشت ز بالائے پشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس　　　　آب کشِ دلو شدہ از ہوس
دستِ موخر سوے ماہی دراز　　　　در دلِ ماہی شدہ تاخیر ساز
کردہ رشا[۳] رشتۂ پیچاں بدست　　　　در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جعد　　　　ثور مشرف بقرانِ دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم　　　　ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم
برجِ دو پیکر زدہ در رو پر ز نور　　　　دیدۂ اختر زدرش ماندہ دور
شاہِ کواکب شدہ کرسی نمائے　　　　کرسیِ او کرد فلک پنج پائے

---

[۱] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میان آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست، کہ آں را مبلوع گویند ۱۲

[۲] اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و نحسی آنہا باعتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲

[۳] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسنِ دلو ۱۲

پنج گہر یافتہ عوّا[ف۱] بزیر | پنجۂ شیر آمدہ بر رانِ شیر
رمح[ف۲] سماک از حدِ تیسر آمدہ | رفت بمیزان و ترازو شدہ
غفرہ[ف۳] چو سطرے کژد روی سہ حرف | راستی اندر خطِ میزانش صرف
شکل زُبانا[ف۴] بجنساں دو اوری | بر سرِ عقرب بزباں آوری
عقرب از اکلیل[ف۵] سہ گوہر بپیش | بر سہ گہر سفتہ بیک زخمِ نیش
روئے چو بکشاد مہ مہر جوئے | قلب[ف۶] شدہ عقرب و پوشیدہ روئے
شولہ[ف۷] شدہ بر سرِ عقرب چو خار | داد دوگاں شعلۂ آتش شرار
شکل نعایم[ف۸] چو سریری بجائے | کژ شدہ با راستیِ ہشت پائے

ف۱ عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر رانِ شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر برانِ او آمدہ ۱۲
ف۲ رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان بمعنی ترازو و نام بُرج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ بُرجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲
ف۳ غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در بُرجِ میزان آمدہ راست شدند ۱۲
ف۴ زبانا بالضم نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ۱۲
ف۵ اکلیل نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ اند در بُرجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر را بسفت ۱۲
ف۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس روئے خود پوشید ۱۲
ف۷ شولہ دمِ کژدم و نام منزل قمر و آں یک ستارہ است بر سرِ عقرب و دوگاں دو چند یعنی عقرب نجس ست خود را دو چند بیم ظاہر کرد ۱۲
ف۸ نعایم بالفتح نام منزلِ قمر در بُرجِ قوس و آں بشکلِ تختِ ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم (شترمرغ) با وصفِ راستیِ ہشت پا کژ گردید ۱۲

گشت چناں ظلمت شب کم فراغ / کش اثرِ دود نماند از چراغ

دیدهٔ سیاره ز نورے که زاد / داده همه سرمهٔ شب را بباد

روشنیِ گشت بعالم پدید / کاولِ شب صبحِ دوم در دمید

مشعلها هر چه در آمد به پیش / نورِ جهاں گشت ز اندازه بیش

تا بچنیں کوکبهٔ آں آفتاب / نور دهِ خاک شد از برجِ آب

ریختنیها ز دو سو شد بکار / بسته شد از بارِ گهر جاے بار

ریزشِ زر کز زمیں آمیختند / خاک تو گوئی که ز زر ریختند

آنکه همی چید بدامن گهر / دامنِ پُر چید ز لولوے تر

خلق سر از چیدن زر خم نکرد / سر چه کند خم که نظر هم نکرد

بسکه دُر و لعل بخواری نشست / کس بخیال آب نیالود دست

نورِ دو خورشید شده همقراں / انجمن انجم فگن از هر کراں

هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند / بر فلکِ تخت چو مه بر شدند

گشت ببرجے دو قمر جاے گیر / گشت مزیّن بدو سلطان سریر

برج شرف کرده دو اختر یکے / سلک نسب کرده دو گوهر یکے

ملک بیک تخت دو دارا نمود / دهر بیک آب دو دریا نمود

روے زمیں فرِ دو جمشید یافت / چشمِ جهاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد / افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

گشته عطارد با سد جای گیر | شه زده گوئی بدل شیر تیر
شیر چو پهلوی عطارد نجست | سنبله در سوگ میان را ببست
راس[۵] چو مریخ ترازو بچنگ | هر دو برابر شده در وزن سنگ
عقرب دم وار شده قلب دار | کرده هم از کوکبهٔ خود کنار
مشتری از خانهٔ خود بی خبر | قوس تهی تیر بجای دگر
بزکه شدش هندوی گردون شبان | رفته شبان از سر آن بی زبان
دلو شده ودرته دریا نشست | کاب کشان زو همه شستند دست
کرده زحل در دل ماهی مقام | طرفه که ماهیش به بسته بدام
تیره شبی دُمهٔ گردون بخواب | ماه زمین منتظر آفتاب
تا کیش آن اختر عالم فروز | روی نماید که شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید | بانگ دهل دم بهوا بر کشید
کاسه بردن زد شغبی کان درست | گفت سخن کوس فلک را بپوست
ناگهی از دور در آب روان | مشعلها شد چو کواکب عیان
پرتو شان نادرهٔ خوش نمود | کاب بر از شعلهٔ آتش نمود
عدل شه این تعبیه انگیخته | کآتش و آبی بهم آمیخته
دهر بنوعی فلک افروز شد | کاستر شب ادرگئی روز شد

---

۵ راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هر دو در برج میزان بودند ۱۲

زان سرانبوه که در گل نشست — کاسه بهم خورد و سراسر شکست
گرد شده خاصگیان هر طرف — وز دو قمر یافته پروین شرف
گاه نشسته بمقام نشاط — گه بزمین بست چو نقش بساط
جمله کُله ور شده که تا بمه — سر ز کُله گشته سزاوار زه
جبهت شان از کُلهٔ بی‌بها — گشت دُر افشان چو مه از ابرها
از کُلهٔ لعل و سپید و سیاه — گونه بگونه شده رخسار ماه
نقش قباهای زرِ خز آب گون — موج برون داده دُر دریا درون
کوه تنانی همه بسته کمر — تا به کمر غرق شده در گهر
قامت شان زان کمر زر که بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست
مجلسی آراسته شد چون بهشت — خاک شد از غالیه عنبر سرشت
بس که فشاندند گلاب نشاط — شسته شد از وی همه روی بساط
بوی گلاب از تنه و آستین — کرد ز گل جامهٔ گل راستین
عود قماری که همی داد دود — غالیه می‌ساخت گل از دود عود
عود همی سوخت چو عنبر بداغ — مشک همی گشت بگرد دماغ
بس که شد آلوده بعنبر زمین — گاو زمین شد همه تن عنبرین
نقل فشانده بطبق‌های زر — میوه ز هر جنس چه خشک و چه تر
دیدهٔ بادام که سختیش بود — خستگی داشت شکستی نمود

دبدبۂ کوس دولشکر زدند / نوبتِ اقبال دوسنجر زدند

گلشنِ دولت بدوگل تازه گشت / صوتِ دوبلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیاں را دوسر / گشت یکے قصرِ شہاں را دودر

مِصقلۂ چرخ دوخنجر زدود / آینۂ ملک دوصورت نمود

نوریکے داد دولوحِ جبیں / لمعہ یکے زاد دونورِ یقیں

سایہ یکے کرد دوفرِّ ہماے / پایہ یکے ساخت دوکشورکشاے

شاخ بہم سود دوسروِ جواں / موج بہم داد دوآبِ رواں

گشت یکی باغِ وفارا دوجوے / گشت یکی تیغِ صفارا دوروے

کشتِ زمیں آبِ دوباراں چشید / مغزِ جہاں بوے دوبستاں کشید

چرخ یکے شد بدوماہِ تمام / بزم یکے شد بدودورِ مدام

گشت یکے غم زدہ دل خاستہ / گشت بیک جان و تن آراستہ

بود دوسرو آمدہ ہردو بپاے / سرو دو بُد پایش ایشاں بجاے

صف زدہ از ہردوطرف صفدراں / انجمنے ساختہ نیک اختراں

برہمہ دررشتۂ طاعت قطار / راست چو دررشتہ دُرِ شاہوار

سر بزمیں خانِ خطا می نہاد / خانِ مغل کاسہ کجا می نہاد

بود گہِ سجدہ بروں از شکے / نقشِ بساط و رخِ مردم یکے

فرشِ زمیں داد زصورت نشاں / از چہ زنقشِ رخِ گردنکشاں

از سر جوششِ همه گنبد نمود | گرچه که میدانِ مے از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست | آمده بر شیشهٔ مسکیں شکست
مے که ازو صد هنر انگیخته | موے بموئیش هنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں | ساخته از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیر پاے | ز آتشِ دمید آبلهٔ؎ سر تا بپاے
نام حرام ارچه برو شد وبال | هرچه نمک خورد مداں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمت او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه | حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرمِ دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینهٔ قرابه بر آورد شور | واز خس خود چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و درُوں | دُر ز درون داشته خس از برُوں
هر که گذر کرد گهی در رهش | غرقه شد از آب بزیر کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت | هم ز مے و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز مے و گشت مست | ریخته از سینه برُوں هرچه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر | طرفه که در زیرِ قبایش کمر

؎ از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

شد بطبق پستهٔ شکر شکن | بهر زمیں بوس لبالب دہن
چربی چلغوزہ ازانجا کہ اوست | چرب زباں بود و لے زیر پوست
سرخی ما[1] بود زعناب کم | سرخی خود کرد فزوں دمبدم
سایگی از پرتو مجلس بتاب | سایہ ہمی جست دراں آفتاب
ہیچ کسے آب ز آبے نخورد | سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قہقہۂ بے ادباں کردہ نار | شد ہمہ دندانش بدامن نثار
بود ہم از میوۂ ہندی بسے | کاں مزہ را نام نداند کسے
موز کہ ہمسایگی بہی نمود | بہ بتری بود اگر بہ نبود
نقل ازیں گونہ دل آسا ونغز | بادہ کزو پرورشِ آید بمغز

صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش

بے سوادیش بخواں نسخۂ آب حیواں

مے کہ عرق از تن مرداں کشید | گوہر ہر مرد شد ازوے پدید
پیشِ حناں گوہر یاقوت رنگ | کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
بس کہ ز ہر کف گہرانگیز گشت | معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے کہ بہنگامِ جوش | کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سُرخی بہی ۱۲

گشت لبالب ز مئے جان سرشت | کرد حدیث از لب جوے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | بر لبِ جاناں نرساند لب
نوشِ لبش زاں مے نوشیں کہ خورد | نوشِ لباں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تاش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | وآب بمے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا | ہست معلّق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ شہش زیر دست | رفت ز بر دستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ در خوردِ خویش | کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را
بیک آمد شدِ خود بیہش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کش و مردم فریب | برد بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ ترش | یک خم و صد برشکناں بر سرش
نرگسِ نازندہ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہی فتنہ بچشمش نخفت
عکسِ چناں نرگسِ مستِ خراب | ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گرد روے | خاستہ زو بر تنِ خورشید موے

رنگ خضر داده ز سبزی برش / نایژهٔ چشمهٔ حیوان سرش

می طلبی روی بخدمت نهد / هم بکند خدمت و هم می دهد

خون دلش گرچه بساغر خوری / هم نکشد سر ز تواضع گری

لعل که در سنگ درون آمده / حل شده زان شیشه برون آمده

سنگ بسی هست که یاقوت زاد / شیشه که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصف صراحی که گران نازک را

در گلو دست زنی خونش برآید ز دهان

بس که صراحی حلب گشت صاف / بادهٔ درو دیده شد اندر غلاف

گوئی از اوصاف صفاش از برون / باده برون ست و صراحی درون

حامله جز خلف از وی نزاد / گرچه کسش حمل کند بر فساد

کرده درو دایره دور شراب / خیمهٔ آن دایره گشته حباب

در شکم او کف صافی گهر / از هوس باده شده شیشه گر

سخن از وصف پیاله که ز بس جنبش خوان

خوان قرابه سوی اوست همه وقت کشان

شکل پیاله چو فلک گاه دور / زو همه بر مردم هشیار جور

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ یکیار قش

موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سرافگندہ سرافراختہ　　موے بمویش بہنر ساختہ

یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ　　سی شب و سی روز در آمیختہ

نیم کمانے و زہش ہست چار　　زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار

کشتیِ کاغذ برو بحرش گذر　　کاغذِ او ناشدہ از رود تر

رشتہ کہ در گردنِ خود آورید　　گردنِ او را شدہ حبل الورید

شیخِ عبا پوش بہ بزمِ شراب　　پیر دلے ساختہ بہرِ شباب

گرچہ چو معشوق کشندش ببر　　ہم دہد از نالۂ عشاق اثر

بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں　　رگ بزنی خونش نیاید بروں

زادہ بسے زخمہ کہ درجاں نہی　　لیک شکم تا بتہیگہ تہی

پردہ زابریشم واز مو طناب　　گاہ بریشم گرو گہ موی تاب

صدفنِ باریک چو مو بافتہ　　زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ

ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں　　ہست ز باریکی علمے نشاں

ہست لباسش ز بریشم مقیم　　ہم نکشد پاے بروں از گلیم

مست رود چون بسوی می پرست | عقل شود شیفته بیچاره مست
هر که بیک جرعهٔ او سر نهد | بیهشیش بیند و برتر دهد
می دهد و خون خورد از دل تمام | جرعهٔ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب | رو بنماید که بیفتد خراب
مست در او بیند و او سوی می | او شده مست از می و مستان ز وی
بسکه همه جور بود دور او | هر که بود خون خورد از جور او
از کف او دور دمادم خوش ست | ور مثل جور بود هم خوش ست
چون بدهد باده بگوید که نوش | مست برون دگر آید بهوش
ساقی ازین سان و حریفان نغز | در شده آواز ترنم بمغز
حاصل ازین مجلس فردوس وش | شاه خوش و باده کشان نیز خوش
صف حریفان زده جانب قطار | هر یک ازایشان ملکی نامدار
جام می آنرا که بلب باز خورد | بستد و چون جرعه زمین بوس کرد
کرد سوی تخت بحرمت نگاه | خورد بیاد رخ میمون شاه
بانگ ندیمان قصیده سرا | باز رسانیده سخن بر سما
روزن هر گوش پر از بانگ رود | گنبد سر پر ز صدای سرود
مرد بیک رو همه سازی بدست | ساخته تا مجلسیان گشته مست
زن ز دگر سوی بریشم زنی | رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنی

معنیٔ تہی کرد معلم مثال | طفل صفت ساختہ باگوشمال
طفلِ بریشم گرو تارش چہار | پردہ دوشش ساختہ زاں چارتا

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او

کلۂ مطرب پرباد شود چوں انبان

نائے دہن بستہ و بسیار گوے | نائے نگوکش بفسوں مارگوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ | مار یکے بینی و سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر | گشت بدستِ دگراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب | گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ | سوختۂ درد فراق آمدہ
نیست دہن تا تنگوئی سخن | نیست سخن تا تبندی دہن
سرفگند پیش تو گر دم زنی | دم نزند تا سرِ او نشکنی
چوں ہوس آید بسرود ترش | دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز | سرزنش کندہ و پیوستہ باز
گاہِ سخن گشتہ سراسر زباں | ہر نوا[له] بودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے | لیک زبانش بلب دیگرے

له بمعنی آواز ۱۲

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

که دراں کاسه خالی ست نغم چندا لوال

کاس رباب از شغبِ دل نواز | برده دل از مردمِ جان داده باز

نبض نگیرند ش و رنجور سنے | پرده به بندند ش و مستور سنے

زخمهٔ تیزش چو تراشیده گشت | حلق نه کآواز خراشیده گشت

روے ورق ساخته مسطرِ زرود | گرچه نگنجد بکتابت سرود

زخمه زناں گشته زبهرِ فغاں | خونِ جگر خورده بزخمِ زباں

او چو زده راهِ حریفاں بسے | زخمه زده در حقِ او هر کسے

راه زدن چوں همه سازش بود | چوں زنیش زخمه نوازش بود

گرچه که ده جاے گرفتش کنند | خود غلط افتند و رها بفگنند

چوں به بلندی کشد آوازِ او | پرده درِ زهره شود سازِ او

در کند آوازِ حزیں بے خروش | نشنود آوازِ خود ار هست گوش

کاسه تهی و ز نغم بیشِ او | دستِ کساں کفچه شده پیشِ او

بسته چو خر چوب بزیر رسن | طرفه که خر گنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر دواں | طرفه که خر ساکن و نشتر رواں

گاه ز خشکی چو شود گرم تاب   تر دهد آواز نخواهد جز آب

صفتِ پردهٔ آں پرده شناسانِ شگرف
که بهر دست نمایند هزاراں دستاں

رود زنانے همه باریک سنج   پرده برابریشم باریک رنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساخته   جاں ز رگِ چنگ برانداخته
ایں بصفت مرغ نموده دو رنگ   مرغ و لے چنگلِ بازش بچنگ
آں شده کنجشک بگاه نوا   مرغ درآورده ز روے هوا
گاه ترنّم بنواے که خواست   جانب چپ برده شد از راهِ راست
گه بحسینی طرفے رود زن   پرده کشا گشته بوجه حسن
گه ز نوا زن که نوازنده گشت   جانِ جهانے بنوازنده گشت
گاه برآورده نوا بوسلیک[۵۱]   دل شده چوں دز بریشم سلیک
گه غلط[۵۲] انداز هنرمند را   تنگ شده عرصه نهاوند[۵۳] را
گاه به نغماتِ تراندوده-گاه   یافته در عرصهٔ باخرز راه
گاه ببر چنگ چو معشوق تنگ   در زده در پردهٔ عشّاق چنگ

---

۵۱ بوسلیک نام پردهٔ موسیقی و سلیک بمعنی رونده ۱۲

۵۲ در فریب دادن ۱۲   ۵۳ نام سرود ۱۲

کردہ بہر دستے از آواز تر | زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر

خانۂ چوبیں بمیانش ستوں | تنگ دلی باد گذار از دروں

مطرب ازاں دم کہ دما دم بداد | دمبدم اندر سرِ شش اُفتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کوبد پائے

صحن گرد داشتہ و کوبشِ پا بیں بچہ سال

دائرۂ دف کہ حصارے ز چوب | صحن وے از پنج عروسک[۱] بکوب

زہرہ ز دورش بسرود آمدہ | چنبرش از چرخ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے | چوں کمر چرخ جلاجل نماے

بر زبرِ دست گرفتہ نشست | گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست

چار زبان و دو زباں در دہاں | نغز سخن لیک دوئی در زباں

ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت | آں ہمہ در پردۂ در پوست گفت

گشتہ دو رو لیک چو بر روی خورد | دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد

روئیش ازیں سو وازاں سوی ہم | گفتش ازیں روی وازاں روی ہم

برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف | گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف

گہ ز نمی لرزہ کند پوستش | کاتشِ خورشید بود دوستش

---

۱ بمعنی پنج انگشت ۱۲

دورِ قمر رفت فلک را ز سر — کز دو قمر یافت دو دورِ قمر
در سرِ شاں ساقیِ دوراں زدہ — خواند ہنیئاً بشرابِ طہور
ہر چہ تہی گشت ز می جامِ پر — باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تہی آید بشاہ — دامنِ پر باز خسر آمد براہ
چوں اثرِ بادہ در آمد بمغز — طبع کشاں شد بغذاہائے نغز

صفتِ مائدۂ خاص کہ از خوانِ بہشت
چاشنی داد بہر کام و زباں لذتِ آں

گرم تریں کارگزارانِ خواں — مایدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچہ آراستہ بیش از ہزار — بر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
بانگِ رواروکہ ز اختر گذشت — بلکہ زِ نہ خوانچہ صلا بر گذشت
گشت علم از خورشِ ارجمند — خوانچہ ازاں ساختہ پایہ بلند
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات — در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
گرد گزر سوئے حریفاں نخست — کامِ می آلودہ زجلاب شست
شربتِ لنگیر گزاں آب خورد — جانِ گسستہ بتواں وصل کرد
از پسِ آں دور در آمد بخواں — دائرۂ مہر شدہ دورِ ناں
نانِ تنک صاف براں گونہ بود — کز تنکی رو بدگر سو نمود

گه چو دلِ سوختگانِ فراق
نای فغان کرده براهِ عراق

گه ز مخالف که نوازنده ساخت
دوست بگشت ارچه مخالف نواخت

گاه فروغِ دمِ نائی بکام
داده بفرغانه فراغِ تمام

بر دلِ عاشق که بکشتن سزاست
راست چو تیر آمده تیزیِ راست

نیزه زنِ چنگِ تهمتن مثال
رخش دوان کرد بزابل چو زال

بستگیِ بربطِ مشکل‌گشای
جای گشاده زپیِ بستِ پای

نغمه چو در زیر و بم آهنگ برد
زیر کشید و بحسینی سپرد

زمزمهٔ سازگری در عراق
کرده بآهنگِ عراق اتفاق

سازگری را همه خواهان شده
نغمهٔ او تا بسپاهان شده

عقل مسافر شده زین کارگاه
تیزیِ باخرزکنان قطعِ راه

گشته ازان قول که قوال راست
گفت گهی راست گهی نیم راست

زخمهٔ زنگانه ز بم تا بزیر
گشته زبی جای گهی در نفیر

پیشِ چنان منطقِ طیر از قبول
فاخته در باغ نسازد اصول

بزم چو زینگونه شد از نای و نوش
وز شغبِ چنگ شد آسوده گوش

خاست دو مجلس بدو شه چیره ده
دو رزده میمنه و میسره

هر دو طرف ساقیِ برپای خاست
داده می از دستِ چپ و دستِ راست

دورِ قدح چون بدو سلطان رسید
نورِ دو خورشید بکیوان رسید

در تن مرداں مزه ذاتی شده ‌‌ ‌ ناطقه هم روح نباتی شده
به خود برد چو کام از خورش ‌ ‌ ‌ یافت ز لذت دل و جاں پرورش
چند سرانی بمیاں ایستاد ‌ ‌ ‌ وز پئے هر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش که بجاں باز خورد ‌ ‌ ‌ صد گره از رشتهٔ جاں باز کرد
مایه خواں چوں ز میاں رخت برد ‌ ‌ ‌ نوبت تنبول مجلس سپرد

صفت بیرهٔ تنبول که نزد همه خلق
به از آں نیست نباتی بهمه هندوستاں

بیرهٔ تنبول که صد برگ است ‌ ‌ ‌ چوں گل صد برگ بیاید بدست
نادره برگی چو گل بوستاں ‌ ‌ ‌ خوب ترین نعمت هندوستاں
تیز چو گوش فرس تیز خیز ‌ ‌ ‌ صورت و معنی بصفت هر دو تیز
تیزی ازو یافته گوش دگر ‌ ‌ ‌ داد بهر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلت قطع جذام ‌ ‌ ‌ قول نبی[ك] رفته علیه السلام
برگ و در رگ نه نشانی زخول ‌ ‌ ‌ لیک هم از رگ و دش خون دل
طرفه نباتی که چو شد در دهن ‌ ‌ ‌ خونش چو حیواں بدر آید ز تن

ك. حدیث آمده است ان فی الهند شجرة ورقها کاذن الفرس من اکلها امن للجذام والبرص
یعنی در هند درختے است که برگ آں مثل گوش اسپ است هر که آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

نان نگوئیم که قرصِ خور است — عیسی اگر خوان بکشد در خور است

نان تنوری ز طرب قبه بست — زانکه بخوانِ شهِ عالم نشست

کاک[1] دراں مرتبه رو ترش کرد — لاجرمش روئے چناں مانده زرد

دید فلک گرمیِ هر قرصِ نور — قرصهٔ خور گرم ز خواں کرده دور

ماه بکاهید که خود را بخواں — دید یکے قرص و دو سه ریزه ناں

یافته سنبوسه ز تثلیث اثر — برّه بریاں شرف از قرصِ خور

خواند زبانِ برّه پهلوئے بز — بر سرِ پولاؤ که مهی ارز

پهلوئے مسلوخ هلالی کشاد — طرفه که سی غره بیک سلخ زاد

چرب دمِ دنبه دو من یکسره (استخواں) — چرب تر از دنبکِ آهوبره

خنده بروں داده سرِ گوسپند — هم بجوانی شده دنداں سپند

دنبهٔ کوهی که بسر خوانچه بر — دمه رفته و دو قرانش بسر

صد نعم از هر طبقے دیگ پز — مردم ازاں لب گزد انگشت مز

پخته بسے مرغ بهر گونه طرز — از ولج[2] و تیهو و دراج و چرز

صحنک حلوا همه شکر سرشت — چاشنیش از طبقات بهشت

تحفهٔ صابونیِ شکر نوید — راست چو جامه بسفیدی سفید

داده بسے طیب معنبر براں — خورده کافور ترو زعفراں

---

[1] کاک نانیکه اورا از خمیر ترش سازند [2] ولج سلوی (بشیر) ۱۲

غمزه زنانی همه مردم فریب — سیبِ زنخ خالِ زنخ تخم سیب
چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه — روئے نما گشته چو آبی بچاه
پرده برانداخته چوں آفتاب — کرده بیک غمزه جهانے خراب
روئے چو خورشید برافروخته — جانِ کساں زآتشِ خود سوخته
از رخ شاں کامده مقنع فرود — رفته بچه ماه مقنع فرود
زابروئے خم پشت کماں ساخته — تیرِ مژه نیم کشش انداخته
ناوکِ شاں چوں شده بیروں زکیش — دیده سپر کرده سپاهی خویش
بسته بلا در علیمه در شش بلا — داده به بیهوشئے عالم صلا
رشته در بسته بر دو از دو سوی — چوں قطراتِ عرق از گرد روی
سی مه یکروزه فگنده بگوش — حلقه نگو یک مهِ سی روزه گوش
خوبی شاں بسکه یکے صد شده — حلقه بگوش رُخ خود خود شده
از کفِ خود آئینه بنهاده پیش — دیده در رخ خود بکفِ دستِ خویش
موئے میانِ سرِ شاں فرق جوے — شکلِ هلال آمده بر فرق موی
جعد که پیچیده بپا در خرام — ماهی ساق آمده در پائے دام
برزمیں افگنده چو گیسوے خویش — رفته ز خویش هم از موئے خویش

---

۱ مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه برآورده بود

۳ بلادنا روئے از سمیات ست

۲ که آنرا به هندی بهلاده گویند و نام زیوریست که زناں بر سر بندند ۱۲

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند | سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد دیگر سنہ دردم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردہ دندانِ کس | وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از درِ تعظیم فتادہ بہ بند | صد درِ تعظیم کشادہ ببند
سرخیِ رویش ز سہ خدمتگرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با ایں سہ شریکش تبہ پس | مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش نبوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو | لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گسستہ ز بر | وز پسِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و پائگاہ | ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاد چو زیں تحفہ تہی کرد لب | باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص برآمد بترنم ز ناں | زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفت نغمہ گریہائ زنانِ مطرب
کہ بے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری | انجمنی پر زمزمۂ مشتری

صفتِ تاجِ مکلّل که پسر یافت ز شاه
آن پسر کز سرِ کین تاج ستد از خاقان

تاجِ مکلّل بدُر از هر طرف — یافته ماهی ز ثریا شرف
جفت ندیده دُرِ ناسفتِ او — مهرهٔ پیشانیِ شه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سربلند — بلکه ز شه یافته گوهر بلند
فرق نشینِ شهِ والا شده — موج گهر بر سرِ دریا شده
هر دُر و گوهر که براه افگند — خود دهد و بر سرِ شاه افکند
نیست سرش کو بدوم سر رود — یکسر ازان بر سرِ شه بر رود
بس که فشانده بسرِ شه گهر — رشتهٔ گوهر شده هر موی سر
سر شده بر فرقِ بلندِ افسران — وآمده بر سر ز همه سروران
او سرِ شه را گهر آرای کرد — شه به تبرّک بسرش جای کرد
چون ز سرِ شاهِ جهان برگذشت — گردِ جهان رفت از دو سر گذشت
شاه بدولت بگهر باریش — تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت که همچون فلکِ ثابته بود
واز شهِ شرق بخورشید شرف داد مکان

قامتِ شاں سرو ولے رنگیں | پر زگل از ساعدِ شاں آستیں
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش | صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش
سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش | ہر نفس از تیزیِ آوازِ خویش
قامتِ شاں بود بپا کوفتن | گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن
رقص کناں چوں بزمیں پا زدند | در حقِ ناہید لگدہا زدند
از روشِ جنبشِ دستانِ شاں | مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں
ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود | مست نہ از مے کہ ز دیدار بود
دور چو دوراں خوشی تازہ کرد | راہ تکلف سوئے دروان کرد
ہر کس از انجا کہ مزاجِ وی است | داد بروں ہر چہ مزاجِ وی است
ایں سخن سلک گہر کردہ ضم | او سخنِ خویش بروں دادہ ہم
چرب زباناں شدہ شکر دہن | چرب زباں گشتہ ز مغزِ سخن
رمز بہ حیلہ نمی گشت حل | بلکہ ہمی کرد حکایت بدل
وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ نوش | وقتِ شہ از خوشیِ وقتِ خوش
گفت بخاصاں بیکے شادِ شرق | تا رود از آب گذارا چو برق
آورد و پیش کشند از قصص | تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص
رفتہ شتابندہ بآہنگ گاہ | کرد رواں جملہ بدہانِ شاہ
انچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد | در نفسے حاضرِ درگاہ کرد

وان جبل ز تزئینش بفر و شکوه — سایه همی کرد ببالاے کوه
سود بگردوں سر شنگرف سائے — رنگ شفق زو شده شنگرف زائے
پیچش خرطوم بسان کمند — اژدرے افتاده ز کوه بلند
اژدر آں کوه شده پاپیچ — مار ازو یافته در غار پیچ
در زمیں آنجا که سر افراخته — مار ز سر غار ز پا ساخته
گر بدل غار بود جاے مار — زو بدل مار شده جاے غار
در دُم او را بهوا خم فتد — با ذنبش سلسله با هم فتد
ذنب ستاره ۱۲
بر شده بالا دو سوارش بلند — چوں دو پیاده به پس پیل بند
در ته پا کوه زمیں ساے او — پایۂ کوهے بصفت پاے او
زاں سپر انگیز پے سهمناک — در ته پایش سپری گشته خاک
شاه ز بندی که بپایش فگند — مات شده صد شه ازاں پیل بند
گر مثل[ل] پاے برآرد ز جاے — سلسله فریاد برآرد ز پاے
کشتی عاج است تو گوئی رواں — گشته دو گوشش ز دو سو بادباں
کشتی و در معبر ملکش گزر — لنگر کشتی شده صندوق زر
گوش که با چشم همی کرد لاغ — مروحه بود به پیش چراغ
طرفه که آں مروحه ز آسیب باد — هیچ گزندی بچراغش نداد

ل در نسخهٔ دیگر بجاے مثل سِپل بفتح سین بمعنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل است و توجه او بعید ۱۲

تخت نگویم که سپهرِ بلند	هفت سریر از شرفش بهره‌مند
بهرِ سرِ تاجوران تکیه‌گاه	تکیه بدو کرده سرانِ سپاه
اوج مکان یافته زامکانِ ملک	چار طرف گرد وی ارکانِ ملک
بازوی او دستگهِ شهریار	مملکت از دستگهش پایدار
پا نکند عرش به پیشش فراز	گر همه تا عرش کند پا دراز
ساخته از چوب و گرفته به زر	چوب ولی یافته پایش ز سر
پایش چهار و نکند رای گشت	کز لتِ هر شاه شکرپای گشت
کرده جهان را بسکونت خدم	ثابتِ مطلق به ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقان به پیش	او نرود یک قدم از جای خویش
شسته مربع به بساطِ زمین	بر سرِ او شه شده زانونشین
پایهٔ او شاه بجای کشید	کو هم از انجای بجائی رسید
منزلتِ ملک چو جاهش داد	خویشتن از کبر بجائی نهاد
پیشِ شکوهی که شهنشاه راست	کیست جز از وی که نهد پای راست

صفت پیل که شه داد بفرزندِ عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزان

پیل چو کوهی که بود بی‌سکون	چار ستون زیرِ کُهِ بی‌ستون

شاه بنظارهٔ این هر سه حصن — ماند عجب بلکه همه جن و انس
صنعت لکهنوتی ازان تخت و تاج — داد بزر گر همه چین را خراج
پیل کسے خود چه تواند ستود — کس بصفت نیز چنان کم شنود
هست سه چیز آنکه چو آرند پیش — پیش کشد دل چو به بیند بیش
بوزنه و طفل سخن گوی و پیل — دیده ام این را بتجارب دلیل
هست خود این وصف بهر پیل سفت — خاص به پیلے که تواں پیل گفت
کس شنود ان کند این وصف راست — من که بدیدم به ازینش سزاست
از پدر این جمله شه نیکنام — گشت پذیرنده و بسیل تمام
هم بزمان تخت همان نصب گشت — تاج همان بر سر سلطان گذشت
تاجوران بر سر آن تخت زر — هر دو نشستند کمر با کمر
باز دو گنجینه گره کرده باز — گه سخن از رمز شد و گاه راز
کرد پدر روی بدلبند خویش — کآرزویم جمله برآمد به پیش
لیک دو حسرت دگرم در سرست — گر به برآید ز تو ام در خورست
اولم آنست که چتر سپید — بر سرم آید ز تو دارم امید
دومش آن شد که کلاه سیاه — هم تو نهی بر سر صاحب کلاه
از پدرست این دو مرا یادگار — زو بتو آمد تو بمن واسپار
من بتوانم که بجاے سری — زین کله و چتر کنم سروری

روی چو در حمله نهد گاه کین | زآدمیان حامله گردد زمین
برکشد از تارک بدخواه مغز | وز بن دندان کند این کار نغز
در صفت کین کرده بدندان ستیز | خون عدو خورده بدندان تیز
خصم ترش را که بدندان درید | زان ترشی کندی دندان ندید
گاو زمین کز سر دندانش جست | شیر فلک را ز دو در هم شکست
چون جرسش در روش آواز داد | گنبد گردنده صدا باز داد
ور بفغان برکشد آوا بلند | گوش فلک نشنود الا بلند
بانگ بلندش زده بر رعد کوس | ابر بلندش بقدم داد بوس
خورده ز خم خانهٔ دولت شراب | مست شده کرده جهانی خراب
از می شه بسکه رخش یافت تنگ | کرد فراموش خورشهای بنگ
تا ز می مجلس شه مژده یافت | بنگ رها کرد و بمجلس شتافت
الغرض آن پیل و همان تاج و تخت | کان نرسد جز بخداوند بخت
دید شهنشه چو نیامد به پیش | روی کرم کرد بدلبند خویش
گفت که این افسر و این پیل و گاه | بهر ترا داشته بودم نگاه
تا چو صلاحی میان ره برد | هدیهٔ این صلح همین در خورد
نیست مرا بهتر ازین هیچ چیز | تا دهم از دیده بچشم عزیز
هدیهٔ من جمله ز من در پذیر | خاص کن اندر نظر بی نظیر

دلِ من کشته شد بقای تو باد — چه توان کرد حکمِ بیچون را
از درونم همی روی بیرون — در گرفتی درون و بیرون را
نامِ لیلی بر آید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنون را
گریه کردم بخنده بگشادی — لبِ شکر فشانِ میگون را
بیش گشت از لبِ تو گریهٔ من — شهد هر چند کم کند خون را
هر دم الحمد می دمم برخت — گرچه خوانند بر گل افسون را
گفت خسرو نگیردت ما ناک — خاصیت سلب گشت افسون را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید
رفتنِ شه بپدر روز و شبِ نور افشان

صبح بر آورد چو چترِ سپید — بست سیاهی بسپیدی امید
کالبد چرخ ز زرین کلاه — دوخت زهِ زر بکلاهِ سیاه
کوسِ سحرگه فلک آوازه گشت — دیده به روز ز سر تازه گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ — رفت برون آئینه چین ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز — لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز
ابروی مه تا بسحر چشم داشت — کش فلک از وسمه نخواهد نگاشت
چشمهٔ خورشید ز موجی که راند — ابروی مه شسته شد و وسمه ماند

لیک چو تختِ پدرم جای تست — از تو به این سکه که گردد درست

تا سرم این هر دو بزرگی بسر — هم ز پدر یابد و هم از پسر

مردمکِ چشمِ بزرگان شنود — سوی سر و دیده اشارت نمود

آنچه دلِ شاه ز من چشم داشت — خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت

نیست دگر آرزویم نیز پیش — کان بسرت بنگرم از چشم خویش

تاجور آن وعده که از شاه یافت — حاجتِ خود را بوفا راه یافت

مستیِ دولت بسرش بود تیز — دولتِ سرمست بگفتش که خیز

خاست بپا تاجورِ سربلند — وعدهٔ دیدار بفردا فگند

فلکِ فلک مرتبه رایش بجست — رجعتِ خود کرد بمنزل درست

او بشرف خانهٔ دولت شتافت — شاه بدولت شرف از خانه یافت

نوش همی کرد مَیِ دلفروز — در شبِ دولت همه شب تا بروز

روز شدش خوردنِ می کار باد — روزِ بد اندیش شبِ تار باد

تیغِ ظفر تو زده اندازِ رزم — عود و عد و سوز طرب سازِ بزم

این غزلِ بنده که بتوان شنود — حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بگشای لعلِ میگون را — مست کن عاشقانِ محزون را

رخ نمودی و جانِ من بردی — اثر این بود فالِ میمون را

مهر چو یک نیزه ببالا دوید | نانش همه کس بسرِ نیزه دید
نان نتوان گفت که قرصِ خورست | عیسیٰ اگر خواں کشدش درخورست

صفتِ چشمهٔ خورشید بدریای سپهر
که کند پرتوِ او ماهِ سما را تاباں

روی زمیں کردہ بیک چشمه پاک | گاہ زر آلودگیِ آب و خاک
چشمهٔ آتش نشنیده است کس | چشمه بر آں آب ندیده است کس
چشمه که داد آب فراواں بود | آب خورد چشمه عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمه غرق | چشمه ز دریا نتواں کرد فرق
طرفه که آں چشمه بدریای نور | روشن و صافی بنماید ز دور
طفلِ کهن سال ولعابش دواں | دایهٔ او چرخ ولے مهرباں
قرطهٔ[1] زر دشس که ز خز بافته | جبهٔ مسکیں هم ازاں یافته
با همه چوں سایه شده همنشست | یکتن و هر جا که بجوئیش هست
گرچه نگنجد ز فلک تا ثرے | لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں بر رود | لیک بیک رخنه دروں در رود
عالمِ نور او شده روزن دروں | بلکه بسوراخهٔ سوزن دروں

---

[1] قرطه لباس ۱۲

شب که سفیدیش درآمد بموی — هم نشدش رنگِ سفیدی ز روی
صبح سپیده که درین حقه بیخت — حقه نگون بود سپیده بریخت
زنگیِ شب کرده سپیده بروی — خنده زنان شد فلک از چار سوی
صبح چنان زلفِ ترِ شب بتافت — کآب چکیده و نمِ شب نام یافت
طرهٔ شب را چو ز نم یافت تر — شانه ز سر داد خروسِ سحر
مرغِ سحر شانه صفت افسرش — شانهٔ آواره شده بر سرش
یعنی اگر نغمهٔ بیگه زنم — تو هم ازین ارّه ببر گردنم
بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت — مرغِ سحر نغمهٔ تر در گرفت
دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد — کوریِ خفاش نظر باز کرد
خواب که در دیدهٔ مردم نشست — شب بمیان کرد و ز مردم بجست
صبح بیکدم که برون زد بلاغ — کشته شد از وی بدمی صد چراغ
شمع هم از دوریِ شب جان نبرد — سوخته شد اول و آنگاه مرد
خلق درآمد بثنا و دعا — قامتِ خود کرد موذن دوتا
دانه در انداخت شب اندر خراس — قرص شد آن دانه نا کرده آس
مشعلهٔ صبح که شد نوردار — ساخت یکی شعله ز چندین شرار
از تف آن شعله که در تاب شد — سیم کواکب همه سیماب شد
صبح ز بس دم که دمادم گرفت — آتشِ خورشید بعالم گرفت

شمع و چراغی که بود شب فروز	کشته شود گر برون آید بروز
الغرض آن بیلک گردون گزا	رفت چو پیچ یک آماج وار
زان علمی تا بفلک خاسته	کوکبه روز شد آراسته
شاه که تا صبح بد اندر صبوح	صبح برو فاتحه خوان از فتوح
بود خوش از خوردن آن آب نوش	کرد ز مستی نفسی خواب خوش
چون ز سرش رفت خماری که داشت	بار بیاراست بهنگام چاشت
فرش کشادند بساط افگنان	پیش ستادند سماطین زنان
گفت بفرزانه که درخورد شاه	چتر سپید آر و کلاه سیاه
حاجب درگاه ز ایوان بار	شد بسوی بقچه کش و چتردار
جسته شه کرد بر ایشان درست	برد و رسانید بشاه آنچه جست
تاج ور آن چتر و کلاه سیاه	کرد بمیعاد روان سوی شاه
برد فرستاده بحکم شهی	بر سر شرق آن دو نشان مهی
شاه شد از دیدن آن سخت شاد	بستد و بوسید و بسر بر نهاد
داد بآرنده آن هر دو چیز	خلعت خاص و زر بسیار نیز
خواست بسی عذر ز پیوند خویش	شکر خدا گفت ز اندازه بیش
هدیه بسی بهر خداوند تاج	هدیه نه بل مملکتی را خراج
مژده رساننده خوش و شادمان	آمده ز آنجا بخوشی در زمان

آہوئے پوئندہ ببالا و زیر — خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر
مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت — یک مہ یک برج نیارد گذشت
شاہِ جہانگیر بشمشیرِ تیز — چترِ سیاہِ شب ازو در گریز
لشکرِ انجم ہمہ چرخِ کبود — او بکشد خنجر و گوئی نبود
لشکرش از حدِ شمردن بروں — لیک بگنجیدہ بروزن دروں
ماہ ہم از وے علم افراشتہ — غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ
گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں
بیند اگر تیز بکوہ اندروں — زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں
گر نظر گرمی و تیزی دروست — ریختنِ آب خودش آرزوست
گرچہ کند تیزی و گرمی بسے — تیز درو دید نیارد کسے
سینۂ شام از شفقش خوں شدہ — شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ
مشرقیش[۱] قبلۂ خود کردہ نام — سجدہ او جانب مغرب بشام
سجدہ کناں ہندواں زاں سوے گشت — رُخ بدو کردہ سیہ روے گشت
نور بصر ہست معنی ازو — چشم ہمہ تیرہ بود بے ازو
بے رخِ خورشید بود تیرہ داغ — شب کہ کند چرخ و زمیں پر چراغ
نورِ بچشمِ ہمہ از وے پدید — کوری خفاش کہ او را ندید

۱۔ مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم
خاک بروم افکند این دلِ پرغبارِ من

دولتِ روزگارِ من آه و فغانِ روز و شب
دولت اگر چنین بود وائے بروزگارِ من

رنجه مشو بکشتنم زانکه برخصتِ غمت
فتنه تمام می کند محنتِ نیم کارِ من

لاغ مکن که خسروا دامنِ خود ز من مکش
چونکه ز دستِ من بشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر ز پئے عیشِ ملاقاتِ دو شاه
وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش براں

مجلسِ انجم چو بیاراست شب
کشتیِ مه برد ثریا به لب

خاست ز گردابِ فلک موجِ دُر
ماه ز دُر کشتیِ خود کرد پر

شاهِ جهاں باز بآئینِ دوش
کرد فلک زمزمهٔ نای و نوش

تخت نو آرایشِ دوشینه داشت
پاے شرف بر سرِ گنجینه داشت

از نمطِ مجلسِ دے آنچه بود
بیشتر آراسته شد زانچه بود

نشست صراحی بدو زانو به پیش
دخترِ رز شاند بزانوے خویش

آئینهٔ مے چو بزانو نهاد
بر سرِ زانوش دو آئینه زاد

آتشِ مه گرچه جهاں برفروخت
پنبهٔ قرابه ز آتش نسوخت

گرچه پیاله نفسے آرمید
خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید

جامِ زمانے بنشستن نتافت
هم ز دمِ قهقهه رستن نیافت

پیش جهان دار شد و هدیه برد — جمله گنجینه خازن سپرد

عذر زبانیش که در گوش بود — خواند بگوش شه آفاق زود

شه ز خوشی روی چو گلنار کرد — عزم می و بزم بگلزار کرد

بزم نشین ساغر زر می کشید — بدره دینار بسر می کشید

بر سر هر مست زر بی کران — مست شده هر همه و سرگران

مجلس شه را همه مجلس نشین — مست پنهان بود و گران سر چنین

شاه گران سر ز می خوش اثر — باد و مبادش گرانی بسر

دست سبک زخمه مطرب بود — خود گران سر ز نوای سرود

مجلس او زین غم گشت مست — مست گران سر شده هر کس که هست

غزل

آفت زهد و توبه شد ترک شراب خوار من — یار گر او ست کی بود توبه و زهد یار من

باده هجر خورده ام رنج خمار در سر است — جز بحلاوت لبش نشکند این خمار من

بود قرار وصل وی گر بود این ست دولتی — ور ز قرار بگذرد نی من و نی قرار من

ای چو توی نخاسته پهلوی من دمی نشین — تا بنشیند از درون آتش انتظار من

رغبت اگر بمی کنی ساقی خوان خود شوم — مطرب رایگان تو ناله زیر و زار من

بی تو دو چشم چار شد خاک در تو سرمه ام — سرمه گر از تو نایدم خاک بهر چهار من

چون تو سوار بگذری دیده و گهر فشان کنم — خواه قبول خواه رد نیست جز این نثار من

گاه پسر در پدرِ خویش دید / مہر خود از حسرت او بیش دید

گاه پدر تنگ بہ بر درگرفت / افسرش از گریہ بگوہر گرفت

گاه پسر دستِ پدر بوسہ داد / خاتمِ جم را بکفِ جم نہاد

گاه پدر پیشِ پسر داشت مے / گفت کہ خوش باد حیاتت بوے

گاه پسر پیشِ پدر برد جام / گفت کہ باد آبِ حیاتت بکام

گاه پدر گفت بدردِ فراق / کز تو چگونہ شوم اے دیدہ طاق

گاه پسر گفت دلم چون بود / کز نظرم نقشِ تو بیرون بود

گاه پدر خواست کہ از وقتِ خوش / دیدہ کند پیشِ پسر پیشکش

گہ پسر از ذوق چنان گشت مست / کش بزمین ریخت پیالہ ز دست

زین نمط از ہر دو سخن میگذشت / آرزوے دل بدہن میگذشت

چون سخن رفت بسے داورے / دور درآمد بہ نصیحت گرے

چون پدر آن روے بدلبند کرد / پندِ پدر رہبرِ فرزند کرد

دادِ بخشش بدعاے پناہ / کایزدت از حادثہ دارد نگاہ

ریخت بس آنگاہ بمہرِ تمام / داروے تلخش ز نصیحت بکام

کاے پسر از ملک و جوانی مناز / ناز بآئین کن کہ ندارد نیاز

کار تمامی چو از و شد بکام / کارِ خشنودیِ او کن تمام

گرچہ سیاست ز تو شد دستیاب / دستِ ضعیفان بسیاست متاب

گردش ساقی ز سر آغاز شد — چنگ سر افگنده سرافراز شد

بانگ مزامیر به پرده جست — هفت و نهٔ زهره بهم در شکست

چون نفس چند زمی تازه گشت — گوش ز آوازه پر آوازه گشت

باز نمود اختر فرخ جمال — خاست همه قرعهٔ اول بفال

موج زد دریای کرم شد باوج — کشتی اقبال در آمد بموج

تاجور شرق شرف باز داد — تارک خود در محل تاز داد

در کنف دولت و عون خدای — آمد و آورد وثیقت بجای

باده نوشین بصفا خواست کرد — وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد

هر دو نشستند چو خورشید و ماه — در خط شان نقش سپید و سیاه

جام ز بر دست دو سلطان نشست — تا دو زبر دست شدش زیر دست

گرچه که بد فرصت می پیش از آن — فرصت دیدار نهد پیش از آن

باده بخوردند مگر بر قیاس — تا زره عقل فراست شناس

کان نه گه عشرت می خوار بود — بلکه گه دیدن دیدار بود

هر نفسی کان بهزیمت گذشت — لذت صحبت بغنیمت گذشت

هر می گلگون که همی شد بکام — دیده همی ریخت گلابی بجام

گرچه لب آلوده شد از شراب — گریه شان شست دهان از گلاب

گاه پدر دیده بروی پسر — پرده شدش گریه به پیش نظر

گرچه دولت هست فرهست شناس	گفت کساں نیز همی دار پاس
راز مگو پیش کسے از نخست	تاش نه بینی بوثیقت درست
باشد اگر سوے مہمیت روے	رخصت تدبیر شناساں بجوے
گر شودت خصم بتدبیر رام	تیغ نشاید که کشی از نیام
حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد	خویشتنت خرد بباید شمرد
درنگر اے دیده که ایں جاے کیست	دیده دریں راه زمیں ساے کیست
چوں تو دریں پایه شدی دستیاب	پایه نگهدار مشو مست خواب
کار جہاں جمله چناں کن که اوست	گر به ازاں نیست ہماں کن که اوست
جد چو ترا داد کم و بیش خویش	بیش و کم از وے نه کنی و نه بیش
بیش کن آنها که زیزداں بود	کم کن ازانها که نه فرماں بود
چشم رعایت ز رعیت مگیر	تا بودت ملک عمارت پذیر
شاخ درختے که بود سایه دار	سایه نشیں را بود از وے مدار
چوں تو شدی سایۂ یزداں پاک	سایه فشاں باش بریں مشت خاک
عدل که سرمایۂ شاہاں بود	مرتبۂ مرتبه خواہاں بود
چوں تو دریں مرتبه داری نشست	سود بدست آر که سرمایه ہست
عدل بود مایۂ امن و اماں	بیش کن ایں مایه زماں تا زماں
ملک سلیماں چو گرفتی فراز	از پر موریت بپرسند باز

خشم بہر جرم میاور بکس | زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست | ہم بتامل بتواں عذر خواست
درحقِ آں کش بہ بر خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکہ سزاوارِ خصومت بود | حکم تو بر وے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام
وانکہ بر آرد بخلافت سرے | سرزنشش بیش کہ گیرد برے
خورد مبیں دشمنِ بد زہرہ را | آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمن خود خورد نباید شمرد | در تہِ دنداں[ل] چہ کند سنگِ خورد
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست | ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست
ہر کہ بود نقشِ ولی در سرش | سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمن خود تا بدوست
جائے مدہ دشمن کیں توز را | گوش مکن گفت بدآموز را
روئے بیکبار متاب از دو روے | گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش | راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش
محرمِ ہر ساز خردپیشہ را | مصلحت آموز کن اندیشہ را

ل یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

هرچه کنی باز نشانت دهند — هرچه دهی باز همانت دهند
بر سر هر کس که ترا دست هست — دست مکش از سر هر زیردست
نیت خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن کین خطاست
در عمل خیر توقف مکن — چون بکنی هیچ تأسف مکن
چون تو نه محتاج کسی در نعم — در حق محتاج همی کن کرم
کم مکن احسان دهش آور بجای — بیش دهی بیش رساند خدای
یافتی از کشت ازل خوشه — راست کن از بهر ابد توشه
دولت خود بین و مشو ناسپاس — شکر بکن بر کرم بی قیاس
نعمت تو گرچه ندارد شمار — شکر کنی بیش کند کردگار
گنج خرد خاص تو گشت از صفات — واطلب از غیب کلید نجات
گرچه جهان داری و شاهیست — سوی خدا بین و مشو خود پرست
باش درین پرده با فگندگی — سر مکش از دائرهٔ بندگی
بنده شو و عاقبت اندیش باش — معترف بندگی خویش باش
ترس خداوند جهان کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل
کار چنان کن که بهنگام کار — از در یزدان نشوی شرمسار
کم کن از آغاز پریشانیت — کاورد انجام پشیمانیت
گرچه ز بیم تو کس از کن مکن — ق — با تو نیارد که بگوید سخن

داد گری کن که ز تأثیرِ داد — بس درِ دولت که توانی کشاد

هر چه رسد بر تو ز کارِ کسان — از سرِ انصاف بآخر رسان

سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش — غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو که بادا بسی — نشنود آوازِ تظلّم کسی

ملک چو از نامِ تو شد بهره مند — کوش که آن نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست — جانبِ دین کوش که آن هم تراست

دولتِ جاوید نه بر دستِ کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس

هر نفس از عمر غنیمت شمار — یاد کن از ملکورانِ دیار

کاولِ شان چرخ ببالا کشید — آخرِ شان خاک بخود درکشید

قصهٔ ضحّاک همیدون بخوان — نامهٔ جمشید و فریدون بخوان

نیک و بد از دفترِ ایشان بجوی — نیک بخاطر کن و بد را بشوی

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن — نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشه نکویی کن و از بد بترس — از بدِ کس نی ز بدِ خود بترس

چشم به نیکی نه و این پیشه کن — تا نرسد چشمِ بد اندیشه کن

در همه تدبیر نکوکار باش — ز بد و از نیک خبردار باش

بد کنی اوّل بملامت کشد — و آخر از آن سر به ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا هر زمان — هر چه کنی باز بیابی همان

گرچه که در می کرم بیحد ست　　آن کرم از می شمرند این بدست

باده حلالت نبود چون مدام　　هرچه مدام ست چه باشد حرام

پیشهٔ تقوا لیست پسندیده فر　　از همه وز شاه پسندیده تر

چون همه کس خدمت سلطان کنند　　هرچه ز سلطان نگرند آن کنند

عشرت دایم شهِ اقلیم را　　ره بضلالت برد اسلیم را

کوشش پوشیده کن اندر شراب　　تا نشود رکن شریعت خراب

شاه برین گونه بفرزند خویش　　داد بسی زاد نو از پند خویش

کرد زمانی بچنین گفت وگوی　　کن ملکی را بخرد جست و جوی

تا دل شب نزد جگر گوشه بود　　دانهٔ اشکش بمژه خوشه بود

نیم شبان عزم سوی خانه کرد　　دامن ازان خوشه پُر از دانه کرد

گفت که فردا بوداع ست رای　　آیم و این شرط بیارم بجای

کرد روان کشتیِ دولت شتاب　　رفت بدولت بگذارای آب

شاه چو زان دولت فیروز بخت　　فرخ و فیروز برآمد به تخت

گریهٔ قرابه ببانگ بلند　　قهقهه در حلق صراحی فگند

آب روان کرد بجوی نشاط　　خاک شد از جرعه معنبر بساط

بزم شبش گرچه که فردوس بود　　وعدهٔ فرداش قیامت نمود

بسکه بدش از غم دوری خمار　　باده همی خورد می کرد کار

لیک ترا نیز بهر کار هست — آئینهٔ روشن فکرت بدست

هرچه مصوّر شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک مجال

تو دنقد در فتدت کار سخت — فضل ز حق جو و عنایت ز بخت

چون بوغا جهد کنی در جهاد — باش گران جنبش و دیر ایستاد

گر بودت در دل مشکل کشای — مشکلی از ملک طلب کن ز رای

ور بدل از رای بود مشکلی — خواه کلید از دل صاحب دلی

باز طلب صحبت مردان پاک — صحبت آلوده رها کن بخاک

مست مشو چون لب آری شراب — ور چه شوی مست مشو مست خواب

هوش بران نه که شوی هوشیار — تا ت بغفلت نرود روزگار

غفلت شاه است زیان همه — خواب شبانست بلای رمه

شاه بود از پی پاس جهان — خواب نشاید که کند پاسبان

می بخور اما نه ز اندازه بیش — تا نشوی بی خبر از کار خویش

کم خور از انسان که شوی مست ازو — تا شده از دست کشی دست ازو

کار جهان جمله ترا کردنیست — خود غم این کار ترا خوردنیست

چون تو خوری بادهٔ کافور بوی — پس غم گیتی که خورد خود بگوی

مست که از خود خبرش کم بود — کی خبرش از همه عالم بود

گرچه کمیت بخوشی رهبرست — هرچه عنا باز کشی خوشترست

وہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ ترشد نہاں — از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

وداع دو گرامی کہ پدر را در اشک
مردم دیدہ ہمی رفت ز چشم گریاں

شب چو وداع مہ و سیارہ کرد — صبحدم از مہر قبا پارہ کرد
گرد کنارہ شفق از خون خویش — چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش
قلب دو سلطان زد و سوکوچ کرد — بست دو پل روئے دو آب از دو گرد
کوکبہ شرق سوئے شرق تافت — لشکر مغرب سوئے مغرب شتافت
سرور مشرق بو داع پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گزر
ویں طرف اقبال مغربی بہ پیش — گشت شتابندہ بمیعاد خویش
خاص شد از بہر وداع دو شاہ — چوترہ بایستہ آرام گاہ
ہر دو دراں بقعہ مہیا شدند — چوں مہ و خورشید بیکجا شدند
محرم خلوت شدہ ہر دو بہم — زحمت غیرے ز میاں گشتہ کم
خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود — ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحت ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز
کاں چمن از خارتہی کردنی ست — واں گل رنگیں بکف آوردنی ست
در حق ایں شوبکرم رہ نموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

گرچه خوشی در دلِ شب پیشه کرد
لیک ز فردا بدل اندیشه کرد

تلخ تواں شربتِ دوری چشید
دردِ جدائی که تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست
زانکه بیک جاے نخواهد دو دوست

الغرض از مے چو سرش گرم گشت
زانچه دلش بر قدرے نرم گشت

رفت ز مجلس بسوے خوابگاه
شد تهی از باده کشاں بزمِ شاه

جفت به بیداری بختِ جواں
دولتِ بیدار شدش پاسباں

خوابگهش باد به بالاے تخت
هیچگهے خفته مباد اش بخت

مطربِ خوش نغمه بآوازِ نغز
زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرام جانم میرود جاں را صبوری چوں بود
آنکس شناسد حالِ من کو همچو من در خوں بود

بر لبست چوں جوزا کمر آورده در جوزا قمر
یعنی که ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود

گویند حالِ دل نہاں گویش مگر ناید بیاں
ایں با کسی گفتن تواں کاں از دلم بیروں بود

رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی
من دانم و همچوں منے کاندوهِ دوری چوں بود

زیں دُر که از چشم افگنم پر گشت جیب و دامنم
چوں ریسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود

بند و خطش جویم همے زیں تارِ موئے در خمے
خود عاشقاں را هر دمے سودائے گوناگوں بود

زلفش که در جانم گزد چوں مار پنهانم گزد
مارے کز وینانم گزد کے درخورِ افسوں بود

لیلی وشے مشکبو آنکس که دیده مو بمو
داند که زنجیر از چه رو در گردنِ مجنوں بود

ای ز تو در دیدهٔ تاریک نور — مردمی کن مشو از دیده دور

جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش

صبر مفرما که صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچه ترا هم کششی در دل ست — آنچه که من میکشم آن مشکل ست

خویشِ توام ور تو نهٔ خویشِ من — مرحمتی بر منِ بے خویشتن

با تو ام ار بیخود و گر باخودم — بیخودیم بین و ببر باخودم

بر سرِ راهی و منم خاکِ راه — بر گذری همچو صبا بر گیاه

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یکدمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر همرهیم مشکل ست — اشکِ منت همرهِ صد منزل ست

بهرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستن و دامنِ من کرد پُر

گر تو بگوئی بسرت ریزمش — باگهرِ تاج در آمیزمش

تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد دهد از آبِ دو چشمِ پدر

خامهٔ من زین پس و تحریرِ درد — و اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

حالِ من از نامه فرو خواں چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب

گرچه تو خوردی و فراموش کار — تا نشوم فراموش هوش دار

ورچه نیاری بدلم سال و ماه — جانِ تو[1] ای کز دل نشوی هیچگاه

بدلم: بدل خودم ۱۲

---

[1] جان تو اے قسم بجان تو ۱۲

دور مبند از فلاں راز پیش   خاص مکن آں دگرے را بخویش

ہرچہ کہ ایں گفت بداں دار ہوش   جاے مدہ گفتۂ او را بگوش

سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در   گوشِ جگر گوشۂ خود کرد پر

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد   دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس ایں ہر دو بپا خاستند   عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون وریش   دست درآورد بدل بند خویش

نالہ برآورد کہ اے جانِ من   جاں نہ از آں دگرے زانِ من

بے تو زیم گرچہ کہ در خوں زیم   لیک چو جاں میرود دم چوں زیم

چوں بخصومت جگرم خون شود   حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود

دیدہ بماند چو ز روے تو دور   سوے کہ بینم کہ بماند صبور

چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا   ویں بکہ گویم کہ بگوید ترا

سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم   وہ کہ بسوزد دلِ تو بر دلم

ہجرِ تو آمد کہ ز خویشم برد   کیست کزیں واقعہ بازم خرد

بے خبرم ہر تو شب تا بروز   گر خبرت ہست چنینم مسوز

غم بہ کمین ست کہ خاکم کند   ترسم از اندیشہ ہلاکم کند

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ   تا چہ شود حالِ من سوختہ

کاش نبودے دو سہ روزِ وصال   تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال

عاقبت الامر[1] دراں اتفاق   چوں کہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو زنخ از خوں شدہ عنّاب رنگ   یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پائے بہ کشتی نہاد   دیدہ رواں از قطرہ طوفاں گشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش   کشتی خود راند بطوفانِ خویش
شہ شد ازیں سو پسر دردمند   آہ برآورد بہ بانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز   سوئے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راند ہمی از قطرہ سیلابِ خوں   تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش   رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
روئے ز شرق اخترِ عالم فروز   تافت سوئے غرب کہ نیمروز
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست   وآمد و شد راز میاں راہ بست
خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور   جز دو سہ از خاصگیانِ حضور
جامہ بفریاد و فغاں می درید   جامہ[2] رہا کن تو کہ جاں می درید
گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[3]   تنگدلی در دلِ تنگش فراخ
کرد چو انبوہی غم درہمش   خواست شرابے کہ بشوید غمش
ساقی ازاں بادہ کہ با خویش داشت   پیشترک شد قدحے پیش داشت
شاہ ازاں مَی کہ بلب در کشید   جرعۂ آں را ز قطرہ بر کشید

---

۱ آخرکار ۱۲ ۲ جامہ کجا؟ خیال جامہ یکسوکن ۱۲ ۳ پارہ پارہ ۱۲

گشت روان چشم من خسته دل وای — دل نه همانا که بماند بجای
آه که صبر از دل و تن میرود — خون من از دیدهٔ من میرود
تشنه اگر نیست سپهرم بخون — چون کشد آخر جگرم را برون
با خود ازینسان شغبی می‌نمود — روز بچشمش چو شبی می‌نمود
دیده پر خون و دل ناصبور — چشم نمی‌شد ز جگرگوشه دور
چون شغب و ناله ز غایت گذشت — گریه و زاری ز نهایت گذشت
یک نفسی زان نمط از هوش رفت — کش سر فرزند ز آغوش رفت
وان خلف پاک هم از درد دل — خاک ره از گریه همی کرد گل
بسته دل و جان بوفای پدر — دیده همی سود بپای پدر
وز مژه در پای سر ارجمند — ریختنیهای گهر می‌فگند
اشک فشانان بدل دردناک — مردمک دیده فتاده بخاک
سر چو ازین بیخبری برگرفت — دُرّ خود از خاک بافسر گرفت
باز بآغوش خودش کرد جای — گاه سرش بوسه زد و گاه پای
هر دو بجان شیفتهٔ یکدگر — دوخته بودند نظر با نظر
روی بهم کرده چنین تا بدیر — هیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقش وداع ارچه بجان میگذشت — لیک نه اندازهٔ زبان میگذشت

ابر سراپرده ببالا کشید   سبزه صفِ خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمین   زو همه بنشست غبارِ زمین

سیل عنان بس که بتندی گذاشت   باد به زنجیر نگاهش نداشت

چون دلِ رعد شد از آب غرق   گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چنان شد که چو آواز داد   غلغله در گنبدِ گردون فتاد

قوسِ قزح گشت کمان وار کوز   از دو طرف سبز پی و سرخ توز[1]

تاب کشید آتشِ برق چنان   کش نمِ صد ابر ندارد زیان

جوی که شد مست خوش و آبدار   آب گرفتش لب و سبزه کنار

صفوتِ آب ار تو ندانی محال   زیرِ زمین ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب ببالاے کوه   از شعف آورد زمین را ستوه

ماند همه وقت خطِ سبزه تر   از کفِ خورشید نهان شد اثر

هر دمنے یک گل و صد آبجو   هر چمنے صد گل و صد آبرو

برق به شمشیر در آورد تاب   گشت زره پوش سواران آب

حباب ۱۲

برق بهر سوے نتابے دگر   دشت بهر جوی بر آبے دگر

پرده نشین گشت فلک سو بسو   با همه زالی شده پوشیده رو

جوے که شد برهنه سیمین تنش   جامهٔ غوکی[2] شده پیراهنش

[1] توز درختے ست که بر زینِ اسپ و کمان پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ [2] جامهٔ غوکی کاهی که بر آب باشد ۱۲

گفت بمطرب که دمی بی درنگ | ساز کند صوت جدائی بچنگ

نشست مغنی و براه عراق | کرد روان زمزمهای فراق

دست و زبانش چو در آمد بکار | زین غزل از دست بشد شهریار

غزل

سخت دشوارست تنها ماندن از دلدار خویش | ما که گویم حال تنها ماندن دشوار خویش

لطف کن ای دوست از شمشیر هجرانم مکش | من که وصلم چند که پرورده در زنهار خویش

مرده را حسرت ز مردن نیست بس تا زانکه | باز می گیرند زو هم صحبتان دیدار خویش

هر که زخمی ناوکی خورده است او داند که چیست | درد مجروحی که نالد از دل افگار خویش

کیست کز بسیاری غم اندکی باز م خرد | کاندک اندک می بسوزم از غم بسیار خویش

راز با دیوار هم گفتن نمی آرم از آنکه | گوشها می بینم از هر سوی دیوار خویش

گفته گه گه که خواهم کرد کارت را بسیج | کار من کردی و کردی عاقبت آن کار خویش

ناامیدم ترک گیرم دم بدم ای دوستان | تا چو نومیدان بگریم بر غم و تیمار خویش

خسروا پهلوی من بنشین ساعتی دل ده مرا | زانکه دل می افتدم از گریهای زار خویش

صفت موسم باران و بره رفتن شاه
جانب شهر شدن از لب کهکه بگران

کرد چو در سرطان آفتاب | چشمهٔ خورشید فروشد بآب

سینهٔ کنجشک ز شاماخِ نو | پر شده از آب و علف جو بجو
خاک یکے بیضهٔ طوطی شمار | بیضه یکے بچّهٔ او صد هزار
سبزهٔ نورسته تو گوئی مگر | بچّهٔ طوطی ست که شد سبز پر
سبزه بصحرا شده چون نوخطاں | ملکِ جهاں گشته بکامِ بطاں
ژاله زناں بر سرِ کُلمرغ سنگ | با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ
غوطهٔ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شده پایاب جوے
نولِ حواصل شده مقراض پر | جامهٔ او نقره و مقراض زر
جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا | روز بیکجا و شب از هم جدا
جرعه که طاؤس ز باراں بخورد | هم بسرود آمد و هم جلوه کرد
یافته درّاج خوشی در هوا | شیر و شکر داد برون از نوا
سرخ شده آب ز سرخابگاں | شسته بخوں ناخنِ قصّابگاں
مرغ بسے ساخته در آب جاے | بر سرِ آں نقره شده نقره پاے
لرزه کناں آب ز نرمی چو خز | مرغکِ کز پاش بپا کرده کز
ز آب زمیں شُعے بهر شاخِ بید | زاغ شده قمریِ جامه سپید
میوهٔ ایں فصل رسیده بشاخ | گرد چمن طعمهٔ مرغاں فراخ
خوشهٔ انگور بداں چابکی | آبله بر پا شده از نازکی

لہ بکاف عربی۔ قسمے از کرگس که بر سرِ او موے نباشد ۱۱

خاک ز بے آبی اماں یافتہ — چشمہ ز جوے آب رواں یافتہ
قطرہ در آورد زباں را فراز — آب شدہ از ذرِ او حلقہ ساز
چوں زمیں از آب شدہ سیم ناب — باد گرہ برزدہ بر سیم آب
جوے رسیدہ بہ بلندی ز سیل — ہم بتواضع بہ نشیبش میل
زود ز ہستی بہ فغاں آمدہ — دورِ خرابی بگراں آمدہ
زود ز بلندی بگراں
ماندہ بہر شہر عمارت در آب — محتکراں را شدہ خانہ خراب
چرخ نگوں طشت شدہ سیل بار — طشت نگوں آب نہ گیرد قرار
ابر ہوا خواہ گلستاں شدہ — آب کشِ مجلسِ مستاں شدہ
باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ
برگِ درختانِ تر از شاخسار — بر ہمہ گوہر بار و در آوردہ بار
ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ
پر شدہ تقرابہ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بدہانش سحاب
جوشش مد و رکہ شدش آب بیش — آب کشاں گرد بگرداب خویش
جفتِ زمیں را ہمہ انگافتہ — گاوِ زمیں جفت بسے یافتہ
سبزہ گراں و گل افزاں سیہ — تکیہ شاں بر کرمِ دستگیر
دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشید — سوزنِ او آبلہ روشن کشید
شالی سرسبز ندانم کہ چیست — کآب گذشت از سر وانگاہ زیست

گرچه که بود آب دران تا شکم — اسپ نکرد آتش خود هیچ کم
پای ستوران به زمین رشده — گاو زمین را سم شان سر شده
بود هر جا که نزول سپاه — تنگی جو بود فراخی کاه
خیمهٔ لشکر همه بر روی آب — راست چو دریا که بر آرد حباب
با علم فتح دران راه دور — سایه فشان شد بحد کینتور
خان جهان حاتم مفلس نواز — گشت باقطاع اوده سرفراز
از کف جود و کرم حق شناس — کرد فراهم سپه بی قیاس
من که بدم چاکر او بیش ازان — کرد کرم زانچه که بد بیش ازان
باز چنان بخشش چاکر فریب — بنده شدم لازمهٔ آن رکیب
در اوده هم برد لطفی چنان — کیست که از لطف بتابد عنان
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطن اصل فراموش گشت
در اوده از بخشش او تا دو سال — هیچ غم و ناله نبود از منال
من ز پی شرم خداوند خویش — رفته ز جای خود و پیوند خویش
مادر من پیرزن سبحه سنج — مانده بدهلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوری من بیقرار — سوخته داغ من خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم — نامه نویسان ز پی خواندنم
گرچه دلم هم ز غمش بود ریش — چند گهی راه ندادم بخویش

دانهٔ او گرد طراوت درو — گرد شده جمله حلاوت درو
خسته شده سینهٔ خرما ز خار — خنده همی کرد به پرده انار
موز بیک برگ بپوشید شاخ — برگ ازو گشته به بستان فراخ
گرچه که با خوزیزه زد پهلوے — صلح همی کرد بشفتالوے
نغزک خوش نغزکن بوستان — نغزترین میوهٔ هندوستان
طفل که همشیرهٔ او شد نبات — خفته وشی تشنه بر آب حیات
میوه بباغ ار زیکی ده بود — پخته شود خوردنش آنکه بود
میوهٔ نغزک هم از آغاز بر — تا حد انجام سزاوار خور
سایهٔ او بر درم از آفتاب — مایهٔ مستان ز برائے شراب
آب روان گشته بهر سایه — یافته از میوهٔ زمین مایه
نغزک پخته بچکیده ز بر — گشته نبات زمین از شیره تر
گاه تماشاے جوانان باغ — زیر زنخشان شده مستان بلاغ
وقت چنین میوه پرو گرم تاب — وز مدد ابر جهان غرق آب
ابر در افشان شده دریا نوال — ابرش خود راند بدار الجلال
آب فراخے همه را تا به گنگ — و آمده لشکر همه از آب تنگ
لشکر بخود چو دریا بجوش — سیل ز جنبیدن آن در خروش
بود سراسر زمین از آب پر — هم ز هوا سوخته می شد شتر

پرده ز روے شفقت برگرفت　　اشک فشاناں ببرم در گرفت
داد سکونے دلِ آشفته را　　کرد وفا نذرِ پذیرفته را
بعد دو روزے که رسیدم ز راه　　زآمدنم زود خبر شد بشاه
حاجبے آمد بشتابندگی　　داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم　　محمدتے تازه بپرداختم
رفتم و رخساره نهادم بخاک　　تن ادب‌آموز و دل اندیشناک
نقش طرازیده کشادم ز بند　　کردمش انشاد ببانگِ بلند
شه که دُرِ چیدهٔ من دید تر　　مهر بچید از ندماے دگر
داد باحسانِ رسے بر درم　　جاگلی[ل] خاص و دو بدره درم
یافتم اندر محلِ اختصاص　　مرتبه در سلکِ ندیمانِ خاص
چون دلم از فیض و کرم شاد کرد　　خانهٔ فقرم بزر آباد کرد
گفت که اے ختمِ سخن پروراں　ق ۱　ریزه خورِ خوانچهٔ تو دیگراں
از دلِ پاکت که هنر پرورست　۲　همتِ ما را طلبی در سرست
گر تو درین فن کنی اندیشه چیست　۳　وز تو شود خاستهٔ من درست
خواسته چندانت رسانم ز گنج　۴　کز پےِ خواهش نبری هیچ رنج
من که عطاے شهم این قدر داد　　سجده‌کناں پیش دویدم چو باد

ل جاگلی روزینه که آن را بهندی پنسیه گویند ۱۲

چوں کشش سینہ زغایت گزشت / باعثہٴ دل ز نہایت گزشت

حالِ خود و نامہٴ اُمید وار / باز نمودم بخداوندگار

او خود ازانجا کہ بزرگیش بود / خُردیِ من دید بزرگی نمود

داد اجازت برضاے تمام / تا نہم اندر رہِ مقصود گام

خرج زنم زاں کفِ دریا اثر / گرم رواں کرد دو کشتیِ زر

تا ز جہاں بخششِ مفلس پناہ / تنگ کناں پاے نہادم براہ

شوق کشاں کرد گریبانِ من / گریہ زدہ دست بدامانِ من

حال خوں کرد غمِ مادرم / زاد ہمیں بود براہ اندرم

قطع کناں راہ چو پیکان تیز / بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں / راہ چنیں بود و کشش آں چناں

ہمچو مہِ عید خوش و شادبہ / در مہِ ذی القعدہ رسیدم بشہر

خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں / چشم کشادم برخِ دوستاں

یافتم از لذتِ دیدار کام / وز رُخِ مقصود شدم سیر جام

مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید / تشنہ بسر چشمہٴ حیواں رسید

مردہ دل از حالِ پریشانِ خویش / زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیدہ نہادم بہزاراں نیاز / بر قدمِ مادرِ آزرم ساز

مادرِ من خستہٴ تیمارِ من ق / چوں نظر افگند بدیدارِ من

از درِ شه با همه شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شده از بارِ کرم گردنم — فرض شده خدمتِ شه گردنم
گوشه گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمه و اندیشه مست
روی نهان کردم از ابنای جنس — نی غلطم بلکه خود از جن و انس
آبِ معانی ز دمم زاد زود — وآتشِ طبعم بقلم داد دود
چون بتوکّل شدم اندیشه سنج — سینهٔ خاکیم برون داد گنج
خامه بیاراست سخن را جمال — پرده برانداخت عروسِ خیال
حجلهٔ خط را ز سراپرده یافت — وان ز زبانِ قلم دُر شکافت
من زده بر عرش ز فکرت علم — محرمِ فکرم شده لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشه زای — زین سه هنر سنج و معانی فزای

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ
هست اوّل صفتش ما خلق الله بخوان

سوی قلم دست کشیدم نخست — کاوّل ازو شد خطِ هستی درست
راند نخست ایزدِ قدرت برون — کرده رقم بر ورقِ کاف و نون
سلسله جنبان شده در بابِ علم — داشته سر بر خطِ اربابِ علم

له اشاره بجانب حدیث اوّل ما خلق الله القلم ۱۲

گفتمش ای تاجور جم جناب ‏ ‏ بخت ندیده چو تو شاهی بخواب

منکه بوم داعی مدحت طراز ‏ ‏ تا چو توئی را بمن آید نیاز

چون تو دهی حاجت هر مفلسی ‏ ‏ حاجت تو چیست بچون من کسی

باغ نه از گل طلبد رنگ و بوی ‏ ‏ ابر نه از قطره بود آب جوی

شه که جهان بندهٔ فرمان اوست ‏ ‏ گر مثل جان طلبد زان اوست

حاصلم از طبع کژ و فکر سست ‏ ‏ نیست مگر پارسی نادرست

گر غرض شاه بر آید بدان ‏ ‏ دولت من روی نماید بدان

بنده چو بنمود بشاه زمن ‏ ‏ عذر تهی مایگی خویشتن

شاه زبان را به سخن برگشاد ‏ ‏ قفل ز گنجینهٔ گوهر گشاد

گفت چنان بایدم ای سحر سنج ‏ ‏ کز پی من روی نپیچی ز رنج

جسم سخن را بهنر جان دهی ‏ ‏ شرح ملاقات دو سلطان دهی

نظم کنی جمله بسحر زبان ‏ ‏ قصهٔ من با پدر مهربان

تا اگرم هجر در آرد ز پای ‏ ‏ آیدم از خواندن آن دل بجای

این سخنم گفت و گه بحر جود ‏ ‏ از نظر لطف اشارت نمود

برد مرا خازن دولت چو باد ‏ ‏ ده زر و خلعت شاهیم داد

من شده مخصوص بجود چنین ‏ ‏ مایه بستم نه و سودی چنین

نی قلمم را ز هنر بهره ‏ ‏ نی ورقم را ز گه مهره

در مثل خفت بجای که خواست / خفته نخیزد دگر از دست راست
در لبش برآمده چون مرغ باغ / نغمهٔ بلبل زده از نول زاغ
قار چکان گشته ز منقار او / تا همه قاری شده از قار او
خوانده ورا تیر سیه از صواب / نام قلم نیزهٔ خطی خطاب
در زدم این خامهٔ سودای خام / مجمرهٔ سوخته دل را بکام

صفت مجمره گو گرچه سیه دارد دل
آن سیاهی دلش مایهٔ علمست و بیان

سوخته دود فراقش قلم / و آب حیات و ظلماتش بهم
مطبخ سودا و درون مجمره وش / روزنش از سوی درون دودکش
هم ورق از روزن او برده دود / هم قلم از مایهٔ او کرده سود
زاده همین دودهٔ او هر زمان / هر خلفش بر سر خود دودمان
دیگ خوش نختن سود و زیان / خامه چو کفگیر مهیا بر آن
خانه رومین وز چوبش ستون / گشته برون روشن و تار از درون
دیده چنین نادره کس در جهان / خانه بجا ماند و ستونش روان
کرده چه شرف بعد نکوئی / چون چه بابل همه پرجادوئی
کس نه کشد سایه که در چه نشست / سایهٔ این چه بکشد هر که هست

علم جهانش همه حرف اللسان | هیچ خطائیش نه اندر زبان
ورد ملّی زاد بمعنی ازو | آن ز نویسنده بود نی ازو
بر ورق اهل هنر کرده داغ | روز و شب از خوردن دود چراغ
در هنر از بس که روان کرد دست | دستگهی یافت بهر کس که بست
راست بهر دستگهی همچو تیر | راستی او همه را دستگیر
گفت خبر بر همه از خیر و شر | نامه سیه کرد و لے با خبر
هم زده در خشکی و تری قدم | هم بسیاهی و سپیدی علم
در طلب صوف تراشیده سر | گرچه همه جهد کنندش زبر
راکع و ساجد شده در هر مقام | در دل شب کرده بیک پا قیام
هیچ نبوده بقیامش قعود | طرفه که در عین قیامش سجود
روزی او یک شبه با صد هنر | گر همه سر زیر کند یا زبر
سر زده در رفته درون دوات | یافته در ظلمتش آب حیات
دوده او قبله دانندگان | خوانده شده بر همه خوانندگان
آهوی مشکین و سرش باد و شاخ | وز دم او مشک بصحرا فراخ
تیره سیه وار ازو در خراش | تیغ که بار ازو در تراش
کرده سر اندر ره شمشیر صرف | بلکه ز شمشیر رسیده بحرف
آب سیه خورده چنان گشته مست | کش چو نگیرند نیفتد ز دست

نامے حریر آمدہ اندر نورد — طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد
آمدہ اجزاش فراہم ز آب — لیک پراگندگیش ہم ز آب
بسکہ شد از کاوشِ بسیار پست — پشت دوتا گردش از یک شکست
گہ بود از دستۂ تیغش گزر — گہ دہد از تیغ بمقراض سر
گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد — گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد
گہ ہدفِ تیر شود از ہوس — الغرض از دوستیِ کلک بس
گہ کند اندر کلہِ تنہ نشست — تا رقمے یابد ازاں سرنبشت
بر زدہ از روے سپیدی علم — لیک سیہ روے شدہ از قلم
نام ندا یافتہ بروے گزر — زانش ببوسند و نہندش بسر
عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل — مے بریش گردن و در بند وصل
با خطِ عارض نگزارد وفا — گرچہ کنی بند ز بندش جدا
ہیچ گہ از حرف نداند گزشت — حرف رواں نے و نتواند گزشت
حرف بحرف از قلم آرد سخن — لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن
ہر کہ کہے قصہ فرو خواندش — عاقبت الامر بہ پیچاندش
کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش — پیچشِ او از خود و از کارِ خویش
قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک — واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

لہ نامے حریر: ناقہ جامہ رنجینی تہان،

کرده درو خامهٔ مصری پناه　　یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه
مکحلهٔ دیدهٔ روشن سواد　　میل درو خامه و کحلش مداد
بسکه فزوں یافته زرقِ قلم　　آبِ سیه رانده بفرقِ قلم
شستنِ او باهمه دانندگاں　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں
هرچه سوادِ ورقِ مشکلش　　حل شده چوں آب درونِ دلش
در شکم از خشک و ترش مایه بیش　　کرده قناعت به تر و خشکِ خویش
بلکه شکم کرده پر از بیش و کم　　مانده دهاں باز برائے شکم
گه گهے از زحمتِ مشکی نیاب　　دافعِ مشکلیش دو سه قطرهٔ آب
معتبرِ عالم و جاہل شده　　گرچه درون تا رو سیه دل شده
من چو ازیں حقه کشیدم قلم　　برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام　　آنکه شده آتش صبحش ز شام
ساده حریرے و ز صیقلش ز خویش　　با قصب و خز شده پیوند خویش

---

۵ خویش در مصرعهٔ اول معنی کتان و در مصرعهٔ ثانی معنی قریب و رشته دار ۱۲

ابر کردم چشم را کاں لالۂ رنگینِ من	بیشتر در روزِ باراں مے بساغر می کند
ما و تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک	اے خوش آنکس کو خوشی با آں سبز می کند
ابر بر من می بگرید کش حیائے ہست و برق	خندۂ در دیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند
خلق گوید دردِ خود را گو سے تا درماں کنند	من ہماں گویم و لے از من کہ باور می کند
شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری	صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند
دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست	از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند
چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک	ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند
وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ خویش	ماجرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب	کرد بدروازۂ مشرق شتاب
خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند	قبّۂ خورشید بر آمد بلند
رخش طلب کرد شہِ کامگار	شد بگہِ چاشت بدولت سوار
گرد رواں کوکبۂ فتحیاب	سوے درِ دولت ازاں فتحباب
باد شد اندر سرِ زرّینہ نائے	بادِ رواں گشت سمِ بادپائے
از روشِ پیل گراں تا گراں	سر بسر اندامِ زمیں شد گراں

خامه که صد نامه بپایے نبشت | علمِ جهان را همه بروے نبشت
آنکه مهین مهرهٔ او با گهر | وانکه کهین سحرِ پیشِ او با شکر
آئینه دیدهٔ صورت گران | صورتِ هر نقش که جوئی دران
من چو بریں آئینهٔ رو نمائے | مورچهٔ ریختم آئینه زائے
همتِ مردانه به بستم بکار | ریختم از خامه دُرِ شاهوار
باز نیامد قلمم تا سه ماه | روز و شب از نقش سفید و سیاه
تا ز دلِ کم هنر و طبعِ سست | رست شد این چند خطِ نادرست
ساخته گشت از روشِ خامه | از پیِ شش ماه چنین نامه
در رمضان شد بسعادت تمام | یافت قران نامهٔ سعدین نام
آنچه ز تاریخ ز هجرت گذشت | بود سنه ششصد و هشتاد و هشت
سالِ من امروز اگر بر رسی | رست بکامم همه شش با دو سی
زین نمط آراسته بکری چو ماه | باد قبولِ دلِ داناے شاه
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش | این غزلِ بنده بخواند به پیش

غزل

باز ابر تیره از هر سوے سر بر می کند | سبزه را در چمن بر آب دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم که از امساکِ ابر | گاهِ بخشش عاشقان را از زبان تر می کند
سر به باغی در وی گردند مستان به عیش | سروِ من تا در کنارِ او باشد سر بر نمی کند

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال / گشت گِل آلوده چو چرخِ کلال
خنگِ سما روی بجولان نهاد / گرد زمین بر شد و میدانش داد
مقرعه برجسته هر جا یکے / تاز کنان بر سرِ هر تازکے
شانهٔ اسپان که بهم سود روے / یافت بهم از سرِ هر شانه موے
کوکبه چون فلک آراسته / گرد ظفر تا بفلک خاسته
شاه بدروازهٔ دولت شتافت / داد بدروازه کشادیکه یافت
توسنِ شه را ز نثار افگنان / گشت مکلّل بجواهر عنان
نعل که بنشست بگوهر درون / گوئی از آهن گهر آمد برون
چتر که در چرخ شد از جیب خویش / چرخ روان گشت سراپائے خویش
زان عجبے کو ز برش می‌نگذشت / از عجبِ خویش سرش می‌نگذشت
شد چو عروسے بنهادِ بهی / جلوه کنان پیشِ شکوهِ شهی
گوش خبر کرد بگوش از خروش / وز خبرش بے‌خبری یافت گوش
بانگِ دهل خاست کران تا کران / تعبیه شد کاسهٔ گردون دران
نغمهٔ مطرب ز نگارنده ساز / گوشِ نیوشنده همی کرد باز
زهره دران انجمنِ اختران / رام شده از دمِ رامشگران
ماه وشان چرخ زن و پاے کوب / گشته هوا از رهِ شه خاکروب
شمع شکر دهنش بزبان آوری / سوخته جانها بحرارت گری

بسکه شد آوازِ جرس چند میل　　هر طرفے گشت گران گوشِ پیل
بسکه علم‌هاے سیه شد بماه　　ماه نهان گشت در ابرِ سیاه
یافت از آن رایتِ شبرنگ داغ　　شد پرِ طوطیِ فلک پرِّ زاغ
صفِ سیاه از علمِ سرخ و زرد　　نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد
از علمِ لعل که بر چرخ سود　　لمعهٔ خورشید پر از خون نمود
نوکِ سنان کرد ببالا گذر　　گشت کبوتر بهوا سیخ پر
در تهِ پرچم که سنان گشت گم　　نیزه شد از نوکِ سنان گاودم
گرد سنان گاوِ فلک را زبون　　شد ز دمِ گاو هوا گاوگون
شه تهِ چترِ سیه مے چمید　　اوّل شب صبحِ دوم میدمید
بود دران دایرهٔ شام گون　　دوم زده ابیاضی درون
تیغ به پیرامنِ چترش قطار　　ابر یکے قطره و آبش هزار
بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر　　بیشهٔ نیستان لبِ آبگیر
بانگ روا رو که برآمد بلند　　غلغله در گنبدِ گردون فگند
پرده زده تیغ زنان سربسر　　تیره شبان گشت کلید نمند
زان همه لشکر که زمین می نوشت　　گرد گلِ مرکب زمین انپشت گشت
شد زمین از لعل نقش و نگار　　چون شکمِ ماهی و اندامِ مار
گرد که بر شد ز زمین بر زمان　　کاسهٔ گل شد صفتِ آسمان

ره ده اے دیده و خارِ مژه راکیسو کن | که خرامان وخوش آن سروِ رواں باز آمد
جاں که بگریخته بود از غمِ ہجراں بعدم | خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد
جانِ من چشم ازاں گه که بروے تو فتاد | جز تو در ہرچه تواں دید ازاں باز آمد
ظن نبود ایں که زخوباں دلِ من باز آید | تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچه بگویت صد بار | شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوے تو روم خلق برآرد فریاد | کاینک آں عاشقِ بیچارهٔ جاں باز آمد
ہرکسم گوید باز آئی ازو تا برہی | گر دل این ست که دارم نتواں باز آمد
بندهٔ خسرو زتو دیده بپوشید و برفت | چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر
که بجویند خطا را بدرستی برہاں

من که دریں آئینهٔ پر خیال | بکر سخن را بنمودم جمال
کس چه شناسد که چه خوں خورده ام | کیں گہر از حقّه برآورده ام
ساخته ام ایں ہمه لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش | که بجگر گاه به پیشانیش
ہرگہے بیتے و کانے درو | ہر ورقے ملک جہانے درو
در تهٔ حرفش ہمه باریکی ست | آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

ملک بپا کوفتن بوالعجب — پا بزمین شان نه رسید از طرب
پیکرِ شاں طرّه چو بالا فشاند — صورتِ قبه تحیر بماند
گرچه که صورت نزند چشم لیک — چشم زد از دیدنِ رویهای نیک
شاه بنظارهٔ آں کارگاه — نرم ترین راند فرس را براه
نرم همی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانهٔ دولت رسید
از سمِ اسپش فلک آوازه یافت — خانهٔ دولت شرفِ تازه یافت
رفت چو در بارگه از بارگی — بنده شدش بخت بیکبارگی
بسکه فشاندند ز هر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاهوار
خاک نهاں گشت بدر ثمیں — کس نتوانست که بوسد زمیں
بزم بیاراست شهِ بزم ساز — بست زمیں را بجواهر طراز
جشنِ فریدوں طرب گاهِ جم — تازه شد از مجلسِ شاهِ عجم
از دلِ خواهنده بتاراجِ گنج — خواسته می داد و همی برد رنج
از شب تا روز سحر تا بشام — بزم نه گشتش تهی از رود و جام
باده مدامش بطرب دستگاه — رود زنش زهره و ساقیش ماه
مطربِ او را بنوای سرود — ایں غزل از آبِ رواں تر برود

غزل

عمرِ گذشته مرا باز که جاں باز آمد — وز پیِ عمرِ من آں جانِ جهاں باز آمد

گشت ضرورت که گزینش بعقد
بستم و دادم بامینان نقد

تا چه دریں بنگری اے ہوشمند
بیش و کمش بازشناسی که چند

بینش ایں حرف کن از فکر تیز
خواں تو قران نامهٔ سعدین نیز

ور بجمل باز گشائی شمار
نهصد و چار و چهل و سه هزار ۴ ۴ ۹ ۳

خواهمش از خامه زبان گزیں
آنکه نه گرد رقمے کم ازیں

زانکه خورشید درم بود
آه که کمش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے خامه را
دوده ازیں به نبود خامه را

خامهٔ من گرچه تراش افگن است
زو چه گله با که تراشش من است

زاغ[1] زبانی که بفر همائے
کبک دوان را بزند زاغ پائے

هم ز نیِ خشک نباتم دهد
هم ز سواد آبِ حیاتم دهد

هر سخنے کز رقمش یافت داغ
طعمهٔ طوطی است بمنقارِ زاغ

زیں همه سودا که فرو ریختم
چیست ز معنی که نیانگیختم

چند کهم بود بدل ایں خیال
تازه کنم هر صفتے را جمال

بود در اندیشهٔ من چند گاه
کز دل دانندهٔ حکمت پناه

چند صفت گویم و تابش دهم
مجمع اوصاف خطابش دهم

باز نمایم صفت هرچه هست
شرح دهم معرفتِ هرچه هست

---

[1] زاغ زبان کنایه از قلم سیاهی زده ۱۲

حرف نشین معنی خورشید تاب — راست چو اندر دلِ شب ماهتاب

شب‌پره را مهرِ منور مدام — مورچه را ملکِ سلیمان بکام

گنج گهر در شبهٔ داشته — شب ز کواکب علم افراخته

هر حبشی پیکرِ رومی جمال — رومِ سخن را ز حبش داده خال

هر خطِ توحید برین لوحِ راز — همچو بلالیست به بانگِ نماز

هر رقمِ نعت رموزش عجیب — چون شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطهٔ هر حرف بزیب ترین — مردمکِ چشم معانی یقین

ذوقِ خیالات ز مستی پر — داغ هجران و دم بخیه بر

هر غزلے دلکشِ عشاق کش — بیش که بکشند ز دوران بپیش

اوجِ معانی نه بمقدارِ طبع — پایه گذشته ز سموات سبع

دید چو این مثنویِ بیش را — تیرِ قلم کرد سرِ خویش را

هر یک ازین بیت که بنشست وست — شد خوشیِ دل که بپیوست دست

چون سرِ خامه لبِ بشش خم کنند — حیف بود زانکه یکی کم کنند

من چو نگه دم عددش ابجدست — کم شده سرمایه نماندش درست

---

۱ یعنی ذوق خیالات من از مستی لبریز مانند داغ است بیوقوفی ... بوقت دوختن زخم ...
ده و افسوس هزاران ... بوقت ... نایب ...

۲ یعنی هر غزل من ... عشاق کش است ... کسی که ... بر ... یعنی هوشیار و صاحب ...
باشد ...

نز پی آں شد[1] قلم سحر سنج | کز پی ایں مار نشینم بہ گنج
منکہ نہادم ز سخن گنجِ پاک | گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک
گر دہدم تاج و رسد سر بلند | در نتواں باز بہ دریا فگند
ور نہ بدزاں خودم رایگاں | رنجہ نگردم چو تہی مایگاں
یک جو ازیں فن چو بداناں نہم | وہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پی یاراں برم | نے چو سگ خانہ کہ تنہا خورم
ہر چہ کہ پنہاں کنی از محرماں | سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں
مار کہ گنجش بود اندر مغاک | حاصل او چیست ازاں گنج خاک
زیں ہمہ شہرت کہ بداں کردہ ام | کاب ز دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ داند کہ چندیں گہر | کس نفشاند بہ وسے بدرہ زر
ور بدہم گنج فریدون و جم | ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم
کام ازیں نامہ عنواں کشاے | نام بلند است کہ ماند بجاے
کانچہ درین است چو بیند کسے | یاد کند از من مسکیں بسے
ہر صفتے را کہ بر انگیختم | شعبدہ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکر خویش و بس | ور نزدم دست بحلواے کس
گرچہ ز ہر چیدہ بسے دیدہ ام | ہر دو نچیں کز ہر سے چیدہ ام

---

[1] یعنی ایں کار شاعری از براے طمع نکردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشستہ ام ۱۲

بفگنم از جیب گهرها به پیش تاجِ خودش سازم و دامانِ خویش
طرزِ سخن را روشِ نو دهم سکهٔ این ملک بخسرو دهم
نو کنم اندازهٔ رسمِ کهن پس روی پیش روانِ سخن
ور نگرم تا چه دُر افشانده ام تا بچه ترتیب سخن رانده ام
آنکه به بینم به هنر بیشتر کوششِ آن راه کنم بیشتر
آنچه بنز هست بگیرم نکو وانچه جز این ست نگیرم ازو
کحلِ بصر نو کشم از هر مداد نورِ بصر نو کنم از هر سواد
اوّل ازانجا که بر انگیزمش بر کشم آنگاه فرو ریزمش
سکهٔ خود زین منِ اندیشه رای تا نه نشانم نه نشینم ز پای
آنچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند معنی نو بود و خیالِ بلند
موی بمویش به بنه بیختم پخته و سنجیده درو ریختم
وسعتِ زان گونه شد از دل برون کان دگرے را بدل آید که چون
زین پس اگر عمر بود چند گاه کم هوس آید به سفید و سیاه
رنگ زیادت ندهم خامه را ساده ترین نقش کنم نامه را
کانچه همی شد بدلم خار خار یافت درین گلشن رنگین نگار
گرچه شد از بهرِ چنین نامهٔ داد مرا گرمی هنگامهٔ
کردِ نکوئی که نکوئی کنند بر تو همی آنچه تو گوئی کنند

کی شود این مایه از آن کسی — گنج نه گنجد به دهان کسی
در خور هر لب نبود این زلال — کیست که اینجا برساند خیال
جلوه گر من که رخ آراسته ست — جلوه کنان پیش تو برخاسته ست
در نگر از مقنعه تا دامنش — عاریتی نیست به پیراهنش
زیور نو کرده نگار چنین — نغز بود دیدن یار چنین
نیک به نظاره که زلف و خال — بد نه او شرط بود در جمال
پیش نکو نیک مگو بد نه بس — بد نه این نسخه همین ست و بس
ور چه ترا گفتن بد فن بود — آن بد تو نیکوئی من بود
آنکه به نقصان خیال من اند — جمله گواهان کمال من اند
هر چه ز من آید همه را گفت و بس — بی هنران را نه کند یاد کس
در سخن افتد همه را پیچ پیچ — چون سخنی نیست چه گویند هیچ
چون سخنی لازم صورت بود — نیک و بد خلق ضرورت بود
آنکه ورا در سخن آوازه بیش — زخم زبان بروی از اندازه بیش
هر گل و خاری که رسد زین خرال — نی خوش ازان گردم و نی رنجه زال
هر چه ستایش کند مرد دوش — گرچه بود راست نیارم بگوش
زانکه چو زین فن بغرور اوفتم — ترسم ازین مرتبه دور اوفتم
چرب زبانی نه بود سودمند — طفل بود کش بفریبی بقند

نیست نرگس لولوی لالای من — ژرف به بین در تهِ دریای من
نکتهٔ من گوهرِ کانِ من است — زآنِ کسی نیست از آنِ من است
دزد نه ام خانه بُرِ دیگری — خانه گشاده ز درِ دیگری
مایهٔ هر دزد که در عالم است — گرچه فزون است بقیمت کم است
هرچه که از دل درِ مکنون کشم — زهرهٔ آن نیست که بیرون کشم
زانکه نگه می کنم از هر کران — ایمنیم نیست ز غارتگران
قلب زنی چند به گوشه نشست — کز زرِ من پاره دهندم بدست
نقب زده گنج نهان مرا — مرغ شده ریزه خوان مرا
دزد متاع من و با من بجوش — [illegible] آوری و من خموش
نی نه فکر من عجب روزن کنند — [illegible] هم از من کنند
نقد من و [illegible] من آرزنده است — من کم است گر آن [illegible]
شیرم ندا زنند و بجا [illegible] گرم — با من و من هیچ نگویم ز شرم
حرفه گرشان ز من از شرم پاک — صاحب کالای من شرمناک
بانگ [illegible] نیست که بست — در چه گشاینده [illegible] بست
بر فن شان گرچه روا می دهد — [illegible] همت او می دهد
آنکه [illegible] گنج [illegible] می است — با زشان [illegible] که زان کیست
در کف [illegible] فرشته نهان — سفله اگر یافت نماند نهان

من بدِ کس ناورم اندر زبان ‏ وانچه بود در پسِ پشت نهادم نهان
چونکه جهان پر ز نشیبست و خس ‏ روی نتابیدم از هیچکس
گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا ‏ سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تلخ کے از این شیوه به تنگی شوم ‏ بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نامِ گدائے کنم اسکندرے ‏ خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند درین روزگار ‏ مس بزر اندوده ناقص عیار
کوردل از دولتِ کوته نظر ‏ دولت شان از دلِ شان کورتر
گوش گرانی همه ناموس جوے ‏ سفله وشی دون صفت و تنگخوے
لازم شان گشته ز نقصانِ هوش ‏ کوتهیِ[1] چشم و درازیِ گوش
نامور ستم شده در جلاف ‏ چون زنِ حائض که بود در مصاف
بے کرمے نام فروشی کنند ‏ بے گهرے مرتبه کوشی کنند
خورده بر اندیش نیارند پیش ‏ پیش[2] رسانند بدانجا که بیش
شاخِ[3] گلے تحفه مرا ور کنند ‏ کز پیِ باغیش تقاضا کنند
گر مگسے باشد و شان خوان نشین ‏ سر که دهند و طلبند انگبین

ـ۱ یعنی هر چه کسے گوید مے شنوند و از کوتاه بینیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

ـ۲ یعنی مصرفِ حق بجا ار نمی رسانند و بغیر مستحقان مے دهند ۱۲

ـ۳ یعنی شاخِ گل پیش کسے تحفه برند و بعوض آن باغ خواهند ۱۲

آنکه شناسندهٔ این گوهر است / گر همه نفرین کندم درخور است

وآنکه به تقلید نشست اندرین / نشنوم ار خود کندم آفرین

مردم دانا که بود نیک خوی / نیک شنو گفت بد از وی مجوی

وآنکه به بد گفت گرفتست خو / نیک نگوید که نیاید ازو

بد منش ار گفت نکو را چو نیست / یا بد و یا نیک برون از دو نیست

هست اگر سکهٔ نیکو نبیش / نیک نگویند چو بد گوییش

ور ز بدی خال بود بر خدش / خود نتواند که بپوشد بدش

گیر که پوشی همه عیبش به زور / چند توان داشت نهان چشم کور

باز کسی را که حسد ره زند / زخمه درین ره نه یکی ده زند

گر مثلی هست هنر آرم ز غیب / هیچ نگاهی نکند جز به عیب

از هنر خود همه کس دم زند / آنکه کم است او همه را کم زند

جوهر هر مرد که در عالم است / کم زن او از زن حائض کم است

کم نه زند مرد کسی را ولیک / بد همه جا بد بود و نیک نیک

صد سخن راست نگیرد به هیچ / یک رقم از کس نگذشت بی پیچ

گر به زبان نیست که بنهفتنش / عیب بود عیب کسان گفتنش

ور کم ازین مایه رسیدش ز عیب / طفل بود نامت ز طفلان چه عیب

له زن ناقص حیض خونی بو شده

پشت بخویم نه بینا هی زکس	چون بخداوند کنم روی و بس
تا بطمع بر در هر کم زنی	ننگ خسیسان نه کشند چو منی
خیره و من بگذر ازین گفتگوی	نیکی خویش و بد غیری مگوی
چشم تو از عیب تو دیدن تهی ست	از دگری پرس که عیب تو چیست
چشم بخود باز مکن چون خسان	بین همه خود لیک بچشم کسان
چیست انا همه خود انداختن	صورت خود قبلهٔ خود ساختن
زین همه اوراق مزخرف نورد	چند توان نازکش بیهوده کرد
تا کی ازین مایهٔ بی پایگان	بانگ بر آری چو فرومایگان
چون جرس است چند فغان تهی	خشک زبانی و میان تهی
کام سبو جز که بدین تنگی ست	بانگ نفیرش ز سبک سنگی ست
زور جوانی بره آورده ای	ور تو نرفتی بدین اندیشه ای
نامهٔ هستی بسوادی گذشت	عمر به بیهودن بادی گذشت
شب همه عمرت بشمار چنین	روز که چنین عمری و کار چنین
هر چه درین نکته قدم عشق نیست	زان همه جز باد نیاید بدست
سوخت قلم زین رقم دود و دم	پخته شدی در پی سودای خام

له مراد از جا جاں نگه رہ ماست که ... گردن ... ده ... دهن ایشان تنگ باشد ۱۲

که ... دوده دام سیه نام ۱۲ که بخته تندی سے پر تندی ۱۲

بیش ستانند و دهند اندکے — تا نهی ده ندهندت یکے
گر برسانند مثل بر گدائے — یک دهد ده طلبند از خدائے

صفتِ خاتمه و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترهٔ صحبتِ اربابِ جهان

برد ز سرمایهٔ خود ناخلفے — بدرهٔ دینار بصاحب دلے
گفت که بپذیر و عطائے بکن — تا شودم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش که چو نیت هواست — آنچه که کم میکنی از خود خطاست
گفت بده منعم سود آزمائے — کانچه دهم سود بچه کم بجائے
مرد بپذیرنده بجواب خرد — ق — بدره بدو داد که اے نیک مرد
باز بپذیر این زر چون مشعلے — زانکه تو مفلس تری از من بسے
چون همه میل تو به بیشی درست — این کم تو هم تو بدان برترست
آنکه ندارد صفت مردمی — نیست بر آدمیان آدمی
ناصح کسانیکه محبت کنند — تن بهم گر از نسب آدمند
این سخن چند که بنوشته است — شاعری نیست همه راست است
گرچه چنین راست نباید گفت — راست ببایست که نتوانش گفت
یک بخواهش چو مرا نیست راه — ق — جز بخدا یاد بر آورد شاه
هرچه بگفتم ز کسم باک نیست — زهر شود هم غم تریاک نیست
نیست اگر دادم ازین پیر راز — گر ز رشه نیز شوم بے نیاز

له بمعنی نه آنکس که جهان به دنیا دار

چون نگری حاصلِ چندیں گزند | بیهده باشد و ناسودمند

این قدر اندیشهٔ خاطر زدلے | ق | گر شودت صرف بیادِ خدائے

گرچه نه در عالمِ رازت برد | بارے ازیں بیهده بازت خرد

جان و دلِ غائبِ تو از حضور | دور نباشد که نباشند دور

کیست که آنجا شد و کارے نیافت | کیست که آن ورزد و بارے نیافت

صدق دریں مرحله یارِ قوی است | مگذر ازیں کار که کارِ قوی است

هست چو در سکهٔ بیانت روے | ترکِ هوسهاے جوانان بگوے

شعر چه باد است نه بادِ بهار | بادِ خزانے که برآرد غبار

کم کن ازاں باد که گرد آورد | و آخرِ کارت دمِ سرد آورد

پیشهٔ خموشی کن و دمساز شو | بلبلِ باغ آمده بازِ[1] شو

ور هوسِ مثنویت در دل است | حل کنم این بر تو که بس مشکل است

در روشے کز تو نیاید مرو | گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی به لطافت چو دُر | وز دُرِ او سربسر آفاق پُر

پیش چه تو کم مایه بسیار لاف | دُر شمری مهرهٔ خویش از گزاف

چیست دراں کم که بگوئیش باز | تا چه نه گفت است که گوئیش باز

پخته ازو شد چو معانی تمام | خام بود پختنِ سوداے خام

---

[1] باز بمعنی شهباز که خاموش می باشد ۱۲

سر بہی باز نبردی دریغ | راه بجائے نسپردی دریغ
زانچه بگفتی بخطا و صواب | چون بپرسند چه گوئی جواب
از پئے نامے که مبادش امید | نامه سیه کردی و دیده سفید
گرچه شد آوازه بچرخ کبود | چون تو شدی نام بلندت چه سود
صور قیامت که برآید بلند | نام بلندت نبود سودمند
این رقم امروز که سودای تست | سلسله گردن فردای تست
چند بوی در پے این ترهات | چند بغفلت گذرانی حیات
گیر که نظمت سخن از زر کند | پس بدروغے چه تفاخر کند
یک نفس اندر ره راست آر فروغ | راست بگویم که نگوئی دروغ
چون سخن نیز درو هم کاستیست | راستی هم ز سبب راستیست
راستی آورد که دولت بدست | هر که نه بین است بگوئی کجست
تا بود اندر فن شعرت هوس | جز بدروغت نبرد نام کس
پای ازین پرده یکی پس منه | پشت بدین گفته ناروا منه
هیچ نبردی ز ره اندیشه | ۱۱۱ که دروغ است با همیشه
هیچ نگوئی که کسی از همه ماس | هیچ نگفتی که راست جز همه اس
از همه جو دل بگیران داشته | همت دل جمله بر آن داشته
بس که ذلت گردد از انشاء خوب | تا سخنے را ز دل آری بروب

در هوست می نه گزارد عنان ق می کشدت دل به خیالِ جهان

کوششِ آن کن که درین راهِ تنگ زان گلِ تر بوے دهندت نه رنگ

از پے بخشش بجز آرزوے لیک عنایت ز بزرگان بجوے

رنج منه بر دلِ گویاے خویش لیک مده جوئی ز گویاے خویش

سوز سخن را نه بجامی طلب پختگیش هم ز نظامی طلب

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست چاشنیِ سوختگان دیگر ست

لیک اگر پندِ من آری بگوش مصلحت آنست که باشی خموش

چل شد و در پنجهت آمد نشست بیش مبین بیش که افتی بشست

نوبت تو هست گرانی مکن روے به پیری ست جوانی مکن

در غزلت یادِ جوانی دهد ق وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازان هم که کسان گفته اند هرچه تو گوئی به ازان گفته اند

نوبت سعدی که مبادا کهن شرم نداری که بگوئی سخن

ترکِ هوس گیر و رهے پیش گیر ره بسوے مصلحتِ خویش گیر

آن کن و آن ساز کزین کوچگاه چون بری توشه بجوئی براه

تا که بعزلت[۱] نه نشانند خیز پیشتر از مرگ بعزلت گریز

چند کنی خواب درین رهگذر خوابگهت هست بجاے دگر

---

۱ عزلت اول قبر، عزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا۔

زیں دو خیالی کہ ترا کژ مژ[1] است ۔۔۔ جستنِ آں مایہ خیالِ کژ است
بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست ۔۔۔ ویں رہِ باریک بپاے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندر وست ۔۔۔ ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندر وست
تا بود ایں سکہ[2] بعالم درست ۔۔۔ بر تنِ تو کے بود ایں شقہ چست
بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزماے ۔۔۔ سر نہی اوّل وانگاہ پاے
گفتۂ او را شنو و گوش باش ۔۔۔ گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحروراں کہ درو دیدہ اند ۔۔۔ خامشیِ خویش پسندیدہ اند
ثنوی او رہت ثناے بگوے ۔۔۔ بشنوش از دور و دعاے بگوے
ایں ہمہ ز انصاف نگر زور نیست ۔۔۔ گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گر نہ بدی ایں نمط جاں نواز ۔۔۔ بو کہ دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش است ۔۔۔ خود تو آں جا علفِ آتش است
تا بود آوازۂ قمری بباغ ۔۔۔ کس نہ بگوش آورد از زاغ
آنکہ چشیدہ ست مےِ خوشگوار ۔۔۔ دُرد کشد در دلِ آرد خمار

---

[1] کژ مژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو ایں اشعار در تعریف مے کنند کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی تو ہیچ چیز ست ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور — ورنرسد هم برسد غم مخور
وانچه به قسمت به ازل زانِ تست — رنجه مکن دل که بدامانِ تست
وانچه قضا نیست بداں یافتن — گرچه بجوئی نتواں یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست — روزی ازاں بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی و نیابی مرنج — زانکه بخواهش نتواں یافت گنج
چند چو موران سراسیمه گرد — کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آں مور پر از خانه — جاں دهد اندر طلب دانه
گرچه که زر جانست مجویش بسے — ورهمه عمرست مخواه از کسے
بود به هر چیز که زیبنده تر — نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جاں که همه در پئے ایں خاک رفت — پاکی آں کس که ازیں پاک رفت
طفل شود فتنه بریں خاک زرد — مردی آں کس که غرورش نخورد
ایں گل رنگین که فریب دل ست — هرکه فریبش نخورد عاقل ست
عقل کسے راست که گردش گذشت — آخر ازاں کم نه که آمد گذشت
تا مددے میرسدت زیں خراس — دل مفگن از پئے گندم در آس
قرص جو آں کس که به دنداں کند — مرد نه آں کز پئے زر جاں کند
آنکه نشکیبش بقناعت درست — قرص جو از قرصِ زرش بهتر است
کاں بغذا لذتِ کامش دهد — ویں بطمع خستِ نامش دهد

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدۂ برخود مپوش
مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں
ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جام اجل خوردنی ست
گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندۂ جاوید بماند کسے
خاک بسے خورد تن پاک را — سیر نگردست کسے خاک را
جاں بشتاب و دل اسیر ہوس — غفلت ازیں بیش نکردست کس
عمر چنیں آدمی بے خبر — باد بسر کردہ کہ ناگشت بسر
ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست — کامدن ما ز پے رفتن ست
رفتنیانیم ازیں راہ دور — در چہ ظلمت نہ بصحرائے نور
گنبد گردندہ وفا کے کند — واے بر آنکیں طمع از وے کند
زیں گزر راہ رواں بر گزر — چوں گزر زندہ است رواں برگزر
ایں طبق گل کہ دفن زو کم ست — کاسہ خوانش ز سر مردم ست
بے نمک ست ایں فلک کاسہ پشت — از نمکش چہ کنی کام خوش
ناں دہدت یک بخون جگر — تو ہم از و ترک کن و آنکہ بخور
گر بودت خوش خور و بد خو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پے عیش فراخ — کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

لہ ـ خود را مرہم پیدا شدہ نگ بہشتی بادا

گوشه‌نشیں تا بخیالت بوند　　هر همه محتاجِ جمالت بوند
راه طلب در روشِ بیکیاں　　تا رهی از کُن مکنِ مردماں
بوم بویرانه ازاں شد زبیغ　　تا نه کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر که نهاں در صدفِ آبی ست　　بیش بها از پئے کم یابی ست
گل که بقدرش همه عالم بهاست　　در همه جا روید ازاں کم بهاست
چند چو بیچاره تو بر هر کسے　　زود کنی روئے زبهرِ خسے
باز سفیدی بهوا کن شکار　　زاغ نه جیفه بکرگس گذار
چوں بریدی طمع از ناکساں　　صرف مکن گوهرِ خود با خساں
مردمی نیست چو در چشمِ کس　　چشم نگهدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاهِ ستوراں مبر　　آئینه در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا که طمع خوے تست　　ملکِ قناعت نه ببازوے تست
از تنِ گازر نتواں شست داغ　　پرِ حواصل نشود پرِ زاغ
بیهده با تو جدلے می کنم　　در نه گشائی تو دلے می زنم
هرچه دمیدم تو دودے نداشت　　پند بسے دادم و سودے نداشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش　　من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخنِ چند که از بهرِ سمع　　ق　　طبعِ پراگندهٔ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاهیم　　عمر بسے رفت به گمراهیم

مردِ ره از خود خورش و جو است | گر زرش از ره نبرد رهرو است
مور که بر سقف رود بی قیاس | پاش بلغزد چو در افتد بطاس
مال چه جوئی حشمے نیستش | بهره فزون از شکمے نیستش
ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار | تا نشوی چون خجلان شرمسار
دست مکن کفچه که روزی به است | روزی از و خواه که روزی ده است
گرسنه زآن که درین تنگنا ے | نان ز ملک مطلبی نه از خدا ے
گر بودت صدق که روزی ده او ست | منتِ دشمن نه کشی بیشِ دوست
غره به نزدیکیِ سلطان مشو | بلبلِ باغی مگس خوان مشو
هست وے از خرمنِ هستی خسے | تا تو چه باشی که کمی زو بسے
گرچه پرد بلبلِ بستان بلند | بازیِ طفلان شود از بهرِ قند
چند کشی پیشِ ملک دست بیش | تات زکوتے دهد از ملکِ خویش
گرچه کنی بر چه بضاعت کنی | ملکِ تو داری چو قناعت کنی
تشنه بمیر آب ز دونان مخواه | خون خور و از خوانچه شان نان مخواه
دل بقناعت نه و خورسند باش | مملکت این ست خداوند باش
خو رکن و آشام بخونابِ خویش | از پئے نانے چه بری آبِ خویش
دل ز وفا جوئیِ دونان بکش | خو ز علف گاهِ خران نان بکش
اهل مجو گرد جهان زانکه نیست | ترکِ جهان گیر و جهان دان که نیست

چون ز تو شد این همه ناچیز چیز | هم تو کنی در دلِ خلقی عزیز

عیب شناسان به کمینِ من اند | بی هنران جمله به کینِ من اند

تو بکرم عیبِ من عیب کوش | در نظرِ عیب شناسان بپوش

سرمهٔ انصاف بهر چشم سای | بکرِ من آنگاه بر ایشان نمای

داغِ قبولی بکش اندر سرش | تا نکند بادِ خزان ابترش

بو که بر آرد به چنین نامه نام | بر درِ شه خدمتِ من والسلام

در نظرِ شاه مبادا که حسن | این غزلم ختم بر این شد سخن

غزل

نامه تمام گشت بجانان که می برد | پیغامِ کالبد بسوی جان که می برد

این خط پر ز مهر به لب بر که می نهد | وین دردِ سر بمهر بدرمان که می برد

این نامه نیست پیرهنِ غدینِ ماست | پر خون ز دستِ هجر بجانان که می برد

ماییم و شرطِ بندگیش با هزار شوق | این بندگی بحضرتِ ایشان که می برد

زین تن رمید چون دل و جانِ من از فراق | کشته شدیم قصه بسلطان که می برد

گفتم بیا بگفت که دیوانه گشته | اندوهِ مور پیشِ سلیمان که می برد

جانان مرا به هجرِ تو هر مو نکهت | غم می برد ولی غمِ هجران که می برد

بو که بهر گرمیِ هنگامه — یاد کنندم ز چنین نامه
سر که بسی هست تنکر نیستش — جز صفتِ چیزِ دگر نیستش
چون سخن از لطف نشانی بهشت — کالبدش صورتِ جانی بهشت
وصف بران گونه فرو رانده ام — کز غرضِ قصه فرو مانده ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید نگر اندر خیال
دیو بود یافته ره در بهشت — بستنِ پیرایه بجا تو ان زشت
عیب چنان نیست که بنهفته ام — کانچه بگویند همه گفته ام
ق
چون منم اندر قلب کان خویش — معترف عجز به نقصانِ خویش
هست امیدم که سخن پروران — چون نگرند از رهِ بینش دران
عیب یکی نیست که جویند باز — چون همه عیب است چه گویند باز
خرده نگیرند بزرگی کنند — دنبه چنان نیست که گرگی کنند
ق
بارِ خدایا منِ غافل به راز — این ورق ساده که بستم طراز
گرچه که امروز جمال من است — عاقبت الامر وبالِ من است
هرچه درو شد رقم از خوب و زشت — این همه تقدیرِ تو بر من نوشت
عفو کن آن را که خطای تو نیست — توبه ده از هرچه برای تو نیست
چون کرمت هست ز جرمم چه باک — تیره نه شد بحر به یک مشتِ خاک
گیر که سفتم دُرِ ناسفتنی — یا سخنی بود که ناگفتنی

گفتی نگاهدار بفرمانِ خویش دل　　دارم ولے بگوے کہ فرماں کہ می برد

دردا کہ دل ز حسرتِ بیچارہ می رود　　وآگاہ نے ز بُردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

مَ　سَ　ح